UNIVERSAL LIBRARY
OU_188692
UNIVERSAL LIBRARY

۹۲۲۵۹۷۲
ص
922-972
ن
11475
11975

نیاز فتحپوری

صحابیات

OUP—24—4-4-69—5,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

U 922.972

Call No. ٩٢٢٥٩٧٢ Accession No. ١١٤٧٥

Author ن - ص نیاز فتحپوری U 11475

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

(۲۵)

ام المومنین حضرت خدیجہ

نام ونسب آپ عرب کی شریف ترین قوم، قریش اور قریش کے بہترین خاندان کی مقدار خاتون تھین۔ خدیجہ نام تھا اور طاہرہ لقب ان کے باپ خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ اور نانا اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر تھے۔ یعنی چند پشت قبل ان کا دادھیال اور ننھیال ایک تھا[۱]

قصی، جو حضرت خدیجہ کے پردادا تھے، حضرت رسول کریم صلعم کے جداعلے تھے اس اعتبار سے حضرت خدیجہ اور رسول اللہ کا یکجدی ہونا مخفی نہین۔

نکاح پہلے حضرت خدیجہ، ورقہ بن نوفل سے منسوب تھین۔ مگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا اس کے بعد ابوہالہ نے جسکا نام ہند بن نباش تھا، آپ سے نکاح کرلیا۔ ابوہالہ کا باپ اپنی قوم مین بڑا شریف خیال کیا جاتا تھا اور مع اپنے بیٹے کے مکہ مین مقیم ہوگیا تھا[۱]

ابوہالہ کے مرنے کے بعد عتیق ابن عابد اور عتیق کے بعد صیفی ابن امیہ نے جو حضرت خدیجہ کے ابن عم تھے خدیجہ کی شوہری کا مرتبہ پایا لیکن کچھ دنون کے بعد صیفی بھی انتقال کرگئے اور اب حضرت خدیجہ بیوہ تھین۔

تجارت ان دنون قریش کے تجارتی تعلقات شام سے زیادہ تھے۔ اور خود حضرت خدیجہ کا مال کثرت سے وہین فروخت ہوتا تھا[۱]

حضرت خدیجہ لوگون کو ملازم رکھتی تھین اور انہین سے ان کا تجارتی کاروبار چلتا تھا۔ خدا نے مال ودولت کثرت سے دیا تھا، روپیہ پیسہ کی کمی نہ تھی مگر پے درپے صدمون کی وجہ سے طبیعت دنیا سے سیر ہوچکی تھی۔

جب آنحضرت صلعم ۲۵ سال کے ہوئے اسوقت آپکے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ

---

[۱] طبقات ج ۸ ص ۷ [۲] ایضاً [۳] در المنثور ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر

وصاف کا کافی شہرہ ہوچکا تھا۔عرب کے ہر گوشہ مین آپ امین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے
حضرت خدیجہ جن کی عقیدت نواز نگاہین پہلے ہی سے ایسے فرد مقدس کی جستجو مین تھین
بڑے اشتیاق سے آپ کی پذیرائی کے لیے آمادہ ہوئین اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین
پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت، شام تک لیجایا کرین تو مین اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ
کر دون اور جتنا معاوضہ اور لوگون کو دیتی ہون اوس سے دو چند آپ کو دیا کرون[1]۔

ادھر رسول اللہ صلعم کو اپنے سرپرست چچا ابو طالب کے ذریعہ سے خدیجہ کی تجارت کا
حال معلوم ہوچکا تھا اس لیے آپ نے بے تکلف منظور فرما لیا۔ اور اشیاء تجارت لیکر بصرہ کا
رخ کیا۔ اتفاق کی بات کہ آپ جتنا مال لیگئے تھے وہ سب فروخت ہوگیا اور مکہ مین واپس آکر
جب نفع کا حساب کیا گیا تو جتنا پہلے ہوا کرتا تھا اوس سے دو گنا تھا۔حضرت خدیجہ بہت خوش
ہوئین اور جتنی رقم آپ کے لیے نامزد کی تھی اوس سے المضاعف نذر کی[2]۔

آنحضرت صلعم سے نکاح اس دوران مین حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے کافی حالات معلوم
ہوچکے تھے اور آپ کی نگاہون مین رسول اللہ صلعم کی وقعت بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ انھون نے
رسم عرب کے مطابق بغیر کسی ولی کی وساطت کے آپ سے نکاح کی خواہش کرنے کا ارادہ
استوار کرلیا۔

نفیسہ (حضرت خدیجہ کی لونڈی) پیامبر بنائی گئی۔ نفیسہ نے آنحضرت صلعم کو پیام پہونچایا
اور آپ کا ایما پاکر خدیجہ کے حکم سے اونکے چچا عمرو بن اسد کو بلالائین[3]۔

حضرت خدیجہ کے باپ حرب فجار مین مارے جاچکے تھے[4]۔ اس لیے ان کے چچا
عمرو ابن اسد اس وقت آپ کے سرپرست تھے۔ آخر کار رسول اللہ کے چچا ابو طالب اور
تمام اکابر خاندان، حضرت خدیجہ کے گھر پر جمع ہوے۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا
اور ۵۰۰ درہم طلائی مہر قرار پایا اوس وقت حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی[5]۔

اسلام تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ عورتون مین سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون
حضرت خدیجہ ہین۔

جب رسول اللہ صلعم پر ابتدءً وحی نازل ہوئی تو آپ ڈر گئے اور اسکا ذکر خدیجہ سے
کیا۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ سچ بولتے ہین، صلۂ رحم کا خیال رکھتے ہین، امانت گذار ہیں

[1] طبقات ج ۸ ص ۹ [2] در المنثور ص ۱۰۰ [3] طبقات ج ۸ ص ۹ [4] ایضاً [5] ایضاً [6] اصابہ ص ۵۳۹

مہمان نواز ہین اور مصیبت کے وقت لوگون کی مدد کرتے ہین اللہ آپکو تنہا نہ چھوڑیگا" پھر آپکو اپنے ساتھ اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئین، جو اوس زمانہ کے مشہور نصرانی عالم تھے اور تورات و انجیل پر کماحقہ عبور رکھتے تھے ورقہ نے آنحضرت صلعم سے واقعہ دریافت کیا آپ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کردیا۔ ورقہ یہ سارا حال سُنکر سمجھ گیا اور بولا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اُترا تھا کاش کہ مجھ مین قوت ہوتی اور مین اوسوقت تک تمھاری مدد کرنے کے لیے رہتا جب تمھاری قوم تمکو نکالدیگی" اس کے تھوڑے دن کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا[ل]۔

ابن سعد نے یحییٰ بن فرات کے حوالہ سے ایک روایت مین اوسوقت کے اسلام کی تصویر کھینچی ہے۔ جو عفیف کندی کے بیان کیے ہوے الفاظ مین درج ذیل کیجاتی ہے۔

مین زمانہ جاہلیت مین مکہ آیا کہ اپنی بیوی کے لیے عطر اور کپڑا خرید کر لیجاؤن عباس بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہر گیا، صبح کا وقت تھا، میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی عباس بھی ساتھ تھے۔ اتنے مین ایک جوان شخص آیا، اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر رو بہ قبلہ کھڑا ہوگیا تھوڑی دیر مین ایک لڑکا آیا اور اوس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہوگیا، زیادہ وقفہ نہ ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونون کے پیچھے کھڑی ہوگئی غرضکہ یہ دونون اوس جوان کے ساتھ نماز پڑھکر چلے گئے تو مین نے عباس سے کہا عباس! مین دیکھتا ہون کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ عباس نے کہا "ہان۔ تم جانتے ہو، یہ جوان، لڑکا اور عورت کون ہین" مین نے کہا نہین۔ عباس نے کہا "یہ جوان محمد، عبداللہ بن عبدالمطلب میرے بھائی کا بیٹا تھا اور لڑکا علی (ابو طالب بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا عورت جسکو تمنے دونون کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے (محمدؐ) کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اسکا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے تمام روے زمین پر ان تینون کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہین ہے،، یہ سُنکر مجھے تمنا ہوئی کہ چوتھا مین ہوتا[۲]"

آنحضرت صلعم کو اوسوقت تبلیغ حق اور اشاعت اسلام مین جتنی مشکلات درپیش تھین اسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ ایک مدت تک اپنی غمگسار بیوی کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھا کیے[۳]۔

[ل] یہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری جلد اول مین درج ہے۔ [۲] طبقات ج ۸ ص ۱۱۳ [۳] ایضاً ص ۱۔

ایسے پُرآشوب زمانہ مین حضرت خدیجہ نہ صرف آپ کی ہمخیال اور غمگسار تھین بلکہ ہر موقع پر بڑی حد تک آپ کی مدد کرتی تھین۔ کتب سیر مین اس کی متعدد مثالین موجود ہین۔

آنحضرت صلعم کی آپسے محبت ظاہر ہے کہ ایسی ہمدرد اور دلسوز بیوی جو شوہر کی رضامندی اس کی اطاعت، اور راحت رسانی مین کوشان رہنے کے علاوہ اپنی عقلمندی سے تمام صدمات کو دور کر دیتی ہو، اور مخالفون اور مشرکون کی مخالفت غیر اہم ثابت کر دیتی ہو وہ شوہر کو کہانتک محبوب نہوگی۔

چنانچہ آپ کا یہ حال تھا کہ خدیجہ کی وفات کے بعد جب تک آپ خدیجہ کا ذکر کرکے اونکی اچھی طرح تعریف نہ کرلیتے تھے، گھر سے باہر تشریف نہ لیجاتے تھے[1]

حضرت عائشہ فرماتی ہین "جتنا رشک مجھے خدیجہ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا ایک دن رسول اللہ صلعم نے اونکا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور مین نے کہا کہ وہ بڑھیا تھین، اب اللہ نے آپکو اون سے بہتر بیوی دی ہے" یہ سنکر آپ غصہ ہوئے، فرط غضب سے موے مبارک کھڑے ہوگئے اور فرمایا "نہین، بخدا مجھے اوس سے بہتر بیوی نہین ملی وہ ایمان لائین جب سب لوگ کافر تھے، اوس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اوس نے میری مال سے مدد کی جب دوسرون نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اوس سے اولاد دی۔

حضرت عائشہ کہتی ہین کہ اسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ "آیندہ مین انکا ذکر برائی سے کبھی نہ کرونگی[2]۔ رسول اللہ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہین آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہین کی۔

اخلاق وعادات جناب خدیجہ اولاد پر بہت مہربان تھین امور خانہ داری سے کماحقہ واقف تھین گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھین۔ انہین خوبیون کا احساس فرماتے ہوئے آنحضرت صلعم نے ان کے حق مین "کانت اُمّ العیال و ربّۃ البیت" فرمایا تھا

آنحضرت صلعم کی تعظیم وتکریم آپ کا شعار تھا اور جو کچھ رسول اللہ فرماتے تھے آپ اوسکی تصدیق کرتی تھین اور یہ حالت آپ کی ہر زمانہ مین رہی، بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی[3]۔

---

[1] استیعاب ۷۴۰، ج ۲ [2] ایضاً ۷۴۱، [3] ایضاً [4] اصابہ ۵۴۰۔

فضائل ومناقب حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا چار عورتون کو دنیا کی تمام عورتون پر فضیلت ہے۔ مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد[۱]

ابن عباس کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے، لوگون نے کہا اللہ اور اوسکے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا جنتی عورتون مین سب سے زیادہ افضل چار بیویان ہین۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعریف حضرت خدیجہ کی کرتے تھے بیویون مین سے کسی کی نہ کرتے تھے[۳]

ایک بار حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کی تلاش مین نکلین یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپ کا دشمن ہو رہا تھا راستہ مین جبرئیلؑ ایک مرد کی صورت مین ملے اور ان سے نبی صلعم کے بابت پوچھا یہ ڈر گئین کہ کوئی دشمن نہو جو آنحضرت کو قتل کر دینا چاہتا ہو۔ گھر پہونچکر آپ سے ملین تو اسکا ذکر کیا، آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے، مجھسے کہہ گئے ہین کہ تمکو اون کا سلام پہونچا دون اور جنت مین ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دون جو موتیون سے بنا ہوگا اور جسمین شور و شغب، محنت و تکلیف کا گذر نہو گا[۴]

حضرت جبرئیل کے سلام پہونچانے کی ایک اور روایت بھی ہے جس سے حضرت خدیجہ کی فراست دینی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے اس طرح مروی ہی کہ نبی صلعم کے پاس جبریل آئے اور کہا کہ اللہ خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے آپ نے خدیجہ سے کہا تو انھون نے جواب مین کہا کہ ان اللہ ہو السلام، و علی جبریل السلام و علیک یا رسول اللہ السلام۔ شرح صحیح بخاری مین علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے ذیل مین لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت خدیجہ کے کمال فراست پر دال ہے یعنی انھون نے جواب مین و علیہ السلام نہین کہا صحابہ پہلے تشہد مین السلام علی اللہ کہا کرتے، آنحضرت صلعم نے اون کو منع فرمایا کہ اللہ تعالے کا نام ہی سلام ہے اس کے بدلے التحیات للہ کہو۔ حضرت خدیجہ نے اپنی فہم و فراست سی یہ سمجھ لیا کہ اللہ پر رد سلام نہ بھیجنا چاہیے کیونکہ اس سے دعائے سلامتی دنیا معلوم ہوتی ہے

[۱] استیعاب ص ۷۴۰ [۲] ایضاً [۳] اصابہ ۱۵۱ [۴] ایضاً

جو ذات باری تعالی کے شایان شان نہین بلکہ اوسکے لیئے نا زیبا ہے اس لیے آپ نے ان اللہ ہو السلام کہا - گویا اس طرح خالق و مخلوق کے امتیازی مراتب بتا دیے - اسی کے ساتھ آپ نے جبریل اور رسول اللہ صلعم پر بھی سلامتی بھیجی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہونچانے والے دونون کے لیے سلامتی کی دعا مانگنا چاہیے (ماخوذ از درۃ البیضا مصنفہ شاہ علی انور ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

ابن اسحق کہتے ہین حضرت خدیجہ اسلام کی سچی مشیر تھین[۱]-

علامہ ابن عبد البر کے حوالہ سے صاحب اصابہ لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے اور فرمایا بیٹی کیا حال ہے، کہا مین بیمار ہون اور یہ مصیبت مزید بران ہے کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے فرمایا "بیٹی کیا یہ تمھین پسند نہین ہے کہ تم دنیا کی عورتون کی سردار ہو حضرت فاطمہ بولین ابا جان! پھر مریم بنت عمران کیا ہین فرمایا تم اپنے زمانہ کے عورتون کی سردار ہو - مریم امت ماضیہ کی عورتون سے بہتر تھین - اور خدیجہ امت موجودہ کی تمام عورتون سے افضل و بہتر ہین -

اولاد پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت خدیجہ کے یکے بعد دیگرے تین شوہر ہوے اور آنحضرت صلعم سے آپ کا چوتھا نکاح تھا - حضرت خدیجہ کے ہر ایک کے صلب سے اولاد ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے -

۱ - ابو ہالہ سے	۱	لڑکا	(ہند)
۲ عتیق سے	۱	لڑکی	(ہند)
۳ صیفی سے	۱	لڑکا	(محمد)

چونکہ آپ کی دو اولاد دن کا نام ہند تھا اسلیے آپ کی کنیت بھی ام ہند تھی[۲]-

جناب رسالت مآب صلعم کے صُلب مبارک سے حضرت خدیجہ کے دو لڑکے ہوے قاسم و عبد اللہ (جنکا لقب طاہر و طیب تھا اور انکی ولادت زمانۂ اسلام مین ہوئی تھی) اور چار لڑکیان زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن[۳]

آنحضرت صلعم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے ہوئی اور نزول وحی سے قبل[۴] سوائے ابراہیم کے کہ وہ ماریہ کے بطن سے تھے -

[۱] اصابہ ۱۴۵ [۲] ایضاً [۳] طبقات ج ۸ ص ۲۰۱ [۴] ایضاً ص ۹ [۵] اسد الغابہ ص ۴۳۵ [۶] ایضاً ۴۳۹

گو اسمین اختلاف ہے کہ اولاد ذکور مین حضرت خدیجہ کے بطن سے آنحضرت کے دو صاحبزادے تھے یا ایک مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ دو تھے اور دونون کی وفات بعثت سے قبل ہو چکی تھی قاسم پیرون چلنے لگے تھے اور عبداللہ بہت کمسن تھے جب انتقال ہوا ہے[۱]۔

علی بن عبدالعزیز جرجانی کا قول ہے کہ آنحضرت صلعم کی اولاد مین سب سے بڑے قاسم تھے، پھر زینب اور کلبی کہتے ہین بڑی اولاد زینب تھین پھر قاسم پھر ام کلثوم پھر فاطمہ پھر رقیہ اور پھر عبداللہ اور یہی زیادہ صحیح ہے[۲]۔

وفات حضرت خدیجہ نکاح کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت مین ۲۴ سال رہین[۳]۔ نبوت کے اٹھوین سال ہجرت سے تین برس پہلے رمضان کے مہینہ مین وفات پائی اوسوقت تک نماز فرض نہوئی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر ۶۵ سال کی تھی[۴]۔

حضرت خدیجہ کی وفات تک نماز جنازہ بھی نہین پڑھی جاتی تھی یونہی رسول اللہ صلعم نے قبر مین اتارا حجون آپ کا مدفن ہے[۵]۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات ایک ہی سال مین ہوئی بعض تو یہی کہتے ہین کہ ابوطالب کے تین روز بعد حضرت خدیجہ نے انتقال فرمایا ان متواتر سانحون سے آنحضرت صلعم بہت ملول رہنے لگے کیونکہ خدیجہ آپ کی اور اسلام کی سچی غمخوار تھین اور ابوطالب آپ کے شفیق وسرپرست چچا تھے[۶] آپ کے اس ملال مین اسوقت تک کمی نہوئی جب تک حضرت عائشہ سے نکاح نہ ہوگیا۔

[۱] اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۵ [۲] ایضاً [۳] اسد الغابہ ج۵ ص۱۲۱ [۴] طبقات ج۸ ص۱۱ [۵] ایضاً [۶] اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۹

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

نام ونسب   ان کا نام سودہ ہے باپ کا نام زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود عامری تھا اور ماں کا شموس بنت قیس بن زید بن عمرو عامریہ۔

نکاح   انکا نکاح ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا جب سکران بن عمرو سرزمین حبش سے مکہ آگئے[1] تو سودہ بھی ان کے ساتھ تھین۔ سکران بن عمرو اور حضرت سودہ دونون کے اسلام اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے۔ سکران نے مکہ مین وفات پائی[2] جب عدت کے دن پورے ہوگئے، تو رسول اللہ صلعم نے اپنے نکاح کا پیغام دیا اور سودہ کی طرف سے حاطب بن عمر بن عبد شمس کی ولایت مین نکاح ہوگیا۔ حضرت سودہ پہلی خاتون ہین جو حضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین۔

اسکی تفصیل یون لکھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ[3] آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین۔ ان دنون آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے بہت مغموم رہتے تھے، تنہائی کا رنج بہت ستاتا تھا۔ خولہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، مین خدیجہ کی وفات سے آپکو بہت ملول دیکھتی ہون آپ نے فرمایا ہان، ہے تو کچھ ایسا ہی خولہ نے کہا پھر مین آپ کا نکاح کیون نہ کرادون[4] آنحضرت صلعم نے اسے منظور فرمایا۔ تو خولہ نے سودہ کو خوشخبری سُنائی۔ سودہ نے قبول کیا مگر کہا میرے والد سے بھی دریافت کرلو، غرضکہ سب مراحل طے ہوجانیکے بعد سنہ ۱۰ نبوی مین ان کے باپ زمعہ نے آنحضرت صلعم سے ۴۰۰ درہم مہر پر نکاح پڑھادیا[5]۔

زمعہ بہت بوڑھے تھے اس لیے ممکن ہے کہ حاطب بن عمرو بن عبد شمس ولی بنادیے گئے ہون جیسا کہ پہلے لکھا گیا۔

---

[1] طبقات جلد ۸ صفحہ ۳۶ [2] روایت محمد بن عمر [3] ایضاً صفحہ ۳۹ [4] ایضاً [5] زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۶۔

اس نکاح کے بعد سودہ کے بھائی عبد اللہ بن زمعہ جو اسوقت کافر تھے آئے اور ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت متاسف ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام لانے کے بعد جب اپنی اس حرکت پر خیال کرتے تھے تو انکو بہت افسوس ہوتا تھا[1]

عام حالات ہشام بن محمد کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین سودہ اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھین انھون نے خواب مین دیکھا کہ رسول اللہ صلعم آئے اور آپ نے اپنے پانون، سودہ کی گردن پر رکھدیئے سودہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا انھون نے کہا بخدا اگر تونے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو مین مرجاؤنگا اور رسول اللہ صلعم تجھ سے نکاح کرینگے۔ دوبارہ پھر ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ مین تکیہ کے سہارے لیٹی ہون اور چاند آسمان کا پھٹ کر مجھپر گر پڑا ہے، اس کا ذکر بھی سکران سے کیا۔ سکران نے کہا، مین عنقریب مرجاؤن گا اور تم میرے بعد نکاح کر وگی۔ اسی دن سکران بیمار ہوے اور چند روز مین انتقال کر گئے۔[2]

حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کے نکاح کی مدت مین زیادہ فرق نہین ہے تھوڑے دنون کا آگا پیچھا ہے۔ بہرحال حضرت عائشہ کے نکاح سے قبل سودہ سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہوچکا تھا اور دونون بیویون کے تعلقات مین کسی قسم کی کشیدگی نہ تھی۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آپسمین موانست اور رشتہ اتحاد قائم تھا۔ اکثر امور خانگی مین وہ حضرت عائشہ کو مشورہ دیتی تھین[3]

حضرت سودہ کا قد نکلتا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ وہ اپنی قد کی درازی کے وجہ سے فوراً پہچان لی جاتی تھین[4]۔ ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لیے جنگل کیطرف نکل گئین، حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا، اس سے قبل جناب عمر ازواج مطہرات کے باہر نکلنے پر اظہار ناپسندیدگی اور پردہ کی تحریک کرچکے تھے، اس لیے ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ سودہ ہم نے تمکو دیکھ لیا۔ سودہ کو بہت برا معلوم ہوا اور اسکی شکایت آنحضرت صلعم سے کی[5]

یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے امام بخاری اسی کے بعد آیۃ حجاب کا نزول بتاتے ہین۔

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [2] ایضاً [3] طبقات ج ۸ ص ۳۹ [4] صحیح بخاری باب الہدایا و باب التحریم [5] صحیح بخاری

حجۃ الوداع مین، آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ اب اس حج کے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اور بیویان حج کرتی تھین مگر سودہ بنت زمعہ اور زینب بنت جحش نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلین [1]۔

حضرت سودہ کہا کرتی تھین مین نے حج کیا، عمرہ ادا کیا، اب اپنے گھر مین بیٹھی ہون جیسا مجھے خدا نے حکم دیا ہے [2]

سنہ ۱۰ھ کے حج مین حضرت سودہ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین چونکہ بدن کی فربہ تھین اور تیز چلنے سے معذور۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے لوگون کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ اونکو ہجوم سے تکلیف نہ پہونچے [3]

اخلاق وعادات حضرت سودہ کے ایثار اور اونکی اطاعت شعاری کا حال مذکورہ بالا روایتون سے بھی ہو گیا ہو گا ذیل مین وہ روایات درج کی جاتی ہین جن سے اون کے بقیہ اوصاف واخلاق کی حالت معلوم ہو گی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سودہ کے پاس تھیلی مین کچھ درہم بھیجے سودہ نے کہا یہ کیا ہے لوگون نے کہا "درہم" بولین "تھیلی مین کھجور دن کی طرح؟ یہ کہہ کر اسیوقت سب تقسیم کر ڈالے [4]۔

حضرت عائشہ فرماتی ہین مین نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ کے۔ نہ علاوہ سودہ کے کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اسکے قالب مین ہوتی [5]۔

حضرت سودہ مزاج کی تیز تھین اور بعض اوقات ذراسی بات مین ناراض ہو جاتی تھین [6]۔ مگر ساتھ ہی ظرافت کا پاکیزہ مذاق بھی قدرت سے ودیعت ہوا تھا اور اکثر آنحضرت صلعم کو اپنی رفتار سے ہنسا دیتی تھین [7]

ایک بار حضرت سودہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کل رات کو مین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ اتنی دیر تک رکوع مین رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہین میری نکسیر نہ پھوٹ جائے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [2] ایضاً ص ۳۸ [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ [4] طبقات ج ۸ ص ۳۸

[5] ایضاً ص ۳۷ و صحیح بخاری [6] طبقات ابن سعد ج ۸ [7] ایضاً

اور خون بہنے لگے اسلیے مین اپنی ناک پکڑے رہی ۔ آپ نے یہ سنکر تبسم فرمایا[1]۔

وفات حضرت عمرؓ کا عہد خلافت قریب الختم تھا جب حضرت سودہ کی وفات ہوئی ہے[2] یہ قول علامہ ابن عبدالبر کا ہے اور اسی پر امام بخاری و دیگر ثقات محدثین کا اتفاق ہے۔

عفان بن مسلم کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک دن سب ازواج مطہرات جمع ہوئین اور آنحضرت صلعم سے کہا "یارسول اللہ ہم مین کون سب سے پہلے آپ سے ملیگا" فرمایا جو تم مین سب سے زیادہ بڑے ہاتھ والا ہوگا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سب بیویان ایک دوسرے کے ہاتھ ناپا کرتی تھین سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا[3]۔ جب سب سے پہلے زینب بنت جحش کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ تھا جو حضرت زینب کو بہت محبوب تھا محمد بن عمرو بھی اس حدیث کو سودہ کے حق مین غلط بتاتے ہین اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ حدیث زینب بنت جحش سے متعلق ہے جن کی وفات آنحضرت صلعم کی ازواج مین سب سے پہلے حضرت عمر کے زمانہ خلافت مین ہوئی سودہ بنت زمعہ اسوقت زندہ تھین[4]۔

اولاد ان کی اولاد کے حال سے اکثر کتب سیر خالی ہین۔ زرقانی (جلد سوم صفحہ ۲۶۰) مین لکھا ہے کہ ان کے صرف پہلے شوہر سے ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا۔ اور جو جنگ جلولار (فارس) مین رتبہ شہادت سے فائز ہوا۔

[1] استیعاب ص ۷۵۰، [2] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [3] ایضاً، [4] ایضاً

ام المومنین عائشہ صدیقہ رض

نام نسب، کنیت، لقب عائشہ نام، ام عبد اللہ کنیت، صدیقہ لقب، باپ کا نام ابوبکر بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم تھا اور ان کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ یعنی حضرت عائشہ باپ کی طرف سے تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔

حضرت عائشہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے کنیت بھی نہ تھی۔ چونکہ عرب میں کنیت، شرافت کا نشان سمجھی جاتی ہے اسلیے آپکو اسکا زیادہ خیال تھا۔ ایک بار آپ نے آنحضرت صلعم سے کہا "یا نبی اللہ اور عورتیں کنیت سے مشہور ہیں میری بھی کنیت تجویز فرما دیجئے" آنحضرت صلعم نے فرمایا تم اپنی کنیت عبد اللہ کے نام سے رکھو عبد اللہ حضرت عائشہ کی بہن کے بیٹے تھے[1]

ولادت تاریخ کی کتابوں میں بالعموم حضرت عائشہ کا سال ولادت نظر انداز کر دیا گیا ہے لیکن چونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں[2] جبکہ اونکی عمر ۶ سال تھی اور اسپر ارباب تحقیق کا اتفاق ہے اس لیے اون کا سال ولادت ۹ سنہ قبل ہجرت قرار پاتا ہے۔

طفولیت حضرت عائشہ کا عالم طفولیت بھی عام بچوں سے ممتاز تھا اور ان کے بچپن میں بھی وہ خصوصیات پائی جاتی تھیں جن سے انکی ذکاوت و ہوشمندی کا پتہ لگا لینا چنداں دشوار نہ تھا۔

عہد طفولیت کی باتیں عموماً دل سے فراموش ہو جاتی ہیں مگر حضرت عائشہ کو اپنے لڑکپن کی ایک ایک بات یاد تھی۔ جب رسول اللہ نے ہجرت فرمائی تو ان کی عمر کا آٹھواں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۳ [2] اصابہ ص ۶۹۱

نواںؑ سال تھا لیکن ہجرت کے واقعات کا تسلسل جتنا حضرت عائشہ کے حافظہ کا ممنون ہے کسی دوسرے صحابی کا نہین۔

بخاری نے تفسیر سورہ قمر مین لکھا ہے کہ جب آیۃ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ مکہ مین نازل ہوئی تو اسوقت حضرت عائشہ کھیل رہی تھین۔ دیکھیے یہ واقعہ بھی امام بخاری نے حضرت عائشہ ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔

ایکمرتبہ حضرت عائشہ گڑیان کھیل رہی تھین کہ رسول اللہ صلعم ہیوپہنچگئے گڑیون مین ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائین بائین دو پر لگے ہوے تھے آپ نے استفسار فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ گھوڑون کے تو پر نہین ہوتے انھون نے برجستہ کہا کیون؟ حضرت سلیمان کے گھوڑدنکے تو پر تھے۔ آپ اس بیساختہ پن پر مسکرا دیے

حضرت عائشہ کا اپنی ہجولیون سے کھیلنا بکثرت روایتون مین مختلف طریقون سے آیا ہے اور بہت مشہور ہے اسلیے ہم اس موضوع پر زیادہ تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہین بہرحال اسکا یقین دلانے کے لیے کہ ممتاز ہستیون کا عالم طفولیت بھی ممتاز ہوتا ہے حضرت عائشہ کا مذکورہ بالا واقعہ بہت کافی ہے۔

نکاح حضرت سودہ کے حالات مین لکھا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلعم کو مغموم دیکھکر حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ نے آپ سے نکاح کی فرمائش کی تھی مگر یہ ذکر عمداً ترک کردیا گیا تھا کہ خولہ سے آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا تھا کس سے کرون تو خولہ نے عرض کیا "کنواری اور بیوہ دونون طرح کی عورتین موجود ہین! سودہ بنت زمعہ بیوہ ہین اور عائشہ بنت ابی بکر کنواری۔ جس کی نسبت فرمائیے سلسلہ جنبانی کیجائے"

غرض خولہ آنحضرت صلعم کا ایما پاکر حضرت ابو بکر کے یہان آئین اور راون کو ذکر کیا۔ اس زمانہ مین منھ بولے بھائی کی حیثیت سگے بھائی سے کم نہ تھی اور یہ رسم زمانہ جاہلیت سے چلی آتی تھی حضرت ابو بکرؓ نے تعجب سے کہا کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ خولہ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا آپ نے فرمایا ابو بکر میرے دینی بھائی ہین اور ایسے بھائیون کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔

ل ابوداؤد کتاب الادب ۵ صحیح بخاری باب تزویج الصغار من الکبار ص ۷۶۰۔

حضرت عائشہ اس سے قبل جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھین اس لیے حضرت ابو بکر نے جبیر سے پوچھا مگر ابھی جبیر کا خاندان اسلام سے نا آشنا تھا اسلیے جبیر کی ماں نے یہ کہہ کر کہ اس لڑکی کے آنے سے ہمارا لڑکا لا مذہب ہو جائیگا صاف انکار کر دیا[1]

جب تمام امور طے ہو گئے تو چھ سال کی عمر مین حضرت عائشہ نبوت کے دسوین برس ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے حبالۂ نکاح مین آگئین[2]

یہ نکاح شوال کے مہینہ مین ۵۰۰ درہم مہر پر ہوا تھا[3] جو عموماً ازواج مطہرات کا مقررہ مہر تھا[4]

حضرت عائشہ کا نکاح جس سادگی سے ہوا اسکا اندازہ خود انکی روایت سے ہو سکتا ہے، آپ فرماتی ہین کہ "جب رسول اللہ صلعم نے مجھسے عقد فرمایا تو مین لڑکیون کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جب تک میری والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہ کر دیا اسوقت تک مجھے نکاح کا حال بھی نہ معلوم ہوا[5]

اس نکاح کی بشارت آنحضرت صلعم کو پہلے ہو چکی تھی آپ نے خواب مین دیکھا تھا کہ ایک شخص کوئی چیز ریشم مین لپیٹ کر دکھا رہا ہے اور کہتا ہے یہ تیری ہے، آپ نے کھولا تو حضرت عائشہ تھین[6]

ہجرت و رخصت | جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچگئے تو آپ نے اہل و عیال کو لانے کے لیے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابو رافع کو بھیجا اور ان دونون کو دو اونٹ اور پانچسو درہم جو آپنے حضرت ابو بکر سے فراہمی ضروریات کے لیے حاصل کیے تھے دے دیے۔ حضرت ابو بکر نے بھی ان کے ساتھ عبد اللہ بن اریقط کو دو یا تین اونٹ دیکر روانہ کر دیا اور اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہلا بھیجا کہ حضرت عائشہ اور انکی بہن اسمار کو اپنی ماں ام رومان کے ساتھ لے آئین۔

جب یہ سب لوگ مکہ سے چلنے لگے تو طلحہ بن عبد اللہ بھی بارادۂ ہجرت ساتھ ہو لیے ابو رافع اور زید بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ بنت زمعہ ام ایمن اور اسامہ بن زید تھے اور عبد اللہ بن ابی بکر کے ہمراہ ام رومان اور عبد اللہ کی

---

[1] مسند احمد جزء ۶ ص ۲۱۱ [2] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [3] ایضاً ۴۳ [4] صحیح مسلم کتاب النکاح۔
[5] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [6] ایضاً ص ۴۴۔

دونون بہنین (عائشہ، اسماء) تھین - جسوقت یہ سارا قافلہ میدان منیٰ مین پہونچا تو جس اونٹ پر حضرت عائشہ اور اونکی والدہ ام رومان بیٹھی تھین بھاگ نکلا - ام رومان بہت بیقرار ہوئین اور واویلا کرنے لگین، بارے اونٹ پکڑا گیا اور اللہ نے سبکو سلامت رکھا - پھر یہ قافلہ مدینہ پہونچا اوسوقت آنحضرت صلعم مسجد نبوی اور اوس کے آس پاس کے مکانات تعمیر کرا رہے تھے ایک مکان مین حضرت سودہ اور آپ کی اولاد ٹھہرا دی گئین[۱]

اور حضرت عائشہ بنو حارث کے محلہ مین اپنے عزیزون کے ساتھ حضرت ابو بکر کے گھر مین اترین - چونکہ مدینہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اسلیے ابتدأً اکثر مہاجرین بیمار ہوگئے - حضرت ابو بکرؓ بھی اس بلا سے نہ بچ سکے، بڑی شدت سے بخار کا حملہ ہوا، حضرت عائشہ تیماردار تھین، پھر حضرت ابو بکر کے صحتیاب ہونے کے بعد خود بیمار ہوگئین اور شدت علالت سے سر کے تمام بال گر گئے[۲]

غرض ان مصیبتون سے نجات ہوئی تو حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اب آپ عائشہ کو رخصت کیون نہین کرا لیتے، آپ نے فرمایا "مہر نہونے سے مجبور ہون" حضرت ابو بکر نے اپنے پاس سے مہر کے پانچسو درہم بطور قرض آپ کی خدمت مین پیش کیے وہی آپ نے حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیے[۳]

یہ تھا حضرت عائشہ کی رخصتی کا ماجرا جو شوال سلمہ ھ مین ان کی نو سالہ عمر مین پیش آیا -

یہ بھی ایک اتفاق کی نادر مثال ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح بھی شوال ہی مین ہوا اور رخصت بھی - اسی لیے آپ اس مہینہ مین شادی کی تقریب زیادہ پسند کرتی تھین - اکثر فرماتی تھین "میرا نکاح اور رخصت دونون شوال مین ہوئین باانہمہ شوہر کے نزدیک مجھسے زیادہ خوش قسمت کوئی نہین"[۴]

بات یہ تھی کہ کسی زمانہ مین شوال ہی کے مہینہ مین طاعون کا دورہ ہوا تھا[۵] اسلیے لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے - آنحضرت صلعم کا اس مہینہ مین نکاح کرنا اور رخصت کرانا گویا عرب کی اوہام پرستی کا سدباب تھا -

عام حالات حضرت عائشہ کے اسلام کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے حضرت ابو بکر صدیق

---

[۱] صحیح بخاری باب الہجرۃ [۲] طبقات ج ۸ ص ۴۳ [۳] ایضاً [۴] مسلم [۵] ایضاً -

دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنا اظہر من الشمس ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب حضرت عائشہ کی آنکھین کھلی ہونگی تو گھر مین کفر و شرک کا پتہ بھی نہین ہوگا، چنانچہ وہ خود بھی فرماتی ہین کہ جب سے مین نے اپنے والدین کو پہچانا اونکو مسلمان پایا[۱]

اب رہی تعلیم و تربیت تو وہ سب آنحضرت صلعم کی زوجیت مین آنے کے بعد تکمیل کو پہونچی، اور اس لحاظ سے جسقدر ذی وقعت ہے ظاہر ہے۔

حضرت عائشہ کی زندگی مین جو واقعات زیادہ اہم ہین انکے چار عنوان ہو سکتے ہین۔ افک، ایلا، تحریم، تخیر، یہ واقعات بہت مشہور ہین اس لیے مختصراً قلمبند کیے جاتے ہین۔

افک یعنی حضرت عائشہ پر تہمت کا واقعہ غزوۂ مریسیع کے سفر مین پیش آیا حضرت عائشہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین چلتے وقت اپنی بہن حضرت اسما رسے ایک ہار عاریتہً لے لیا تھا وہی پہنے ہوئے تھین۔ اسوقت اونکی عمر چودہ سال کی تھی۔ اثناے راہ مین ایک جگہ رات کو قافلہ نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ قضاے حاجت کے لیے پڑاؤ سے دور نکل گئین فارغ ہوکر واپس آئین تو گلے پر ہاتھ پڑگیا۔ دیکھا تو ہار نہ پایا۔ ایک تو کمسنی مین یونہی زیور کا بہت شوق ہوتا ہے دوسرے مانگے کی چیز تھی، اسلیے بہت گھبرائین، ناتجربہ کاری سے خیال کیا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے وہ ہار ڈھونڈ ھکر پہونچ جائین گے، ادھر قافلہ تیار تھا، یہ بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوے ہار کی تلاش مین مصروف ہوگئین، تھوڑی دیر کی جستجو مین ہار ملگیا اب جو آئین تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ مجبوراً چادر اوڑھ کر وہین پڑرہین۔ صفوان بن معطل ایک صحابی تھے اور انتظامی ضروریات کے لیے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ صبح کو وہ پڑاؤ پر آئے تو حضرت عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ نزول حجاب سے پہلے وہ ان کو دیکھ چکے تھے۔ پاس آکر افسوس کیا اور اونٹ پر بٹھا کر منزل کا رخ کیا۔ دوپہر کے وقت قافلہ سے ملگئے۔

اس طرف منافقین دن رات اسی کوشش مین رہتے تھے کہ جس طرح ہوسکے آنحضرت صلعم اور آپکے اصحاب و بواحق کو بدنام کرین اور انکی یہ کوششین بڑی شد و مد سے جاری تھین عبد اللہ بن اُبی اس گروہ کا سردار تھا، اوسنے مشہور کردیا کہ معاذ اللہ اب وہ پاکدامن نہین رہین۔ منافقون کی اس شرارت کا اثر بعض معدودے چند مسلمانون پر بھی ہوا اور وہ

[۱] بخاری ج ۱ ص ۵۵۲۔

بھی غلط فہمی سے ایک حد تک اس سازش مین شریک پائے گئے۔ مگر واقعہ حباب بنیاد
جسکی ذرا بھی اصل نہ تھی، تحقیق و اطمینان کامل کے بعد حضرت عائشہ کی بیگناہی اور منافقین
کی فتنہ پردازی ثابت ہوگئی تاہم ان باتون کا اثر حضرت عائشہ پر بہت ناگوار پڑا اور وہ
مارے صدمہ کے بیمار ہوگئین۔ جب تمام ذرائع اطمینان مکمل ہوگئے حتیٰ کہ خود آنحضرت صلعم
کے اس ارشاد کے مطابق کہ اگر عائشہ پاک ہے تو خدا خود اسکی طہارت کی گواہی دیگا،
آیۃ برارت نازل ہوئی اس آیۃ مین تفصیل سے حضرت عائشہ کی بیگناہی کا صاف لفظون
مین اظہار کیا گیا۔ مثلاً

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ	یعنی جب تم نے یہ سُنا تو مومن مردون اور مومن
وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا	عورتون کی نسبت نیک گمان کیون نہین کیا
هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۔	اور کیون نہ کہا کہ یہ صریح تہمت ہے۔

سورۂ نور کی دس بارہ آیتون مین یہ بیان ختم ہوا ہے جسکو تفصیل مطلوب ہو قرآن شریف
مین دیکھ لے۔

اب حضرت عائشہ کا دل ٹھکانے ہوا، مان نے کہا بیٹی اٹھو اور شوہر کے قدم لو
حضرت عائشہ نے بغرور نسوانی جواب دیا مین صرف اپنے خدا کی شکرگذار ہون اور
کسی کی ممنون نہین [۱]۔"

تحریم کا واقعہ چونکہ حضرت حفصہؓ سے زیادہ نسبت رکھتا ہے اس لیے اُسکا ذکر
ان کے حالات مین کیا جائیگا۔ ایلا کی صورت یہ تھی کہ غلہ اور کھجور کی جو مقدار ازواج
مطہرات کے لیئے مقرر تھی وہ یون بھی کم تھی اور فیاضیون اور مہمان نوازیون کی بدولت
اور بھی کفایت نہ کرتی تھی، اس لیے سب بیویون نے یہ دیکھ کر کہ فتوحات سالانہ محاصل
اور اموال غنیمت کا کافی ذخیرہ موجود ہے آنحضرت صلعم سے اس ناکافی مقدار مین اضافہ
کی خواہش کی، چونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ آنحضرت (روحی فداہ) کی زاہدانہ زندگی
کے معنوی محرم تھے اس لیے دونون نے اپنی صاحبزادیون کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز
رکھا دیگر ازواج اپنی بات پر قائم رہین۔ اتفاقاً اسی زمانہ مین آپ گھوڑے سے گر پڑے
پہلوے مبارک مین۔ ایک درخت کی جڑ سے خراش آگئی حضرت عائشہ کے حجرہ سے متصل

[۱] یہ تمام واقعہ صحیح بخاری صحیح مسلم و مسند و ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔

ایک بالاخانہ تھا آنحضرت صلعم نے یہین قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے، منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپ نے بیویون کو طلاق دیدی حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو مسجد نبوی مین آئے تمام صحابہ کو رنجیدہ اور سر بگریبان پایا۔ آنحضرت صلعم کی خدمت مین باریابی کی اجازت چاہی، تیسری مرتبہ اجازت ہوئی دیکھا تو آپ ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہین، جسم مبارک مین بان کے نشان بن گئے ہین ادھر ادھر چند مٹی کے برتن پڑے ہوئے ہین، یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے بیویون کو طلاق دیدی، فرمایا نہین۔ حضرت عمر نے یہ خوشخبری عام مسلمانونکو سنائی یہ مہینہ اونتیس[۲۹] دن کا تھا حضرت عائشہ کہتی ہین "مین ایک ایک روز گنتی تھی ۲۹ دن ہوے تو آپ بالاخانہ سے اتر آئے"، سب سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا ابھی تو اونتیس ہی دن ہوئے ہین" فرمایا "مہینہ کبھی ۲۹ کا بھی ہوتا ہے"[۱]

اس واقعہ کے بعد ایک دن آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا عائشہ! مین تمسے ایک بات کہتا ہون لیکن تمکو جواب مین بغیر والدین سے مشورہ کیے ہوے جلدی نہ کرنا چاہیے حضرت عائشہ نے عرض کیا یا نبی اللہ وہ کیا بات ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (سورہ احزاب)

اے نبی! اپنی بیویون سے کہدے کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اوسکی آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تمکو اچھی طرح رخصت کر دون، اگر خدا اور اوسکا رسول اور گھر آخرت کا پسند ہے تو تم مین سے نیک عورتون کے لیے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ "مین والدین سے کس بات مین مشورہ کرون مین تو اللہ اور اوسکے رسول اور دار الآخرۃ کو اختیار کرتی ہون۔ یہ جواب آنحضرت صلعم نے پسند فرمایا اور آپ کے روے مبارک پر مسرت کے آثار ظاہر ہوے۔ پھر فرمایا مین یہی

[۱] ابوداؤد، وصحیح مسلم باب الایلا،

بات تمھاری ساتھ والیون سے کہونگا حضرت عائشہ نے کہا میرے جواب سے انکو نہ خبر فرمائیے گا آپ نے منظور فرمایا[1] اور دیگر ازواج سے بھی یہی گفتگو فرمائی انہون نے بھی یہی جوابدیا[2]

مذکورہ بالا آیۃ کو آیۃ تخییر اسلیے کہتے ہین۔ کہ بیویون کی خاطر سے دنیوی آسائش طلبی پیغمبر کی شان سے بعید تھی، اس لیے اس آیۃ سے سبکو اختیار دیا گیا کہ جو خدا و رسول کو پسند کرے وہ رہے ورنہ رخصت ہو۔

آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی حتیٰ کہ فضل و کمال و دیگر اوصاف کے اعتبار سے آپ کو حضرت عائشہ تمام ازواج سے زیادہ محبوب تھین۔ اسکا اندازہ آپکے ارشاد سے ہوسکتا ہے کہ الٰہی جو چیز میرے امکان مین ہے (یعنی مساوات بین الازواج) مین اسمین عدل سے باز نہین آتا لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر و محبت) اوسکو معاف کرنا[3] حضرت عمرو بن عاصؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا یا حضرت آپکو دنیا مین سب سے زیادہ کون عزیز ہے،، فرمایا "عائشہ" کہا مین مردون مین پوچھتا ہون[4] فرمایا "عائشہ کا باپ"۔

اسکے علاوہ بھی اور واقعات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت عائشہ پر بہت مہربان تھے اور خصوصیت کے ساتھ انکی قدر کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے بہ نسبت اور ازواج کے حضرت کو اپنے زمانۂ خلافت مین دو ہزار درہم زیادہ دیے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی نہایت محبوب بیوی تھین[5]۔

یہی حال حضرت عائشہ کی محبت کا تھا آنحضرت صلعم کے ساتھ چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ رات کو بیدار ہوجاتین اور آپ کو پاس نہ دیکھتین تو مضطرب ہوتین ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی اور بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لیگئے ہون ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا آپ تسبیح و تہلیل مین مصروف ہین اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئین اور بے اختیار زبان سے نکل گیا میرے ماں باپ قربان؛ مین کس خیال مین ہون اور آپ کس حال مین ہین۔

محبت شوہر رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا حضرت عائشہ نے اون کو

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص [2] صحیح مسلم باب لایلاء [3] ابو داؤد باب القسم بین الازواج [4] طبقات ج ۸ ص [5] ایضاً ص [6] نسائی باب الغیرۃ و باب الدعاء فی السجود۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۔ سورۃ التحریم

اے نبی تم بیویوں کی خوشنودی کے لیے جو چیز خدا نے حلال کی ہے اوسکو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو

ابن سعد نے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ اور کتابون مین کہین اس واقعہ کی نسبت حضرت حفصہ کے ساتھ دیکھی نہین گئی۔ پھر بخاری کی روایت کو صحیح ماننے مین کوئی تامل کی گنجائش بھی نہین جبکہ روایتًا و درایتًا کسی قسم کا ضعف پایا نہین جاتا۔

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد آنحضرت صلعم نے کوئی بات راز کی حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید فرمادی کہ کسی سے نہ کہین۔ مگر وہ حضرت عائشہ سے چھپا نہ سکین۔ اسپر یہ آیت اتری۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (سورہ تحریم)

اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویون سے راز کی بات کہی اور انھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اون سے کہا تو انھون نے کہا کسنے آپکو خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خدائے علیم وخبیر نے خبر دی۔[1]

چونکہ یہ صورت رسول اللہ کے برہمی کی تھی اس لیے حضرت حفصہ وحضرت عائشہ نے متفق ہوکر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو دونون کی شان مین اس آیت کا نزول ہوا[2]

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (تحریم)

اگر تم دونون خدا کی طرف رجوع کرو تو تمہارے دل مائل ہوچکے ہین اور اگر رسول اللہ صلعم کے مین مظاہرہ کرو تو خدا، جبریل اور دنیا تمام سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہین،

اس آیۃ مین منافقین کی طرف اشارہ ہے اور اونکو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حفصہ اور عائشہ دونون مظاہرہ کرین اور منافقین سازش کرکے اس سے فائدہ اٹھانا چاہین تو بھی خدا پیغمبر کی مدد کریگا۔ اور خدا کے ساتھ جبریل، ملائکہ اور تمام دنیا ہے

فضائل وکمالات حضرت حفصہ بہت سمجھدار تھین انکو تعلیم وتفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمر حمزہ بن عبداللہ حارثہ بن وہب، عبدالرحمان بن حارث، وغیرہ مردون مین اور صفیہ بنت ابی عبیدہ، ام مبشر انصاریہ عورتون مین ان کے دائرہ تلامذہ مین داخل ہین حضرت

[1] و [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹

حفصہؓ سے ۶۰ حدیثیں منقول ہیں جو انھوں نے خود آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے سُنی تھیں[۱]

مسند ابن حنبل میں حضرت حفصہ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین میں ان کو کیا شغف تھا" ایک بار آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہونگے، حضرت حفصہ نے اعتراض کیا کہ اللہ تو فرماتا ہے

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ — تم میں سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا

آپ نے فرمایا، ہاں مگر یہ بھی تو ہے،

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ — پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دینگے اور ظالموں کو اسمیں زانوؤں کے بل گرا ہوا چھوڑ دینگے[۲]

اخلاق و عادات حضرت حفصہ بڑی عبادت گذار اور مذہب کی پابند تھیں۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھیں، آخر وقت تک روزہ نہ چھوڑا[۳]

حضرت عائشہ اور ان میں بناپا تھا، اکثر معاملات میں ایک دوسرے کی شریک تھیں کبھی کبھی رقابت کا بھی اظہار ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ کے ذکر میں لکھا گیا۔

حضرت عائشہ ان کی نسبت فرماتی تھیں "حفصہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں" جیسے راسخ الارادۃ ہر بات میں وہ ہیں ویسے ہی یہ بھی ہیں[۴]

کسیقدر مزاج میں تیزی تھی، بعض اوقات آنحضرت صلعم کو برابر سے جواب دیتی تھیں، صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے " جاہلیت میں عورتوں کی بہت کم وقعت ہوتی تھی، ایک دن میں کسی معاملہ میں شامل تھا میری بیوی نے مجھے مشورہ دیا میں نے انکو جھڑک دیا کہ تمکو ان امور سے کیا واسطہ بولیں کہ تمکو میری بات اچھی نہیں لگتی حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر جواب دیتی ہے" میں یہ سُنکر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے انھوں نے کہا بیشک میں ایسا کرتی ہوں میں نے کہا خبردار ایسا نہ کیا کرو، میں تمکو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں[۵]

وفات ان کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ ابن اثیر کا رجحان اس طرف ہے کہ جو زمانہ حضرت حسن بن علیؓ کے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کا ہے، وہی زمانہ حضرت حفصہ کی وفات کا ہے یعنی ۴۱ھ[۶]

---

[۱] زرقانی ص ۲۷۱ ج ۳ [۲] مسند ج ۶ ص ۲۸۵ [۳] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [۴] سنن ابی داؤد ذکر حفصہ [۵] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۰ [۶] اسد الغابہ ۴۲۱۔

فتح عراق کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اوسمین ایک موتیون کی ڈبیہ بھی تھی موتیون کی تقسیم دشوار معلوم ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگون سے اجازت مانگی کہ اگر آپ پسند کرین تو مین ام المومنین عائشہ کو بھیجدون کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھین سب نے بخوشی اجازت دیدی حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدی انھون نے کھولکر دیکھا تو فرمایا کہ "ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کیے خدایا مجھے آیندہ اونکے عطیون کے لیے زندہ نہ رکھنا"[۱]

جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھون نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو حضرت عائشہ کی خدمت مین بھیجا کہ آنحضرت صلعم کے پہلو مین دفن ہونے کی اجازت دیدین" فرمایا اگرچہ وہ جگہ مین نے خود اپنے لیے رکھی تھی لیکن عمر کے لیے بخوشی یہ ایثار گوارا کرتی ہون۔ اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لیجانا اگر اجازت ہوجائے تو اندر دفن کردینا ورنہ عام مسلمانون کے قبرستان مین لیجانا۔ چنانچہ یہی کیا گیا حضرت عائشہ نے اجازت دے دی اور جنازہ حضرت عائشہ کے حجرہ مین دفن ہوا[۲]۔

اس ایثار کی جو قدر و منزلت ارباب فہم اور مذہب پرست طبقہ کی نگاہ مین ہوسکتی ہے اسکا بیان غیر ضروری ہے،

حلیہ حضرت عائشہ لڑکپن مین دُبلی پتلی تھین لیکن تیرہ چودہ برس کی عمر تک پہونچکر بدن مین قدرے گرانی آگئی تھی[۳] رنگ سُرخ و سپید تھا[۴]، خوش رو اور صاحب جمال تھین[۵]

لباس حضرت عائشہ کے لباس کے متعلق مختلف روائتین آئی ہین بعض کہتے ہین کہ سُرخ کرتہ اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھین[۶]۔ لیکن زعفرانی رنگ کا لباس اکثر رواۃ سے منقول ہے[۷]۔ قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ مین نے جناب عائشہ کو بحالت احرام بھی سونیکی انگوٹھی اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا ہے[۸]۔ ایک ریشمین چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھین جو بعد مین عبداللہ بن زبیر کو عنایت فرمادی[۹]۔ قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتی تھین اور اوسی کو دھو دھو کر پہنتی تھین[۱۰]۔ ایک کرتہ تھا جو قیمت کے اعتبار سے

---

[۱] مستدرک حاکم جزو صحابیات [۲] صحیح بخاری کتاب الجنائز [۳] صحیح بخاری واقعہ افک [۴] ابوداؤد [۵] مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸ [۶] ایضاً قصہ افک و ایلا [۷] طبقات ج ۸ ص ۴۹ [۸] ایضاً [۹] ایضاً ۸۴ [۱۰] ایضاً ۸۴ [۱۱] صحیح بخاری باب ہل تصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ۔

۵ درم کا تھا اور اس زمانہ مین اتنا گران تھا کہ تقریبون مین دلھن کے لیے مستعار لیا جاتا تھا۔[۱]

لباس مین شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک بار انکی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن ایک باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئین تو حضرت عائشہ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا "تم نہین جانتی ہو سورۂ نور مین اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے" پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انکو دی۔[۲]

ایک دفعہ ایک گھر مین مہمان اوترین صاحب خانہ کی دو لڑکیون کو جو اب جوان ہو چلی تھین دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین۔ تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے (مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶)

اخلاق وعادات دنیا دار ہو جانے کے بعد عورت کے اخلاق مین سب سے پہلے جس بات پر نظر پڑتی ہے وہ شوہر کی اطاعت اور اسکی رضا جوئی ہے، حضرت عائشہ مین یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی وہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے مین روز و شب ساعی رہتی تھین اور آپ کی کبیدہ خاطری سے مضطرب ہو جاتی تھین۔[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدارونکا بہت خیال رکھتی تھین اور ان کی بات نہ ٹالتی تھین۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن زبیر نے جو انکے بھانجے تھے حضرت عائشہ کی غیر محدود فیاضیون سے گھبرا کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے اسپر اتنی ناراض ہوئین کہ عبد اللہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ مگر جب آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون نے سفارش کی تو انکار نہ کر سکین۔[۴] آنحضرت صلعم کے دوستون کی بھی عزیزون ہی کی طرح عزت کرتی تھین اور جہانتک ہوتا ان کی بات نہ رد کرتی تھین۔[۵] حتی الامکان کسی کا ہدیہ نہ پھیرتی تھین۔

محمد بن اشعث ایک صحابی تھے انھون نے حضرت عائشہ رض کی خدمت مین ایک پوستین ہدیۃً پیش کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ یہ گرم ہے آپ اسکو پہنا کیجیے۔ حضرت عائشہ نے قبول فرمایا اور آپ نے اکثر اس پوستین کو زیب تن فرمایا۔[۶]

پردہ کا بہت خیال تھا۔ ایک بار ابن اسحاق نابینا حضرت عائشہ سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابن اسحاق نے کہا آپ مجھ سے چھپتی ہین مین تو آپ کو نہین دیکھتا فرمایا اگر تم

---

[۱] بخاری باب الاستعارۃ للعروس [۲] طبقات ج ۸ ص ۵۰ [۳] مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۱۱ [۴] صحیح بخاری مناقب قریش [۵] صحیح بخاری باب اعتصام بالسنۃ [۶] طبقات ج ۸ ص ۴۹۔

فتح عراق کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اُس میں ایک موتیوں کی ڈبیہ بھی تھی
موتیوں کی تقسیم دشوار معلوم ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اجازت مانگی کہ
اگر آپ پسند کریں تو میں اُم المومنین عائشہ کو بھیجدوں کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھیں
سب نے بخوشی اجازت دیدی حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدی انھوں نے
کھولکر دیکھا تو فرمایا کہ "ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کیے خدایا
مجھے آیندہ اونکے عطیوں کے لیے زندہ نہ رکھنا"[۱]

جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو
حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا کہ آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیجئے،
فرمایا اگرچہ وہ جگہ میں نے خود اپنے لیے رکھی تھی لیکن عمر کے لیے بخوشی یہ ایثار گوارا کرتی
ہوں۔ اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لیجانا اگر
اجازت ہوجائے تو اندر دفن کردینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لیجانا۔ چنانچہ یہی کیا گیا
حضرت عائشہ نے اجازت دے دی اور جنازہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوا۔[۲]

اس ایثار کی جو قدر و منزلت ارباب فہم اور مذہب پرست طبقہ کی نگاہ میں ہوسکتی ہے
اسکا بیان غیر ضروری ہے،

حلیہ حضرت عائشہ لڑکپن میں دُبلی پتلی تھیں لیکن تیرہ چودہ برس کی عمر تک پہونچکر بدن
میں قدرے گرانی آگئی تھی[۳] رنگ سُرخ و سپید تھا[۴]، خوش رو اور صاحب جمال تھیں[۵]

لباس حضرت عائشہ کے لباس کے متعلق مختلف روائتیں آئی ہیں بعض کہتے ہیں کہ سُرخ کرتہ
اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھیں[۶]۔ لیکن زعفرانی رنگ کا لباس اکثر رواۃ سے منقول
ہے[۷]۔ قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ میں نے جناب عائشہ کو بحالت احرام بھی سونیکی انگوٹھی
اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا ہے[۸]۔ ایک ریشمیں چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھیں جو
بعد میں عبداللہ بن زبیر کو عنایت فرما دی[۹]۔ قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا
پاس رکھتی تھیں اور اوسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں[۱۰]۔ ایک کرتہ تھا جو قیمت کے اعتبار سے

---

۱ مستدرک حاکم ج۴ ذکر صحابیات ۲ صحیح بخاری کتاب الجنائز ۳ صحیح بخاری واقعہ افک ۴
ابوداؤد ۵ مسند احمد ج۶ ص۱۳۸ ۶ ایضاً قصہ افک وایلا ۷ طبقات ج۸ ص۴۹ ۸ ایضاً
۹ ایضاً ۴۸ ۱۰ ایضاً ۱۱ صحیح بخاری باب ہل تصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ۔

۵ درم کا تھا اور اس زمانہ مین اتنا گران تھا کہ تقریبون مین دلھن کے لیے مستعار لیا جاتا تھا[1]۔
لباس مین شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک بار انکی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن ایک[2] باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئین تو حضرت عائشہ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا "تم نہین جانتی ہو سورۂ نور مین اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے" پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انکو دی[3]۔

ایک دفعہ ایک گھر مین مہمان اترین صاحب خانہ کی دو لڑکیون کو جو اب جوان ہو چلی تھین دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین۔ تاکید کی کہ آیندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے (مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶)

اخلاق و عادات دنیا دار ہو جانے کے بعد عورت کے اخلاق مین سب سے پہلے جس بات پر نظر پڑتی ہے وہ شوہر کی اطاعت اور اسکی رضا جوئی ہے، حضرت عائشہ مین صفت بدرجہ اتم موجود تھی وہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے مین روز و شب ساعی رہتی تھین اور آپ کی کبیدہ خاطری سے مضطرب ہو جاتی تھین[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا بہت خیال رکھتی تھین اور ان کی بات نہ ٹالتی تھین۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن زبیر نے جو انکے بھانجے تھے حضرت عائشہ کی غیر محدود فیاضیون سے گھبرا کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے اسپر اتنی ناراض ہوئین کہ عبد اللہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ مگر جب آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون نے سفارش کی تو انکار نہ کر سکین[5] آنحضرت صلعم کے دوستون کی بھی عزیزون ہی کی طرح عزت کرتی تھین اور جہانتک ہوتا ان کی بات نہ رد کرتی تھین[6]۔ حتی الامکان کسی کا ہدیہ نہ پھیرتی تھین۔

محمد بن اشعث ایک صحابی تھے انھون نے حضرت عائشہ رضی کی خدمت مین ایک پوستین ہدیۃً پیش کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ یہ گرم ہے آپ اسکو پہنا کیجیے۔ حضرت عائشہ نے قبول فرمایا اور آپ نے اکثر اس پوستین کو زیب تن فرمایا۔

پردہ کا بہت خیال تھا۔ ایک بار ابن اسحاق نابینا حضرت عائشہ سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابن اسحاق نے کہا آپ مجھ سے چھپتی ہین مین تو آپ کو نہین دیکھتا فرمایا اگر تم

---

[1] بخاری باب الاستعارۃ للعروس [2] طبقات ج ۸ ص ۵۰ [3] مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۱ [4] صحیح بخاری مناقب قریش [5] صحیح بخاری باب اعتصام بالسنۃ [6] طبقات ج ۸ ص ۴۹۔

مجھکو نہین دیکھتے تو کیا ہوا مین تو تمکو دیکھتی ہون[1]۔

عورتین بالعموم اسراف کی عادی ہوتی ہین مگر حضرت عائشہ مین قناعت کا وصف خصوصیت سے ودیعت ہوا تھا، لذائذ دنیوی اور مال و منال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھین ترمذی نے باب زہد مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک دفعہ انھون نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا مین کبھی سیر ہوکر نہین کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یہ کیون فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جسمین آنحضرت صلعم نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ خدا کی قسم دن مین دو دفعہ بھی سیر ہوکر آپ نے روٹی اور گوشت نہین کھایا۔

پابندی نذر و قسم جب آپ عبداللہ بنؓ زبیرؓ سے ناراض ہوئین اور ان سے بات نکرنے کی قسم کھائی تو عبداللہؓ بن زبیرؓ نے معافی مانگی۔ اور آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون سے سفارش کرائی تو رو کر فرمانے لگین

انی نذرت والنذر شدید، مین نے نذر مان لی ہو اور نذر کا معاملہ سخت ہو بالآخر صحابہ کے اصرار و سفارش سے معاف تو کر دیا لیکن کفارہ قسم مین چالیس غلام آزاد کیے[2]

مہمان نوازی ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وفد بنو مشفق حاضر ہوا۔ سوء اتفاق سے آپ گھر مین تشریف نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً خزیرہ (ایک کھانیکا نام ہی) پکوانے کا حکم دیا۔ اور مہمانون کے پاس ایک طبق مین کھجورین رکھکر بھجوا دین۔ آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے اول دریافت فرمایا۔ کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین اون لوگون نے عرض کی۔ کہ سب انتظام ہوچکا[3]۔

مسکین نوازی ایک دن آپ روزے سے تھین۔ اور گھر مین سوائے ایک روٹی کے کچھ موجود نہ تھا۔ اس حالت مین ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ وہ روٹی اسکو کھلادے۔ اوسنے عرض کی افطار کس چیز سے کیجیے گا بولین اللہ مالک ہے شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا لونڈی کو بلا کر کہنے لگین دو لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[4]

عبادت نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے جیسا کہ حضرت ام ہانی سے مروی ہے صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بہت سے صحابہ نے اسکا التزام کرلیا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ

---

[1] طبقات ج۸ ص ۴۹ [2] موطائے امام محمد کتاب الدیان والنذر [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ

[4] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ

مین نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے نہین دیکھا لیکن مین خود پڑھتی ہون کیونکہ آپ بہت سی چیزون کو پسند فرماتے تھے۔ گو محض اسوجہ سے خود ان پر عمل نہ فرماتے تھے کہ اُمت پر فرض نہ ہو جاوے[۱]۔

رسول اللہ صلعم تہجد کی نماز مین سورۂ بقرہ۔ آل عمران۔ اور نسا پوری پوری تلاوت فرماتے تھے۔ اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے اور اُوس سے پناہ مانگتے اسی طرح بشارت آمیز آیات مین دعا مین اوسکی خواہش فرماتے حضرت عائشہ ساری ساری رات نماز تہجد مین آپ کے ساتھ شریک رہتین[۲]۔

دشمنون سے سلوک آپ اپنے دشمنون سے بغض رکھنا بھی پسند نہ فرماتی تھین حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ بن خدیجؓ نے قتل کر دیا تھا۔ ایکبار وہ کسی غزوہ مین سپہ سالار مقرر ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ مین معاویہ کا برتاؤ فوج کے ساتھ کیسا رہا۔ اوسنے کہا اونین کوئی عیب نہ تھا سب لوگ انسے راضی ہین۔ کسی کا اونٹ مرجاتا تو وہ اسکی جگہہ دوسرا اونٹ دیتے تھے۔ کسی کا گھوڑا ضائع ہو جاتا تھا تو اسکو دوسرا گھوڑا عطا فرماتے تھے۔ کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو اسکی جگہہ غلام دیدیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ یہ سُنکر فرمانے لگین استغفر اللہ اگر مین اون سے اس بنا پر ناراض رہون یا بغض رکھون کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہین۔ مین نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوے سنا ہے کہ خداوندا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اُسکے ساتھ ملاطفت کر اور جو انپر سختی کرے تو بھی اوس پر سختی کر[۳]۔

بھائیون سے محبت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا مقام حبشی مین انتقال ہوا۔ اور لاش مکہ مین لاکر دفن کی گئی حضرت عائشہؓ فرط محبت سے ان کی قبر پر گئین اور فرمانے لگین اگر مین موت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہین دفن ہوتے جہان تمنے انتقال کیا تھا اور مین تمھاری زیارت کو نہ آتی[۴]۔

حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے بچے یتیم ہو گئے تو حضرت عائشہ نے خود انکی پرورش کی[۵]۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲ [۳] اسد الغابہ تذکرہ معاویہ بن خدیج
[۴] ترمذی کتاب الجنائز [۵] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ۔

حفظ مراتب ایک بار دروازہ پر ایک سائل حاضر ہوا حضرت عائشہ نے ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر رخصت کیا۔ پھر ایک خوش لباس مسافر آیا اسکو بٹھا کر کھانا کھلایا جب لوگون نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو فرمانے لگین رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے

انزلوا الناس منازلہم[1]   ہر شخص سے اسکے درجہ کے مطابق سلوک کرو۔

حضرت عائشہ غیبت اور بدگوئی سے بھی بہت پرہیز رکھتی تھین۔ انھون نے کبھی کسی کی برائی نہین کی کتب احادیث مین اون کی ہزارون روایتین درج ہین جن مین ایک بھی ایسی نہین جس سے کسی کی توہین یا بدگوئی ظاہر ہوتی ہو۔ وہ سوکنون کے ساتھ بھی کشادہ پیشانی سے بسر کرتی تھین، انکو شکایت کا موقع نہ دیتی تھین اور اونکے فضائل و اوصاف بیان کرتی تھین۔ جن لوگون سے انکو صدمہ پہونچا تھا اون کو بھی حضرت عائشہ نے برائی سے نہ یاد کیا، واقعہ افک مین ایک حیثیت سے حضرت حسان ابن ثابت کی سازش ثابت تھی اور حضرت عائشہ کو ان سے بہت صدمہ پہونچا تھا۔ مگر وہ ان کی عزت کرتی تھین، اپنے پاس بٹھاتی تھین۔ ایک روایت مین ہے کہ ایک بار حضرت حسان بن ثابت نابینا ہوجانے کے بعد اجازت لیکر حضرت عائشہ کی خدمت مین آئے، انھون نے بعزت بٹھایا، جب چلے گئے تو لوگون نے عرض کیا۔ کیا یہ بھی صحابہ مین سے ہین فرمایا، کیا یہ وہ نہین ہین جنکا یہ شعر ہے۔

فان ابی و والدہ و عرضی   لعرض محمد منکم وقاء

صرف یہ شعر ان کے تمام گناہون کی مغفرت کے لیے کافی ہے[2]

واقعہ افک کے تصفیہ کے بعد حسان بن ثابت نے اپنے جرم کے کفارے مین حضرت عائشہ کی منقبت مین اپنے قصیدہ کے چند شعر انکو سنائے جنمین سے ایک یہ بھی تھا ؎

حصان رزان ما تزن بریبۃ   وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

ترجمہ: پاکدامن، باوقار اور غیر مشتبہ ہین، بھولی بھالی عورتون کے بدن کا گوشت نہین کھاتین (یعنی برائی نہین کرتین) حضرت عائشہ نے اس شعر پر اتنا ہی کہا "مگر تم ایسے نہین ہو"[3] حضرت عائشہ کے بعض عزیز افک مین شرکت کی وجہ سے حسان کو برا کہنا چاہتے تھے حضرت عائشہ نے انکو سختی سے منع کیا کہ ان کو برا نہ کہو یہ آنحضرت صلعم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے[4]

[1] ابوداؤد کتاب الادب، [2] استیعاب کتاب النساء ص ۷۶۲، [3] صحیح بخاری تفسیر سورہ نور [4] ایضاً مناقب حسان

حضرت عائشہؓ کی فیاضیاں ضرب المثل ہین۔ وہ بڑی فراخ دستی سے راہ خدا مین صرف کرتی تھین۔ تھوڑے بہت کا لحاظ نہ ہوتا تھا جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دے دیتین۔

ایک بار ابن زبیر نے حضرت عائشہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ اوس دن روزہ سے تھین سب اوسی وقت تقسیم کر دیا جب شام ہوئی تو ام ذرہ نے کہا یا ام المومنین اس رقم سے افطار کے لیے کچھ گوشت ہی لے لینا تھا فرمایا تم نے یاد دلایا ہوتا[۱]

ایک بار حضرت منکدر بن عبد اللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے پوچھا تمھارے کوئی اولاد ہے انھون نے کہا نہین فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تمکو دیدیتی حسن اتفاق سے اُسی شام کو امیر معاویہؓ نے اونکے پاس کچھ رقم بھیجی۔ فرمانے لگین کسقدر جلد میری آزمایش ہوئی فوراً آدمی بھیجکر حضرت منکدر کو بلایا۔ اور دس ہزار درہم انکو عطا کیے۔ انھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی جس سے متعدد بچے پیدا ہوئے[۲]

یہی روایت مستدرک حاکم مین لکھی ہے مگر اسمین روپیہ بھیجنے والا بجاے ابن زبیر کے امیر معاویہ کو بتایا ہے۔

خدا سے بہت ڈرتی تھین، بڑی رقیق القلب تھین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے ہین یہ مکہ مین تھین طلحہ اور زبیر نے مدینہ سے پہونچکر ان کو صورت حالات سے اطلاع دی تو وہ دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئین اور وہان حضرت علیؓ سے جنگ پیش آئی۔ اس موقع پر حضرت عائشہ اونٹ پر بیٹھی تھین، اسلیے اس جنگ کو "جمل" کہتے ہین اگرچہ یہ جنگ اتفاقیہ پیش آگئی تھی تاہم جب انکو اس کی شرکت یاد آتی تھی تو بے اختیار رقت طاری ہوجاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھین[۶] انکو اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس رہا کئہ فرمایا کرتین کاش آج سے بیس برس پہلے مین معدوم ہو چکی ہوتی[۷]

اسی واقعہ جمل کے متعلق آنحضرت صلعم نے اشارۃً ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ تم مین سے ایک اونٹ پر بیٹھنے والی ہے جس کے آس پاس بہت سے مقتول ہونگے اور اسکے بعد ہی اوسکی مغفرت ہوگی[۸]

اُن کی دلیری کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ راتون کو تنہا قبرستان چلی جاتی

---

[۱] ابن سعد جز ۸ صفحہ ۴۶ [۲] ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبد اللہ [۳] مستدرک حاکم [۵] ازالۃ الخفا بحوالہ ابن ابی شیبہ [۶] استیعاب ۷۶۷، [۸] صحیح بخاری باب زیارۃ القبور۔

تھین۔ غزوہ خندق مین جب مسلمان چارون طرف سے مشرکین مین گھرے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیون کے حملہ کا خطرہ تھا تو وہ بے خطر قلعہ سے نکلکر نقشہ جنگ معائنہ فرماتی تھین[۱]۔ غزوہ احد مین جب مسلمان کشمکش اضطراب مین مبتلا تھے تو حضرت عائشہ اپنی پیٹھ پر مشک لادلاد کر پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھین[۲]۔

فضائل ومناقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ احدیت سے نہ صرف عورتون پر شرف فضیلت عنایت ہوا تھا بلکہ وہ اپنے فضائل وکمالات کے لحاظ سے سوائے چند مخصوص صحابہ کے تمام صحابیون اور صحابیات سے افضل واشرف تھین۔ علم مین، تفقہ مین، ذکاوت مین جو امتیازی خصوصیت انکو میسر تھی کیکو نہ تھی۔ دینی عظمت واقتدار کی حیثیت سے علاوہ اسکے کہ وہ ام المومنین تھین چند اور خصائص بھی ان مین ایسے تھے جو دوسری ازواج پر انکو مرجح رکھتے ہین۔ مثلاً آیۃ تیمم کا نزول جو ان کا ہار کھو جانے کے سلسلہ مین مسلمانون کے لیے وجہ رحمت بنگیا[۳]۔ آنحضرت صلعم کو خواب مین ان کے حرم نبوت مین داخل ہونے کی بشارت ملنا[۴]۔ ان کے بستر پر وحی نازل ہونا[۵]۔ حضرت جبریلؑ کا ان کو سلام کہنا[۶]۔ دوبار حضرت کو حضرت عائشہ کا دیکھنا[۷] وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے واقعات ہین جن سے جناب عائشہ کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ خود فرماتی ہین کہ دس اوصاف مجھ مین ایسے ہین جنکی وجہ سے، دیگر ازواج پر مجھے ترجیح حاصل ہے۔

(۱) بجز میرے آنحضرت صلعم کے نکاح مین کوئی بیوی ناکتخدا نہین آئی۔

(۲) آپ کی ازواج مین صرف مجھی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میرے مان اور باپ دونون مہاجر ہین۔

(۳) اللہ عزوجل نے آسمان سے میری برارت کی آیت نازل فرمائی۔

(۴) جبریلؑ میری شکل مین آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ سے شادی کیجیے۔

(۵) مین آپ کے سامنے ہوتی تھی اور آپ نماز مین مصروف ہوتے تھے۔

(۶) نزول وحی کے وقت صرف مین ہی آپ کے پاس ہوتی تھی۔

(۷) جب رسول اللہ کی روح مبارک نے عالم قدس کی طرف پرواز کی اوسوقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔

[۱] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۹۹ [۲] صحیح بخاری ذکر احد [۳] کتاب التیمم صحیح بخاری [۴] ایضاً مناقب عائشہ [۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] ایضاً

(۸) جس شب کو میری باری تھی اوسی شب کو رسول اللہ نے انتقال فرمایا۔

(۹) مین اور آنحضرت صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

(۱۰) میرے ہی حجرہ کو آنحضرت صلعم کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔[۱]

تاریخ وحدیث کی کتابین شاہد ہین کہ ان اوصاف مین کوئی بیوی حضرت عائشہ کی شریک نہ تھین۔

عروہ کا قول ہے اگر حضرت عائشہ مین اور فضائل نہوتے تو بھی صرف قصہ افک اونکی فضیلت بلندی وعزت کے لیے کافی تھا کیونکہ اسی کے ذیل مین ان کے لیے قرآن کی آیتین نازل ہوئین جو قیامت تک پڑھی جائینگی[۲]

آنحضرت صلعم فرماتے تھے۔

فُضلُ عَائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"

عائشہ کو عورتون پر ایسی فضیلت ہے جیسے[۳] ثرید کو عام کھانون پر۔[۴]

اب ان کے نفسی وعلمی کمالات کے متعلق اکابر فن کی رائین دیکھیے۔

مسروق تابعی سے کسی نے پوچھا کیا حضرت عائشہ "فرائض" سے واقف تھین جواب دیا

ای والذی نفسی بیدہ لقد رایت مشیخۃ اصحاب محمد صلعم الاکابر یسئلونہا عن الفرائض۔

بخدا مین نے اون سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔[۵]

انہین مسروق کی نسبت عفان بن مسلم کی روایت ہے کہ جب وہ حضرت عائشہ سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے،

حدثتنی الصادقۃ بنت الصدیق المبراۃ کذا وکذا

امام زہری کا مقولہ ہے،

لو جمع علم الناس کلہم وعلم ازواج النبی صلعم فکانت عائشۃ اوسعہم علما۔

اگر تمام مردون اور امہات مومنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم ان مین سب سے زیادہ ہوگا[۶]

۱ طبقات ابن سعد جزء ۸ صفحہ ۴۳ ۲ اسد الغابہ صفحہ ۵۰۲ ۳ ثرید شوربے مین ملی ہوئی روٹی ۴ استیعاب
۵ و ۶ طبقات جزء ۸ ص ۴۵ ۷ استیعاب ۷۶ باندک تغیر الفاظ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہین

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلعم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما۔

ہم صحابیون کو کوئی ایسی مشکل بات پیش نہین آئی کہ جسکو ہمنے عائشہ سے پوچھا ہوا ور ان کے پاس اسکے متعلق کچھ معلومات ہمکو نہ ملی ہون،

عروہ ابن زبیر فرماتے ہین۔

اعلم بفقہ ولا بطب ولا بشعرٍ من عائشۃ۔

مین نے فقہ، طب، اور شاعری مین حضرت عائشہ سے زیادہ کسیکو عالم نہ پایا۔[1]

یہی عروہ اپنے باپ کے حوالہ سے نقل کرتے ہین کہ اکثر حضرت عائشہ رض ساٹھ ساٹھ سو سو شعر کے قصیدہ سنا دیا کرتی تھین۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ جو بڑے جلیل القدر تابعی تھے بیان کرتے ہین۔

ما رأیتُ احدًا اعلم بسنن رسول اللہ ولا افقہ فی رأی ان احتیج الی رأیہ ولا اعلم بآیۃ فیما نزلت ولا فریضۃ من عائشۃ[2]

یعنی مین نے حضرت عائشہ سے زیادہ سنت نبوی کا عالم، تفقہ فی الدین کا ماہر اور آیات کلام مجید کے شان نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہین دیکھا۔

عطار بن ابی الرباح کا قول ہے،

کانت عائشۃُ افقہ الناس واحسن الناس واعلم الناس رایًا فی العامۃ۔

حضرت عائشہ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ بہتر اور لوگون مین سب سے زیادہ صائب الرائے تھین[5]

ایک دن امیر معاویہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین آپ ہین۔ انھون نے کہا نہین مین قسم دیتا ہون سچ سچ بتاؤ اسنے کہا اگر یہ ہے تو "عائشہ" اسکا جواب ہے۔

سیرت عائشہ رض پر ایک عمومی تبصرہ جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رض کی سیرۃ مبارک پر عمومی تبصرہ کیا جاتا ہے، تو سب سے زیادہ نمایان خصوصیت جو نہ صرف صحابیات بلکہ بعض صحابۂ کرام کے مقابلہ مین بھی آپ مین بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، یہ تھی کہ آپ فطرت کی طرف سے فلسفیانہ دماغ لیکر آئی تھین

---

[1] جامع ترمذی باب مناقب عائشہ [2] استیعاب صفحہ ۷۶۵ [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۵۰ [4] مستدرک حاکم
[5] استیعاب ۷۶۵ [6] مستدرک حاکم ذکر عائشہ

اور تفقہ فی الدین، قوت اجتہاد، سلیقہ تنقید، ضبط واقعات، صرف درایت، صحت فکر و اصابت رائے مین آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

آپ جوبات فرماتی تھین، جو توجیہ آپ کرتی تھین وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی تھی اور مشکل سے کوئی روایت آپ کی ایسی ملے گی جسے باور کرنے کے لیے عقل انسانی کو دور از کار تاویلون سے کام لینا پڑے۔

اس مین کلام نہین کہ رسول اللہ کی قربت کی وجہ سے آپ کو آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال کے مطالعہ کا نہایت اچھا موقعہ حاصل تھا، لیکن جسوقت ہم یہ دیکھتے ہین کہ علاوہ آپ کے اور بھی متعدد ہستیان ایسی تھین جنھین قربت کا یہی درجہ حاصل تھا تو ہمین حضرت عائشہ کا ذہنی تفوق نمایان نظر آنے لگتا ہے کہ وہی ایک بات تھی جس کو رسول اللہ کی زبان مبارک سے علاوہ حضرت عائشہ کے اور بھی سُنتے تھے، لیکن جس نتیجہ پر آپ پہونچتی تھین، اور اس کی حقیقی روح تک جس طرح آپ کے ذہن مبارک کی رسائی ہوجاتی تھی، وہ دوسرون کو نصیب نہ تھی۔

آپ کورانہ تقلید کی سخت مخالف تھین، اور ہمیشہ رسول اللہ کے اقوال و افعال کے حقیقی مدعا تک پہونچنے کی کوشش کیا کرتی تھین۔ چنانچہ آپ دیکھین گے کہ "رعایۃ الاصلح فی الشرع" کا جیسا غالب رنگ آپ کی روایات سے مترشح ہوتا ہے، وہ عام طور سے دیگر راویون مین نہین پایا جاتا رسول اللہ کے عہد مبارک مین عورتون کو مسجد مین آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور چاہیے تھا کہ حضرت عائشہ اس کو ہمیشہ جائز قرار دیتین، لیکن چونکہ آپ اچھی طرح واقف تھین کہ قدرتاً یہ اجازت کس وقت تک قائم رہ سکتی ہے، اسی لیے آپ نے زمانہ مابعد مین عورتون کی اخلاقی حالت کا تنزل محسوس کرکے فرمایا۔

لو ادرک رسول اللہ ما احدث النساء لمنعہن کما منع نساء بنی اسرائیل۔	اگر رسول اللہ کو معلوم ہوتا کہ عورتونکی حالت کیا ہوگئی ہے تو آپ انکو مسجد مین آنے سے اسیطرح روکدیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتون کو روکدیا تھا۔

اسلام مین شرک فی العبادت سے لوگون کو باز رکھنے کے لیے، جسقدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہین اور خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر، کہ آپ نے اس درخت کو جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی تھی، صرف اسی لیے قطع کرا دیا کہ کہین لوگ اسے بھی متبرک نہ سمجھنے لگین۔

حضرت عائشہ بھی اس باب مین بہت سخت تھین۔ چنانچہ جب شیبہ بن عثمان نے جو

آپ کے زمانہ میں کعبہ کا کلید بردار تھا، آپ سے ذکر کیا کہ کعبہ کا غلاف اتارنے کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ انسانوں کے غیر طاہر ہاتھوں تک نہ پہونچے، تو آپ نے فرمایا کہ "یہ تو کوئی معقول بات نہیں ہے۔ جب غلاف اتر گیا تو پھر کیا جس کا جی چاہے استعمال کرے، تم کیوں نہیں اس کو بیچکر قیمت غربا، وغیرہ کو تقسیم کر دیا کرتے[۱]"

ہم ابھی بیان کر چکے ہین کہ آپ کو تفقہ فی الدین اور صرف درایت کے ساتھ کلام الٰہی کا بھی علم پورا حاصل تھا اور جب کبھی ایسے مباحث پیش آتے تھے تو آپ کی رائے ایسے مجتہدانہ رنگ مین ڈوبی ہوتی تھی کہ اس سے آپ کا علوئے مرتبت پوری طرح ثابت ہوتا تھا۔ مثلاً:۔ حضرت عمرؓ سے ایک روایت سماعِ موتے کے متعلق یہ پائی جاتی ہے کہ رسول اللہ نے آپ کے دریافت کرنے پر فرمایا:۔

ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون، یعنی وہ تم سے زیادہ سُنتے ہین، لیکن جواب نہین دیسکتے

جب حضرت عائشہ نے اس روایت کو سُنا تو فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد یہ نہین تھا کیونکہ کلام مجید مین اس کے خلاف نص قطعی موجود ہے کہ:۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ — اے رسول تو نہ مردون کو اپنی بات سُنا سکتا ہے

مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ[۲]۔ — اور نہ قبر مین مدفون ہونے والون کو۔

اسی طرح جب شب معراج کے واقعہ مین رویت باری تعالیٰ اور مردے پر اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہونے کے مسائل پیش ہوئے تو آپ رویت کے متعلق کلام مجید کی آیت لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ سورۂ انعام ۱۳۴ اور دوسرے مسئلہ کے نسبت، دوسری آیت لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲ پیش کر کے نہ صرف کلام الٰہی پر کامل عبور رکھنے کا ثبوت دیا، بلکہ حقیقتاً یہ بھی بتا دیا کہ مسائل شرع مین درایت سے کام لینا ضروری ہے اور نیز یہ کہ وہ درایت کس نوع کی ہونی چاہیے،

آپ کی زندگی کے بعض واقعات ایسے ہین، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اسلام کی حقیقی روح کو کسقدر تکمیل کے ساتھ سمجھا تھا۔ رسول اللہ کی تمام تعلیمات اور آپ کے ہر طرز عمل سے یہ بات مترشح ہوتی تھی کہ اسلام مین حد درجہ سہولت مرکوز ہے اور اسی لیے اسے فطری مذہب کہتے ہین حضرت عائشہ نے اس نکتہ کو جسقدر خوبی کے ساتھ سمجھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا

---

[۱] عین الاصابہ [۲] بخاری غزوہ بدر،

آپ کے زمانہ مین ابن ابی السائب تابعی وعظ کے بڑے شایق تھے اور ہر نماز کے بعد دیر تک مسجع عبارت مین دعا مانگا کرتے تھے حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو ان سے مخاطب ہوکر بولین کہ ہفتہ مین ایک دن اور حد تین دن سے زیادہ وعظ نہ کہا کرو اور دعائین مختصر مانگا کرو مسجع ومقفی عبارت کی ضرورت نہین ہے۔ رسول اللہ اور ان کے صحابہ کا یہ وتیرہ نہین تھا کہ وہ وعظ وتلقین اور دعا کی طوالت سے لوگون کو گھبرا دین[1]"

حضرت عائشہ اگر چاہتین تو صرف یہ کہہ سکتی تھین کہ وعظ ودعا مین اختصار کرو، لیکن آپ نے دعاؤن کی طوالت کے اصل راز کو معلوم کرکے مسجع عبارت کے بنانے سے منع کیا، کیونکہ آپ سمجھتی تھین کہ طوالت کی وجہ یہی ہے،

اسکے بعد ہم آپ کے وسعت معلومات، صحت فکر، اصابت رائے اور تفقہ فی الدین کی چند مثالین پیش کرتے ہین[2]

(۱) فجر کی نماز مین باوجود اس کے کہ وقت کافی ہوتا ہے صرف دو رکعت فرض کی اور رد وسنت کی رکھی گئین جسکی وجہ بظاہر سمجھ مین نہ آتی تھی۔ حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "نماز فجر مین اس لیے زیادہ رکعتین نہین رکھی گئین کہ اسوقت قرأت طویل کی جاتی ہے"

(۲) حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ بظاہر اس ممانعت کا کوئی سبب معلوم نہ ہوتا تھا، لیکن حضرت عائشہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص ٹھیک طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھیگا تو آفتاب پرست لوگون کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔

(۳) آج کل عام طور سے لوگ نفل کی نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہین، کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ سے اس کے بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ "یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ کمزور ہوگئے تھے"

(۴) ایک بار رسول اللہ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے اور بعض نے صرف اسوقت و زمانہ کے لیے مخصوص سمجھا۔ حضرت عائشہ نے بھی اس حکم کو وقتی حکم سمجھا جس کی وہ نہایت معقول وجہ یہ بیان

---

[1] مسند احمد [2] اسوۂ صحابہ جلد ۲۔

کرتی ہین کہ "اس زمانہ مین کم لوگ قربانی کرسکتے تھے اس لیے اللہ نے یہ حکم دیا تاکہ جن لوگون نے قربانی نہین کی ہے انھین بھی مل جائے،

(۵) مکہ معظمہ کے قریب ایک وادی ہے جس کا نام محصب ہے۔ چونکہ رسول اللہ نے ایام حج مین یہان قیام فرمایا تھا، اس لیے بعد کو صحابہ بھی یہان قیام کرتے تھے یہانتک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تو یہان کے قیام کو سنن حج مین شامل کرلیا۔

حضرت عائشہ اس کے خلاف تھین، وہ فرماتی تھین کہ "یہان کے قیام کو سنن حج مین داخل کرنا اس لیے صحیح نہین ہے کہ رسول اللہ کا قیام یہان صرف اس لیے ہوتا تھا کہ یہان سے حج کے لیے کوچ کرنے مین آسانی ہوتی تھی نہ اس نیت سے کہ یہان کا قیام مذہبی نقطہ نظر سے اولیٰ و احسن ہے،

(۶) جس آیت مین چار بیویون سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اسکے الفاظ یہ ہین :-

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى	اگر تمھین اندیشہ ہے کہ یتیمون کے باب مین تم سے
فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ	انصاف نہ ہوسکے گا تو عورتون مین سے اپنے حسب
مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ سورۂ نساء	خواہش دو دو، تین تین، چار چار نکاح کرسکتے ہو۔

بظاہر اس آیت کے معنے بہت مبہم ہین۔ یتیمون کے ساتھ انصاف اور پھر چار نکاحون تک کی اجازت کا جواز سمجھ مین نہین آتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے جناب عائشہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیان جائداد مین ولی کی شریک ہوتی ہین اور وہ ان سے نکاح کرکے مہر کم دیتا ہے، ایسی حالت مین ان سے نکاح کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ انصاف کے خلاف تھا۔

(۷) کلام مجید کی ایک آیت ہے :-

حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ	حتی کہ جب پیغمبر مایوس ہوگئے اور ان کو خیال ہوا کہ ان سے
قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ سورۂ یوسف	جھوٹ بولا گیا تو ہماری مدد آگئی۔

حضرت عروہ نے جناب عائشہ سے پوچھا کہ اس آیت مین کُذِبُوا (ان سے جھوٹ بولا گیا) ہے یا کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) آپ نے جواب دیا کہ کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) ہے حضرت عروہ نے کہا کہ جھٹلائے جانے کا تو یقین تھا پھر اس کے ساتھ ظنوا (گمان کیا) کی کیا ضرورت تھی اس لیے میرے خیال مین کُذِبُوا (جھوٹ بولا گیا) ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا پیغمبر خدا کے نسبت

یہ گمان کرسکتا ہے کہ خدا نے اس سے جھوٹ وعدہ کیا۔ اس کے بعد عروہ نے دریافت کیا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ پیغمبروں کے معتقدین کے متعلق ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور اُن کی قوم نے انھیں ستایا اور نصرت الٰہی میں تاخیر نظر آئی تو پیغمبروں کو گمان ہوا کہ کہیں اس تاخیر کی وجہ سے ایمان لانے والے بھی نہ ہمیں جھٹلا دیں کہ اسی حالت میں خدا کی مدد ان کو پہونچ گئی۔

(۸) متعہ کے باب میں اس وقت بھی بعض لوگوں میں اختلاف تھا اور متعدد احادیث اس باب میں پیش کی جاتی تھیں، لیکن جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خدا کی کتاب سے کیوں مدد نہیں لیتے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ[۱] سورۃ المؤمنون

جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے۔ ان پر کوئی ملامت نہیں (یعنی جو لوگ سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کسی اور سے تعلق پیدا نہیں کرتے ان پر کوئی ملامت نہیں)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس دل و دماغ کی خاتون تھیں اور آپ کی نگاہ نکتہ رس معاملات کی حقیقت تک کیونکر پہونچ جاتی تھی۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے (اور یہی فطرت انسانی کا اقتضا ہے) کہ جو لوگ فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں وہ مذہبی احکام کی طرف سے ذرا بے پروا ہوجاتے ہیں ہر بات کو عقل کی روشنی میں دیکھنے کی وجہ سے وہ بہت سی باتوں کی تاویل کرلیتے ہیں اور آخر کار تقوٰی کے حدود تک نہیں پہونچتے، لیکن حضرت عائشہ باوجود اس کے بےانتہا تقوٰی کا لحاظ رکھتی تھیں۔

جب فتح عجم کے بعد جدید جدید شرابوں کے جدید ناموں کا رواج عرب میں ہوا تو لوگوں کو ان کی حلت و حرمت کے نسبت دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ عربی میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں اور اب بہت سی جدید شرابیں آگئیں تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "شراب کے برتنوں میں چھوارے تک نہ بھگوئے جائیں" پھر عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "اگر تمھارے مٹکوں کے پانی سے نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ نے عام طور سے ہر مسکر چیز کو حرام قرار دیا ہے"[۵]

[۵] سنن نسائی کتاب الخمر

عرب مین جہان اور بہت سی مذموم رسمین رائج تھین، وہین ٹوٹکے کا بھی بہت رواج تھا، علی الخصوص عورتون مین جنکا کوئی کام بغیر شگون کے پورا ہی نہین ہوتا۔ لیکن حضرت عائشہ باوجود عورت ہونے کے ٹوٹکون کو بہت برا سمجھتی تھین۔ آپ نے ایک مرتبہ کسی بچہ کے سرہانے استرا رکھا ہوا دیکھا[۱] تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ ٹوٹکون کے سخت مخالف تھے[۲]۔

آپ مین ان تمام صفات کے ساتھ وہ جوہر بھی تھا جس کے لیے سرزمین عرب کے مرد عورت مشہور ہین، یعنے وہ خطرہ کے وقت بے انتہا جری تھین اور میدان جنگ مین پیٹھ پر مشک لادکر زخمیون کو پانی پلاتی تھین[۳]۔

دنیا کی عام تہذیب مین بھی آپ کا وہ عالم تھا جسپر آج بھی فخر کیا جا سکتا ہے۔ طلحہ کی صاحبزادی نے جنکا نام بھی عائشہ تھا، حضرت عائشہ کی آغوش تربیت مین پرورش پائی تھی اور لوگ دور دور سے انکے پاس آتے، خطوط روانہ کرتے اور تحایف بھیجتے۔ جب یہ حضرت عائشہ سے ذکر کرتین تو آپ فرماتین کہ "خطون کا جواب لکھدو اور ہدیہ کا معاوضہ دیدو[۴]"۔

حضرت عائشہ کا مرتبہ طبقہ رواۃ مین بھی بہت بلند ہے اور سوائے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے کسی اور صحابی سے اتنی روایتین بیان نہین کی گئین جتنی حضرت عائشہ سے منقول ہین،

حضرت ابوہریرہ کی روایتین سب سے زیادہ (۵۳۷۴) ہین اس کے بعد عبداللہ بن عباس کا درجہ ہے جنھون نے ۲۶۶۰ حدیثون کی روایت کی اور پھر حضرت عائشہ ہین جنسے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی گئی ہین۔

واقعات وفات حضرت عائشہ کی ولادت ہجرت سے نوسال پہلے اور وفات ۵۸ھ ہجری مین متفق علیہ ہے اس اعتبار سے اونکی عمر وفات کے وقت سترسٹھ سال ہوگی چونکہ حضرت عائشہ رض خود پسندی سے بہت نفور تھین اسلیے تعریف کرنے والون سے ملنے مین انھین تامل ہوتا تھا۔ مرض وفات مین حضرت عبداللہ بن عباس نے ام المومنین کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی وہ جانتی تھین کہ تعریف کرینگے اس لیے متامل ہوئین مگر بھانجون نے اصرار کیا کہ آپ ام المومنین ہین اور ابن عباس، سلام کرتے اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے ہین تو فرمایا اگر تم چاہو تو بلالو، حضرت ابن عباس بلائے گئے اور جیسا حضرت عائشہ کا خیال تھا

[۱] استرا اسلیے رکھدیا جاتا تھا کہ بچہ آسیب سے محفوظ رہے [۲] اسوۂ صحابہ جلد دوم [۳] مسلم کتاب الجہاد [۴] اسوۂ صحابہ جلد دوم۔

بیٹھتے ہی انھون نے کہا "آپ کو بشارت ہو کہ محمد صلعم سے آپ کو ملنے مین اتنا ہی وقفہ ہے جتنا روح کے بدن سے جدا ہونے مین، آپ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین بیوی تھین، جس رات کو آپ کا ہار گر گیا آنحضرت صلعم نے اسکی تلاش کی اور لوگون کو منزل پر پانی نہ ملا تو آپ ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آیۂ تیمم نازل فرمائی، آپ کی برارت جبریل امین آسمان سے لیکر آئے جو قیامت تک ہر مسجد مین پڑھی جائیگی،، فرمایا ابن عباس مجھے معاف رکھو، قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے، مجھے پسند تھا کہ مین معدوم محض ہوتی[1]۔

انتقال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ "مجھے بقیع مین دفن کرنا جہان اور ازواج دفن ہین[2] بیماری مین فرمایا کرتین "اے کاش مین پیدا نہوتی کاش مین پتھر ہوتی، کاش مین ڈھیلا ہوتی[3] لوگ خیریت پوچھنے آتے تو فرماتین "الحمد للہ اچھی ہون[4]،،

آپ نے سہ شنبہ کی رات کو بتاریخ ۱۷ رمضان ۵۸ھ وفات پائی[5]۔ یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

جس رات کو آپ نے وفات پائی، مشعلین روشن کرلی گئی تھین اور عورتون کی اسقدر کثرت تھی کہ عید کا دھوکا ہوتا تھا[6]،

ان کے انتقال سے لوگونکو بہت صدمہ تھا، مسروق کہتے تھے اگر بعض مصالح مانع نہوتے تو مین ام المومنین کے لیے مجلس ماتم برپا کرتا[7]۔ عبید بن عمیر نے ایک شخص سے پوچھا حضرت عائشہ کی وفات سے کس کس کو صدمہ ہوا اوسنے جواب دیا۔ جس جس کی وہ ماں تھین اسکو انکا غم تھا[8]،

آپ نے وصیت کی تھی کہ رات ہی کو دفن کردینا، چنانچہ اوسی رات کو بعد نماز وتر بقیع مین دفن ہوئین۔ اس شب کو بقیع مین اس کثرت سے لوگون کا ہجوم تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا[9]۔

حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی، عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن عبدالرحمن نے قبر مین اتارا[10]۔

[1] طبقات جز ۸ صفحہ ۵۲ [2] ایضاً ۵۱ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ۵۴ [6] ایضاً ۵۲ [7] ایضاً ۵۴ -
[8] ایضاً ۵۳ [9] ایضاً، [10] ایضاً

ام المومنین حضرت حفصہؓ

نام و نسب   جناب حفصہ، سیدنا عمر ابن الخطاب فاروق اعظم خلیفۂ دوم کی صاحبزادی ہین[1]
آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن عدی بن کعب تھے[2] اور
والدہ زینب بنت مظعونؓ۔

ولادت   نبوت سے پانچ سال پہلے جبکہ قریش تعمیر کعبہ مین مصروف تھے پیدا ہوئین[3]

اسلام   آپ کے اسلام کا ذکر صراحتًا مذکور نہین لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ
جب دائرہ اسلام مین داخل ہوے تو آپ کا قبیلہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوا، اور انہین مین
یہ بھی تھین۔

نکاح   خنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے پہلا نکاح ہوا[4]۔

ہجرت   خنیس اسلام مین آپ کے دوش بدوش تھے، جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اسوقت بھی
زن و شوہر کا ساتھ تھا۔

عام حالات   حضرت خنیسؓ جنگ بدر مین شریک ہوئے چونکہ اس موقع پر مہلک زخم کھائے
تھے، مدینہ پہونچکر وفات پائی یہ واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے جبکہ آنحضرتؐ جنگ بدر سے تشریف
لے آئے تھے[5]

حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئین تو حضرت عمرؓ نے جناب ابو بکرؓ سے نکاح کردینے کا خیال
ظاہر کیا، وہ خاموش ہورہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو ناگوار ہوئی۔ اسوقت
حضرت عثمان غنیؓ کی بیوی، رقیہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوچکا تھا، اسیلے حضرت عثمان
سے کہا، انھون نے جواب دیا کہ ابھی مین نکاح کرنا نہین چاہتا، حضرت عمر آنحضرت صلعم کی
خدمت مین آئے اور آپ سے صورت واقعہ بیان کی۔ حضرت عمرؓ اور جناب رسالت مآب

[1] استیعاب ج ۲ ۷ [2] ایضاً ۲۸ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۶ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۲۵ [6] طبقات ج ۸ ص ۵۶۔

صلعم کے تعلقات خصوصی ایسے نہ تھے کہ قرابت تک نوبت نہ آتی، ادھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی عائشہ آپ کے نکاح مین آچکی تھین، حفصہ کو بھی یہ شرف عطا ہونا مقتضائے مشیت تھا اس لیے آپ نے فرمایا "حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہوجائے جو عثمان سے بہتر ہے" اور عثمان کو ایسی بیوی ندبجائے جو حفصہ سے بہتر ہے" پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو حفصہ کا پیام دیکر اپنا نکاح کرلیا۔

بعد ازین حضرت ابوبکرؓ عمرؓ سے ملے اور کہا کہ آپ مجھ سے خفا نہون رسول اللہ صلعم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا مین یہ بات ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا اس لیے خاموش ہورہا اگر آنحضرت صلعم کا یہ خیال نہوتا تو مین ہی نکاح کرلیتا۔[1]

حضرت حفصہ کا یہ نکاح ۳؁ھ مین ہوا۔

تحریم ابو اسامہ حماد بروایت حضرت عائشہ بیان کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ عصر کی نماز کے بعد ازواج کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایکدن حضرت حفصہ کے پاس معمول سے زیادہ دیر ہوگئی، بمقتضائے فطرت حضرت عائشہ کو رشک ہوا اور انھون نے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ کسی عورت نے حفصہ کے پاس ہدیۃً شہد بھیجا تھا اور آنحضرت صلعم نے اسے کھایا ہے، حضرت عائشہ نے اسکا ذکر سودہؓ سے کیا اور ان کو سکھا دیا کہ جب آنحضرت صلعم تمھارے پاس آئین تو کہنا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا ہے (مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جسکو شہد کی مکھی چوستی ہے اسمین کسیقدر بو ہوتی ہے اور بو آنحضرت صلعم کو سخت ناپسند تھی) آپ فرمائینگے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے، تم کہنا شاید یہ شہد عرفط کی مکھی کا ہے۔ یہی بات حضرت صفیہ کو بھی سکھادی۔ آپ سودہ کے پاس تشریف لائے تو انھون نے حسب قرارداد یہی کہا۔ حضرت عائشہ اور حضرت صفیہ نے بھی یہی گفتگو کی اسکے بعد آپ ایک دن حفصہ کے پاس آئے تو انھون نے حسب معمول شہد کے متعلق استمزاج کیا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہین اور عہد کرلیا کہ آیندہ شہد نہ کھائین گے۔

یہ روایت ابن سعد نے لکھی ہے مگر صحیح بخاری مین شہد پلانیوالا حضرت زینب کو بتلایا ہے اور لکھاہے کہ حضرت عائشہ کے مشورہ مین صرف حفصہ بنت عمر شریک تھین اسکے بعد قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ۔ سورۃ التحریم

اے نبی تم بیویوں کی خوشنودی کے لیے جو چیز خدا نے حلال کی ہے اوسکو اپنے اوپر کیون حرام کرتے ہو۔

ابن سعد نے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ اور کتابون مین کہین اس واقعہ کی نسبت حضرت حفصہ کے ساتھ دیکھی نہین گئی۔ پھر بخاری کی روایت کو صحیح ماننے مین کوئی تامل کی گنجائش بھی نہین جبکہ روایتاً و درایتاً کسی قسم کا ضعف پایا نہین جاتا۔

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد آنحضرت صلعم نے کوئی بات راز کی حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید فرمادی کہ کسی سے نہ کہین۔ مگر وہ حضرت عائشہ سے چھپا نہ سکین۔ اسپر یہ آیت اتری۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (سورہ تحریم)

اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویون سے راز کی بات کہی اور انھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اون سے کہا تو انھون نے کہا کسنے آپکو خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خدائے علیم و خبیر نے خبر دی۔[1]

چونکہ یہ صورت رسول اللہ کے برہمی کی تھی اس لیے حضرت حفصہ و حضرت عائشہ نے متفق ہو کر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو دونون کی شان مین اس آیت کا نزول ہوا۔[2]

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (تحریم)

اگر تم دونون خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہین اور اگر رسول اللہ صلعم کے مین مظاہرہ کرو تو خدا، جبریل اور نیا تمام سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہین،

اس آیۃ مین منافقین کی طرف اشارہ ہے اور اونکو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حفصہ اور عائشہ دونون مظاہرہ کرین اور منافقین سازش کرکے اس سے فائدہ اٹھانا چاہین تو بھی خدا پیغمبر کی مدد کریگا۔ اور خدا کے ساتھ جبریل، ملائکہ اور تمام دنیا ہے

فضائل و کمالات حضرت حفصہ بہت سمجھدار تھین انکو تعلیم و تفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمرؓ حمزہ بن عبداللہ حارثہ بن وہب، عبدالرحمان بن حارث، وغیرہ مردون مین اور صفیہ بنت ابی عبیدہ، ام مبشر انصاریہ عورتون مین ان کے دائرہ تلامذہ مین داخل ہین حضرت

[1، 2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹

حفصہؓ سے ۶۰ حدیثین منقول ہین جو انھون نے خود آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے سُنی تھین[1]

مسند ابن حنبل مین حضرت حفصہ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین مین ان کو کیا شغف تھا" ایک بار آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم مین داخل نہونگے، حضرت حفصہ نے اعتراض کیا کہ اللہ تو فرماتا ہے

وان منکم الا واردھا۔ تم مین سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا

آپ نے فرمایا، ہان مگر یہ بھی تو ہے،

ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا۔ پھر ہم پرہیزگارون کو نجات دینگے اور ظالمونکو اسمین زانوؤن کے بل گرا ہوا چھوڑ دینگے[2]

اخلاق وعادات حضرت حفصہ بڑی عبادت گذار اور مذہب کی پابند تھین۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھین، آخر وقت تک روزہ نہ چھوڑا[3]

حضرت عائشہ اور ان مین بنا پا تھا، اکثر معاملات مین ایک دوسرے کی شریک تھین کبھی کبھی رقابت کا بھی اظہار ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ کے ذکر مین لکھا گیا۔

حضرت عائشہ ان کی نسبت فرماتی تھین "حفصہ اپنے باپ کی بیٹی ہین" جیسے راسخ الارادہ ہر بات مین وہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہین[4]"

کسیقدر مزاج مین تیزی تھی، بعض اوقات آنحضرت صلعم کو برابر سے جواب دیتی تھین،

صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ کی روایت ہے" جاہلیت مین عورتون کی بہت کم وقعت ہوتی تھی، ایک دن مین کسی معاملہ مین شامل تھا میری بیوی نے مجھے مشورہ دیا مین نے انکو جھڑک دیا کہ تمکو ان امور سے کیا واسطہ بولین "تمکو میری بات اچھی نہین لگتی حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر جواب دیتی ہے" مین یہ سُنکر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے انھون نے کہا بیشک مین ایسا کرتی ہون مین نے کہا خبردار ایسا نہ کیا کرو، مین تمکو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون[5]

وفات ان کے سال وفات مین اختلاف ہے۔ ابن اثیر کا رجحان اس طرف ہے کہ جو زمانہ حضرت حسن بن علیؓ کے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کا ہے، وہی زمانہ حضرت حفصہ کی وفات کا ہے یعنی سنہ ۴۱ھ[6]۔

---

[1] زرقانی ص ۲۱، ج ۳ [2] مسند ج ۶ ص ۲۸۵ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [4] سنن ابی داؤد ذکر حفصہ [5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۰ [6] اسد الغابہ ۵۲۱۲

ابن سعد لکھتے ہین کہ حضرت حفصہ نے شعبان سنہ ۴۵ھ مین وفات پائی اور یہی صحیح ہے
کیونکہ اکثر ارباب سیر اس پر متفق ہین۔

مروان عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابوہریرہ ان کا جنازہ مغیرہ کے
گھر سے مدفن تک لے گئے۔ عبداللہ بن عمر، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم، عبداللہ
اور حمزہ قبر مین اُترے اور بقیع مین آپ دفن کی گئین [1]۔

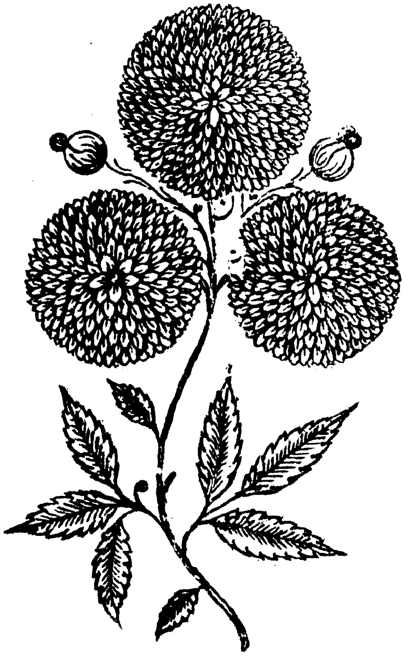

[1] ابن سعد ج ۸ ص ۶۰۔

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ

نام ونسب زینب نام، ام المساکین لقب، نسب یہ ہے زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ ابن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔[1]

نکاح پہلے عبد اللہ ابن جحش کی زوجیت مین تھین جو جنگ احد ۳ھ مین شہید ہوے، عبد اللہ کے بعد اسی سال آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ لیکن دو ہی تین مہینہ کے بعد سفر آخرت پیش آیا۔[2] یہ پہلی بیوی ہین جو آپ کی زندگی مین خدیجہ کے بعد رہگراے فردوس ہوئین۔ وفات کے وقت ان کی عمر کم وبیش تیس سال تھی۔[3] زمانہ انتقال آخر ماہ ربیع الاول ہے، رسول اللہ صلعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع مین دفن فرمایا۔[4]

ان کے پہلے نکاح مین اختلاف ہے، ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے وہ طفیل بن حارث ابن عبد المطلب کے نکاح مین تھین، اونسے طلاق دے دی تو عبیدہ بن حارث سے نکاح ہوا جو جنگ بدر مین شہید ہوئے۔[5] مگر ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم سے قبل آپ کا نکاح عبد اللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ اور یہی خیال ہے علامہ بن عبد البر اور مورخ ابن اثیر کا (ملاحظہ ہو استیعاب ص۷۵۳ و اسد الغابہ ص۴۶۶)

آنحضرت صلعم سے ان کا نکاح اوائل رمضان[6] ۳ھ مین ہوا اور بارہ اوقیہ زر مہر قرار پایا بعض لوگ حدیث "اولکن لحوقا بی اطولکن یدا" زینب بنت خزیمہ کے حق مین بتاتے ہین کیونکہ وہ بہت صدقہ دیا کرتی تھین اور مساکین پر بہت مہربان تھین، لیکن یہ غلط ہے اصل مین یہ حدیث زینب، بنت جحش سے متعلق ہے جنکا انتقال آنحضرت صلعم کے بعد تمام ازواج سے پہلے ہوا۔ زینب بنت خزیمہ تو باتفاق محدثین آنحضرت صلعم کی زندگی مین وفات پا چکی تھین۔[7]

---

[1] استیعاب ص۷۵۳، [2] ایضاً [3] و [4] طبقات ج۸ ص۸۲ [5] ایضاً [6] ایضاً [7] اصابہ ص۶۰۵۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ

نام ونسب آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ اصل نام ہند ہے، لیکن چونکہ کنیت زیادہ متعارف ہے اس لیے ام سلمہ کے نام سے مشہور ہین۔ باپ ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھے اور ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک کنانیہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ کا نام رملہ بھی بتلاتے ہین مگر اسکی کوئی اصل نہین۔ محدثین اس روایت کو لیس بشیٔ سے تعبیر کرتے ہین[1]

ابوامیہ کا نام حذیفہ تھا اور زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ مکہ کے فیاضون مین ان کا خاص اعتبار تھا اور جب کبھی سفر کرتے تھے تو تمام قافلہ کے خود کفیل ہوتے تھے، یہی فیاضانہ کفالت تھی جس کی دلپذیری نے زبان عرب سے ابوامیہ کو یہ لقب دلایا[2]

نکاح پہلے جناب ام سلمہ کا نکاح ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جو ان کے چچیرے بھائی تھے[3]

اسلام یہ اور ان کے شوہر دونون ان لوگون مین سے ہین جنکو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے[4] یعنی آغاز نبوت مین جبکہ لوگ "ترک و اختیار" کی کشمکش مین مبتلا تھے اور مذہب کی نسبت حق بجانب فیصلہ کرنا صرف خوش نصیبون کا حصہ تھا، یہ میان بیوی اسلام کی غیر فانی دولت سے مالا مال ہوئے،

ہجرت جسطرح اسلام مین دونون دوش بدوش تھے اسی طرح ہجرت مین بھی ایکدوسرے کے ساتھ رہے۔ پہلے حبشہ کا رخ کیا وہان سے کچھ دنون کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی مدینہ کی ہجرت مین حضرت ام سلمہ کو جو المناک واقعات پیش آئے انہین کی زبان سے ابن اثیر نے اپنی کتاب مین بیان کئے ہین فرماتی ہین "جب ابوسلمہ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کرلیا تو ان کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اوسی پر مجھکو اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کردیا اور اونٹ کی نکیل ہاتھ مین لیے چلدیے۔ بنو مغیرہ نے جو میرے میکے کے لوگ تھے ہم لوگونکو

---

[1] و [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۰۵ [3] ایضاً [4] ایضاً ۲۰۶۔

دیکھ لیا اور ابوسلمہ سے مزاحمت کی کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی خراب حالت، مین نہ جانے دین گے
ابوسلمہ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ استنے مین بنو عبدالاسد ابوسلمہ کے
خاندان کے لوگ آپہونچے اور انھون نے میرے بچے سلمہ پر قبضہ کرلیا اور بنو مغیرہ سے کہا اگر تم
اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ نہین جانے دیتے تو ہم اپنے بچے کو تھاری لڑکی کے پاس ہرگز نہ چھوڑینگے
اب مین، میرا شوہر، میرا بچہ تینون ایک دوسرے سے جدا تھے، مارے صدمہ کے میری حالت
خراب تھی چونکہ ہجرت کا حکم ہو چکا تھا اسلیے ابوسلمہ تو مدینہ پہونچ گئے مین تنہا رہگئی۔ روزانہ صبحکو
گھر سے نکلتی اور ایک ٹیلے پر بیٹھکر شام تک رویا کرتی، اسی حال مین مجکو کم وبیش ایک سال
ہوگیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک شخص نے جو میرا عزیز تھا، میری یہ پریشانی دیکھ کر ترس کھایا
اور بنو مغیرہ کو جمع کرکے سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا ”آپ لوگ اس مسکین کو کیون نہین چھوڑدیتے
جسکو آپ نے اوس کے بچہ اور شوہر سے جدا کردیا ہے،، یہ مفہوم کچھ ایسے موثر الفاظ مین ادا
کیا گیا تھا کہ میرے میکے والون کو رحم آگیا اور انھون نے اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو
اپنے شوہر کے پاس جاسکتی ہو، یہ سنکر بنو عبدالاسد نے بھی میرے بچے کو میرے پاس بھیجدیا
اب مین نے اونٹ پر کجاوہ کسا اور سلمہ کو گود مین لیکر سوار ہوگئی۔ مین بالکل تنہا تھی اور
اسی عالم مین تنعیم پہونچی وہان عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ انھون نے میرا ارادہ معلوم
کرکے مجھ سے پوچھا کیا کوئی تمھارے ساتھ ہے مین نے کہا، نہین صرف مین ہون اور یہ میرا
بچہ، انھون نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور ہاتھ سے کھینچتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے، خدا
جانتا ہے مجھے طلحہ سے زیادہ شریف آدمی عرب مین نہین ملا، جب منزل آتی اور ہمکو ٹھہرنا
پڑتا تو وہ کسی درخت کی آڑ مین ہوجاتے، چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کو تیار کرلاتے اور
جب مین اطمینان سے بیٹھ جاتی تو اونٹ کی مہار لیکر آگے آگے چلنے لگتے۔ اثناء سفر مین یہی
معمول رہا، مدینہ پہونچکر بنی عمرو بن عوف کی آبادی (موضع قبا) سے گذر ہوا تو عثمان ابن
طلحہ نے مجھ سے کہا تمھارا شوہر اس گاؤن مین ہے ابوسلمہ یہان ٹھہرے ہوے تھے، مین
اللہ کے بھروسہ پر اس محلہ مین داخل ہوئی اور خدا خدا کرکے اون سے ملاقات ہوئی، عثمان
ابن طلحہ مجھے ابوسلمہ کا پتہ بتا کر مکہ واپس ہوگئے،،[1]

حضرت ام سلمہ پر اس ہمدردی کا ہمیشہ اثر رہا اور وہ اکثر فرمایا کرتی تھین۔

---

[1] اسد الغابہ ۵۸۸ و ۵۸۹۔

مَا رَأَيْتُ صَاحِبًا قَطُّ أَكْرَمَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَة - مین نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی کوئی نہین دیکھا،

اس دور ابتلا مین جبکہ مسلمان ہر طرف سے آماجگاہ حوادث بنے ہوے تھے اور اون کی پریشانیون کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ہجرت کے موقع پر جو مصیبتین حضرت ام سلمہ کو اٹھانی پڑین انہین کا حصہ تھین چنانچہ اون کا دل خود بھی اس احساس سے خالی نہ تھا اور وہ جب ہجرت کا ذکر کرتین تو فخریہ کہتی تھین "مین نہین جانتی کہ اہل بیت مین سے کسی نے وہ مصیبتین اٹھائی ہون، جو اسلام کی خاطر خاندان ابو سلمہ کو جھیلنا پڑین "[۱]

جہان اور اوصاف مین حضرت ام سلمہ دیگر ازواج سے ممتاز تھین ہجرت مین بھی انکو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ پہلی پردہ نشین بیوی تھین جنکو ابتدائً مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا اتفاق ہوا[۲]

حضرت ام سلمہ بڑی باوقعت بیوی تھین، ان کے باپ ابو امیہ جنکا ذکر اجمالاً کیا جا چکا ہے، قریش کے نہایت معزز و معروف شخص تھے، ہجرت کے زمانہ مین جب یہ قبا مین داخل ہوئین تو لوگ ان کا حال پوچھتے اور باپ کا نام سنکر یقین نہ کرتے تھے - کیونکہ شریف عورتین اُس زمانہ مین بھی اسطرح تنہا نکلنے سے پرہیز کرتی تھین - حضرت ام سلمہ کو اسلام کا درد تھا اور خدا کے حکم کی پابندی فرض سمجھتی تھین اسلیے ان کو کچھ خیال نہ ہوتا اور مجبوراً چپ ہو رہتین جب کچھ لوگ حج کے لیے مکہ روانہ ہوے اور انھون نے اپنے گھر رقعہ بھیجا اسوقت سبکو ان کی شرافت و خاندانی بزرگی کا یقین آیا[۳]

ابھی ہجرت کے مصائب تازہ تھے اور شوہر کے پاس زیادہ رہنے کا موقع نہ ملا تھا کہ حضرت ابو سلمہ کو بتقریب جہاد غزوۂ احد مین شریک ہونا پڑا، میدان جنگ مین انہین کے ہمنام ابو سلمہ جشمی کے تیر سے ان کا بازو زخمی ہوا - ایک ماہ تک علاج ہونے کے بعد صحت ہوئی - اس کے دو سال گیارہ ماہ بعد پھر آنحضرت صلعم کے حکم سے قطن کی طرف بھیجدیے گئے وہان انکو ۲۹ شبانہ روز صرف ہوگئے[۴]

۴؁ھ مین صفر کی آٹھوین نوین کو پھر مدینہ آئے مگر اب زخم شق ہوگیا تھا اس سے جانبر نہو سکے اور اسی سال جمادی الاخری کی نوین تاریخ کو وفات پائی[۵]

[۱] اسد الغابہ ۵۸۹ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ماخوذ از اصابہ جزء ۲ ص ۸۸ [۵] و [۶] طبقات جزء ۸ ص ۶۰ و ۶۱

حضرت ام سلمہ آنحضرت صلعم کو خبر وفات سنانے آئین آپ خود انکے گھر تشریف لائے مکان محشر غم بنا ہوا تھا حضرت ام سلمہ بار بار کہتین ہائے غربت مین کیسی موت ہوئی" آپ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا اُن کی مغفرت کی دعا مانگو اور کہو اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِنْھَا اے اللہ مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین دے،، پھر رسول اللہ ابو سلمہ کی لاش پر تشریف لائے بڑے اہتمام سے جنازہ کی نماز پڑہائی گئی جس مین آپ نے ۹ تکبیرین کہین لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو سہو تو نہین ہوا ؟ فرمایا یہ ہزار تکبیرون کے مستحق تھے چونکہ وفات کے وقت ابو سلمہ کی آنکھین کھلی رہ گئی تھین اس لیے رسول اللہ نے خود دست مبارک سے انکی آنکھین بندکین اور مغفرت کی دعا مانگی[۱]

نکاح ثانی جب حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام سلمہ حاملہ تھین[۲] بعد انقضاے عدت حضرت ابو بکرؓ نے انکی غربت و کس مپرسی کے خیال سے اپنے نکاح کا پیغام دیا، انھون نے انکار کر دیا[۳]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے بھی اپنے نکاح کا پیام دیا تھا مگر صاحب اصابہ کا خیال ہے کہ حضرت عمر کے واسطہ سے آنحضرت صلعم نے اپنے نکاح کا پیام بھیجا تھا، ابو سلمہ کی جان نثاریون اور ام سلمہ کی بے مائگی و غربت کا احساس ایسا نہ تھا کہ جناب رسالتمآب صلعم کو متاثر نہ کرتا آپ نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا اب حضرت ام سلمہ کو یہ جراءت نہ تھی کہ تعمیل ارشاد سے انحراف کرتین پہلے چند عذر کئے مگر آنحضرت صلعم نے سب شرطین منظور فرمائین تو راضی ہوگئین[۴] اور اپنے بیٹے عمر سے کہا " اٹھو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو[۵] شوال ۴ھ کی اخیر تاریخون مین رسم ازدواج ادا ہوئی اور اس طرح نہ صرف حضرت ام سلمہ کے اوس جانگسل صدمہ کی تلافی ہوگئی جو انکو ابو سلمہ کی حسرت خیز وفات سے پیدا ہوا تھا بلکہ اونکی عارضی مدت حیات ابدی مسرت مین تبدیل ہوگئی۔

احمد بن اسحق حضرمی زیاد بن مریم کے حوالہ سے کہتے ہین کہ " ایک بار ام سلمہ نے اپنے شوہر ابو سلمہ سے کہا " مجھے معلوم ہوا ہے اگر کسی عورت کا شوہر جنت نصیب ہو اور عورت اوسکے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اوس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت مین جگہ دیتا ہے

---

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۵ [۲] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۵ [۳] سنن نسائی ص ۱۰۱۵ [۴] طبقات ج ۸ ص ۶۲ [۵] ایضاً۔

یہی صورت مرد کے لیے ہے تو آؤ ہم تم معاہدہ کرلین نہ تم ہمارے بعد نکاح کرو نہ ہم تمھارے بعد ابو سلمہ نے جواب دیا کیا تم میری اطاعت کروگی؟ ام سلمہ نے کہا سوائے تمھاری اطاعت کے مجھے کس بات مین خوشی ہو سکتی ہے، ابو سلمہ نے کہا تو جب مین مرجاؤن تو میرے بعد نکاح کرلینا پھر ابو سلمہ نے دعا مانگی "یا اللہ میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرما"، حضرت ام سلمہ فرماتی ہین جب ابو سلمہ مرگئے تو مین اپنے دل مین کہتی تھی ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا اسکے کچھ دنون کے بعد آنحضرت صلعم سے میرا نکاح ہوگیا[1]

مذکورہ بالا بیان سے زوجین کے خوشگوار تعلقات کا پتہ چلنے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین اسلام کی سچی اور بے لوث تعلیم کا کتنا گہرا اثر تھا۔ کیا یہ اس دور حقانیت کی متبرک مثال نہ تھی کہ ایک شوہر اپنے جذبات کو دباتے ہوے بیوی کو صفائی سے نکاح ثانی کی ہدایت کر رہا ہے؟

آنحضرت صلعم نے ام سلمہ کو دو چکیان، دو مشکیزے ایک تکیہ چمڑے کا جسمین خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا، یہی سامان دوسری ازواج رض کو عطا ہوا تھا[2]

رشک مقتضاے فطرت ہے اور یہ مذموم بھی نہین اگر حسد تک نوبت نہ آئے جب حضرت ام سلمہ آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین تو حضرت عائشہ رض کو ان کے حسن و جمال کا حال سنکر رشک ہوا اور وہ دیکھنے آئین چونکہ انکی خوبروئی کا خیال ذہن مین راسخ ہوچکا تھا باوجود غور کرنے کے یہی سمجھ مین آیا کہ ام سلمہ جتنا کہا جاتا ہے اوس سے کہین زیادہ حسین ہین" اسکا ذکر حضرت حفصہ رض سے کیا انھون نے سمجھایا کہ لوگ مبالغہ کرتے ہین غیرت کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی۔ پھر حضرت حفصہ نے بھی دیکھا اور یہی کہا اب جو حضرت عائشہ نے غور سے دیکھا تو قائل ہوگئین کہ واقعی حفصہ سچ کہتی ہین۔ بہر حال اس روایت سے حضرت ام سلمہ کی خوبروئی ثابت ہوتی ہے اور حضرت عائشہ رض پر کوئی اخلاقی الزام نہین آتا[3]

ان کی حیا و شدت غیرت کا حال ان کے نکاح ثانی مین بیان کیا جاچکا ہے ابتداءً نکاح کے بعد بھی یہ صورت رہی کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لاتے تو اپنی شیر خوار لڑکی کو دودھ پلانے لگتین آپ یہ دیکھ کر واپس ہوجاتے حضرت عمار بن یاسر ان کے رضائی بھائی تھے یہ سنکر ناراض ہوئے اور لڑکی کو اپنے گھر لے گئے[4]

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۶۱ [2] ایضاً ص ۶۳۔ [3] طبقات ج ۸ ص [4] ایضاً

رفتہ رفتہ یہ بات کم ہوتی گئی اور جیسے دوسری بیویاں رہتی تھین رہنے لگین بلکہ بعد مین تعلقات موانست استنے بڑھ گئے کہ حضرت عائشہ کے بعد انہین کا درجہ قرار دیا جاتا ہے،

عام حالات حضرت ام سلمہ کے واقعات نکاح مین یہ واقعہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جسدن یہ بیاہ کر لائی گئین اوسی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ زینب بنت خزیمہ رض کا انتقال ہوچکا تھا رخصتی کے بعد حضرت ام سلمہ انہین کے گھر لائی گئین، اسباب خانہ داری پہلے ہی سے باقاعدہ تھا، سب چیزین مہیا تھین، حضرت ام سلمہ نے ایک گھڑے سے جو نکالے اور کچھ چربی نکالکر دیگچی مین چڑہا دی، جو پیسکر اوسی دیگچی مین چربی ملاکر کھانا تیار کیا یہ تھا وہ کھانا جو جناب رسالت مآب اور انکی شریک زندگی نے شب عروسی مین تناول فرمایا[1]

صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین رسول اللہ کو انکا صائب مشورہ دینا بہت مشہور واقعہ ہے صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ صلح کے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین اور چونکہ شرائط صلح بظاہر مسلمانون کے خلاف تھین اس لیے عام طور پر شکستہ دلی پھیلی ہوئی تھی، آپ کے تین بار حکم دینے پر بھی کوئی شخص تعمیل ارشاد پر آمادہ نہ ہوا آپ گھر آئے اور حضرت ام سلمہ سے واقعہ بیان کیا انھون نے کہا "آپ کسی سے کچھ نہ فرمایئے باہر نکلکر خود قربانی کیجیے اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیے" آپنے ایسا ہی کیا جب لوگون نے دیکھا کہ آپ کا فرمان ناطق ہے اور آپ خود اسپر عمل پیرا ہین تو سب نے قربانیان کین اور احرام اتارا[2]

حضرت ام سلمہ کی یہ وہ راے تھی جس کی موزونیت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت ام سلمہ رض ہرچند بیمار تھین مگر آپ کو گوارا نہ ہوا کہ دینی فرض سے پہلو تہی کرین اس لیے باوجود عذر صحیح ہونے کے آنحضرت صلعم کے ساتھ آئین طواف کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا "ام سلمہ! جب نماز فجر ہونے لگے تم اونٹ پر سوار ہوکر طواف کرلینا"[3]

جب آنحضرت صلعم کی علالت نے طول کھینچا اور آپ حضرت عائشہ کے مکان مین منتقل ہوگئے تو حضرت ام سلمہ آپ کو دیکھنے اکثر آیا کرتی تین۔ ایک دن طبیعت زیادہ مضمحل ہوئی تو ضبط نہ کرسکین بے ساختہ چیخ نکل گئی آپ نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانون کا شیوہ نہین[4]

---

[1] طبقات ج ۸ ص [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰ [3] ایضا ج ۱ ص ۲۱۹ [4] طبقات ج ۲ ص ۱۳ ق ۲

۵ھ مین جبکہ بنو قریظہ کے محاصرہ مین یہود سے گفتگو کرنے کے لیے بارگاہ نبوت سی حضرت ابولبابہ بھیجے گئے تو حضرت ابولبابہ نے اثناء مشورہ مین ہاتھ کے اشارہ سے یہودیون کو بتلایا کہ تم قتل کئے جاؤ گے مگر اس کو افشاء راز سمجھ کر بعد مین اتنے نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سی اپنے تئین باندھ دیا اور دو دنون تک اپنے آپ کو اسی حال مین رکھا۔

ایک دن صبح کو جناب رسالتمآب حضرت ام سلمہ کے مکان مین مسکراتے ہوئے اٹھے تو آپ بولین "اللہ آپ کو ہمیشہ ہنسائے اسوقت ہنسی کا کیا سبب ہے" فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی" حضرت ام سلمہ نے اجازت چاہی کہ انکو یہ مژدہ سنا دین فرمایا "ہان اگر چاہو"۔ ان کا مکان مسجد نبوی سے اتنا قریب تھا کہ اگر گھر سے آواز دین تو مسجد مین سنی جا سکے، اجازت پاکر اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئین اور پکار کر کہا "ابولبابہ مبارک ہو تمہاری توبہ مقبول ہوئی" پھر کیا تھا یہ آواز کانون مین پہنچتے ہی تمام مدینہ اکٹھا ہوگیا[۱]

واقعہ ایلا مین جب حضرت ابوبکر و عمر نے اپنی اپنی صاحبزادیون کو سمجھایا اور حضرت عمر حضرت ام سلمہ کے پاس بھی آئے اور گفتگو کی تو حضرت ام سلمہ نے ذرا سخت لہجہ مین کہا۔

عجباً لک یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیئ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ وازواجہ۔	ابن خطاب! تعجب ہے کہ تم ہر بات مین دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب تم رسول اللہ صلعم اور انکی ازواج کے درمیان بھی دخل دینے لگے[۲]

جناب حسین ؓ کی شہادت کے متعلق رسول اللہ حضرت ام سلمہ ؓ سے پہلے ہی پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ چنانچہ جسوقت حضرت حسین ؓ شامی افواج کے نرغہ مین دلیرانہ استقامت و پامردی سے اپنی زندگی کے آخری لمحے پورے کر رہے تھے عین اسی وقت حضرت ام سلمہ ؓ نے خواب مین دیکھا، کہ رسول اللہ تشریف لائے ہین اور نہایت پریشان ہین، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے، پوچھا یا رسول اللہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین کے مقتل سے واپس آرہا ہون" آنکھ کھلی تو آنسو جاری ہوگئے اسی عالم مین زبان سے نکلا "اہل عراق نے حسین کو قتل کیا خدا انکو قتل کرے حسین کو ذلیل کیا خدا ان لوگون پر لعنت کرے"[۳]

اولاد حضرت ام سلمہ کی تمام اولاد جو پہلے شوہر سے تھین آنحضرت صلعم کے صلب مبارک سے ان کے کوئی اولاد نہین ہوئی۔ ان کے ذکر مین اصابہ، اسد الغابہ و طبقات مین سلمہ و عمر

---

۱ زرقانی ج ۲ ص ۱۵۳ و ابن سعد ج ۲ ص ۵۴ ۲ صحیح مسلم باب الایلا، ۳ مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۸

دو لڑکون اور زینب ایک لڑکی کا بیان آیا ہے۔ صحیح بخاری مین دُرّہ کا بھی ذکر ان کی لڑکیونکی ذیل مین کیا گیا ہے تفصیل مذکورہ حضرت ام سلمہ کے چار اولادین ہوئین جنکا مختصر تذکرہ یہ ہے

سلمہ کا مولد حبشہ ہے جس وقت حضرت ام سلمہ نے ہجرت کی ہے یہ انکی گود مین تھے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ کی لڑکی امامہ کا نکاح انہین سے کیا تھا۔

عُمر آنحضرت صلعم کا نکاح حضرت ام سلمہ سے ان کے زیر اہتمام ہوا اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت مین فارس اور بحرین کے حاکم تھے،

دُرّہ۔ حضرت ابو امیہ جناب رسالتمآب کے رضاعی بھائی تھے۔ ایک بار حضرت ام حبیبہ نے آنحضرت صلعم سے کہا "مین نے سُنا ہے آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہین،" فرمایا "یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی تو بھی میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے[1]"

زینب زرقانی مین لکھا ہے کہ پہلے ان کا نام بَرّہ تھا پھر آنحضرت صلعم نے زینب رکھا۔

اخلاق وعادات حضرت ام سلمہؓ کی زندگی سرتا پا زہد تھی زخارف دنیوی کی طرف بہت کم توجہ کرتی تھین ایک دفعہ ایک ہار پہن لیا جسمین کچھ سونا بھی شامل تھا آنحضرت صلعم نے اعتراض فرمایا تو اتار ڈالا[2]۔ ہر مہینہ مین دوشنبہ، جمعرات، اور جمعہ تین دن روزہ رکھتی تھین[3] پہلے شوہر کی اولاد ساتھ تھی جن کی پرورش نہایت احتیاط و دلسوزی سے کرتی تھین، آنحضرت صلعم سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ "مجھے کچھ اسکا ثواب ملے گا فرمایا "ہان"[4]۔ اوامر ونواہی کا بھی بہت خیال رکھتی تھین۔ نماز کے اوقات مین بعض لوگون نے مستحب وقت ترک کردیا تو حضرت ام سلمہ نے انکو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو[5]۔

خود بھی بڑی سخی تھین اور دوسرون کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھین۔ ایک بار چند فقیر ان کے گھر آئے اور بڑی لجاجت سے سوال کرنے لگے، ام الحسین ان کے پاس بیٹھی تھین انھون نے ڈانٹا مگر حضرت ام سلمہ نے انکو روکا اور کہا کہ ہمکو اس کا حکم نہین ہے، پھر لونڈی کو حکم دیا کہ ان کو کچھ دیکر رخصت کرو کچھ نہو تو ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھدو[6]۔

ایکمرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان سے کہا "امان! میرے پاس مال سقدر

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۱۵۔ [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ج ص ۱۹۸۔ [5] مسند ابن حنبل ص ۲۸۹ ج ۶ [6] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳،

جمع ہوگیا ہے کہ اب تباہی کا خطرہ ہے، بولین بیٹا! خرچ کرو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہین جو مجکو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھینگے"[۱]

آپ کو دوسرون کی راحت رسانی کا بھی بڑا لحاظ رہتا تھا، جہانتک ہوتا کارخیر مین دریغ نکرتین بمقتضائے محبت آنحضرت صلعم کے موے مبارک تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے تھے صحیح بخاری مین ہے کہ ان کے پاس ایک چاندی کا جلجلہ تھا اسمین موئے شریف رکھے ہوئے تھے صحابہ مین کسیکو تکلیف یا رنج پہونچتا تو ایک پیالہ مین بھر کر ان کے پاس لاتے آپ موی شریف نکالکر اس پانی مین حرکت دے دیتین اور اس کی برکت سے تکلیف دور ہوجاتی۔

آنحضرت صلعم کے آرام کا اتنا خیال رکھتی تھین کہ حضرت سفینہ کہ جو آنحضرت صلعم کے مشہور خادم اور دراصل ان کے غلام تھے، حضرت ام سلمہ نے اسی شرط پر آزاد کیا تھا کہ جب تک آنحضرت صلعم زندہ رہین ان کی خدمت مین حاضر رہین[۲]

آپ مین متانت اسقدر تھی کہ حضرت عائشہ جیسی کامل الاوصاف بیوی نے جو باتین وفات سے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ کے کان مین کہی تھین، بیتابانہ حضرت فاطمہ سے اسی وقت دریافت کین اور جواب نہ پاکر شرمندگی اٹھانا پڑی مگر حضرت ام سلمہ نے توقف کیا اور بعد وفات رسول اللہ دریافت کین[۳]

آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ انہین کے گھر نازل ہوئی یعنے آنحضرت صلعم ان کے مکان ہی مین تھے جب آیۃ تطہیر کا نزول ہوا۔ جسوقت یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلابھیجا اور فرمایا هولاء اهل بیتی یہ میرے اہل بیت ہین، حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مین بھی اہل بیت سے ہون؟ فرمایا بلٰی اِنْ شَاءَ اللّٰه ہان اگر خدا نے چاہا[۴]

جامع ترمذی مین کسیقدر تغیر سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگون کو بلا کر کمل اڑھایا اور کہا، الٰہی یہ میرے اہل بیت ہین۔ انسے ناپاکی کو دور کرا اور انکو پاک کر حضرت ام سلمہ نے یہ دعا سنی تو بولین یا رسول اللہ مین بھی ان مین شریک ہون فرمایا تم اپنی جگہ پر ہوا در اچھی ہو[۵]

---

[۱] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۰ [۲] ایضاً ج ۶ صفحہ ۳۱۹ [۳] طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۴۰ - [۴] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۹ [۵] ترمذی صفحہ ۵۲۱ -

یہ دو روایتین اس عنوان کے تحت مین اسلیے لکھی گئین کہ ان واقعات سے حضرت ام سلمہ کے اچھے کامون پر حریص ہونے کا اندازہ ہوسکے۔

فضائل وکمالات ازواج مطہرات مین فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت عائشہ کے بعد انہین کا درجہ تھا مصنف اصابہ نے ان کا ذکر ذیل کے الفاظ مین کیا ہے۔

کانت ام سلمۃ موصوفۃ بالجمال البارع والعقل البالغ والرای الصائب[۱]

ام سلمہ خوبروئی، کمال عقل اور اصابت رائے سے متصف تھین،

حضرت ام سلمہ نے ابوسلمہ، حضرت فاطمہ زہرا اور خود جناب رسالت آب صلعم سے احادیث روایت کی ہین۔ جن لوگون نے حضرت ام سلمہ کے حوالہ سے حدیث بیان کی ہے ان کے نام یہ ہین عمر، زینب (ان کی اولاد) عامر (ان کے بھائی) مصعب بن عبداللہ (ان کے بھائی کے بیٹے) نبہان (انکے مکاتب غلام) عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابن سفینہ ابوکثیر، خیرہ والدہ حسن (ان کے آزاد کردہ غلام) صفیہ بنت شیبہ، ہند بنت حارث فراسیہ قبیصہ بنت ذریب، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام (صحابہ مین سے) ابوعثمان عہدی، ابووائل، سعید بن المسیب، ابوسلمہ وحمید (عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے) عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، سلیمان بن یسار (تابعین سے) وغیرہ[۲]۔ ان کی مرویہ حدیثین کتب متداولہ مین ۳۷۸ پائی جاتی ہین

آپ کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا! ایک دن بال گندھوانے مین مصروف تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلعم خطبہ دینے کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے، زبان سے "ایہا الناس" کا لفظ نکلا تھا کہ مشاطہ سے بولین "بال باندھ دو" اسنے کہا جلدی کیا ہے، ابھی تو زبان سے "ایہا الناس" ہی نکلا ہے حضرت ام سلمہ نے کہا کیا خوب، "ہم آدمیون" مین داخل نہین ہین؟ اسکے بعد خود بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئین اور کھڑے ہوکر پورا خطبہ سنا[۳]۔

اس واقعہ سے علاوہ ذوق علمی کے ان کی حاضر طبعی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ذیل کے واقعات سے حضرت ام سلمہ کے تفقہ پر کافی روشنی پڑتی ہے،

(۱) حضرت ابوہریرہؓ رمضان مین جنابت کو ناقض صوم خیال کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے اس خیال کی تصدیق چاہی دونون نے تردید کی اور کہا

---

[۱] اصابہ ص ۸۸۹ [۲] الدرۃ البیضا مولنا شاہ علی انور ص ۱۵۲ [۳] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۷،

کہ آنحضرت صلعم خود بحالت جنابت روزہ سے پائے گئے۔ حضرت ابوہریرہ رض کو معلوم ہوا تو سخت نادم ہوئے اور کہا مین کیا کرون فضل بن عباس نے مجھ سے یہی کہا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ام سلمہ اور عائشہ کو زیادہ علم ہے[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رض عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیون پڑھتے ہین؟ کہا آنحضرت صلعم بھی پڑھا کرتے تھے چونکہ حضرت عبداللہ نے یہ حدیث حضرت عائشہ کے سلسلہ سے سنی تھی اسلیے مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، انھون نے کہا مجکو ام سلمہ سے پہونچی ہے حضرت ام سلمہ کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولین

یغفر اللہ لعائشۃ لقد وضعت امری علی غیر موضعہ اولم اخبرھا ان رسول اللہ صلعم قد نھی عنہما،

اللہ عائشہ کو بخشے انھون نے میری بات بیجا طریقہ پر سمجھی، مین نے ان سے یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم نے انکے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے؟[2]

ایک مرتبہ ایک شخص کو کوئی مسئلہ بتایا اسکو تسکین نہین ہوئی وہ ان کے پاس سے دوسری ازواج کے پاس گیا سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آکر حضرت ام سلمہ کو یہ خبر سنائی تو بولین نعم وَ اَشفِیك ! ٹھہرو! مین تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہون مین نے اسکے متعلق آنحضرت صلعم سے حدیث سنی ہے[3]

اب ہم چند اکابر ملت کی رائین ان کے فضل و کمال کے متعلق لکھ کر وفات کا حال لکھین گے۔

محمود بن لبید کہتے ہین "

کان ازواج النبی صلعم یحفظن من حدیث النبی صلعم کثیرًا ولا مثلًا لعائشۃ وام سلمۃ

یعنی یون تو ازواج مطہرات مین سبکو کثرت سے احادیث حفظ تھین مگر حضرت عائشہ اور ام سلمہ کا کوئی حریف نہ تھا۔[4]

علامہ ابن قیم کا قول ہے " اگر ان کے فتاوے جمع کیے جائین تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہوسکتا ہے[5]

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۰۶ و ۳۰۸ [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۹ و ۳۰۳ [3] ایضًا ص ۲۹۷ [4] طبقات ج ۲ قسم ۲ ص ۱۲۶ [5] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔

امام الحرمین فرماتے ہین "حضرت ام سلمہ سے زیادہ صائب الرائے عورتوں مین مجھے کوئی نظر نہین آتا"[1]

وفات ان کے سنہ وفات مین اختلاف ہے واقدی کا خیال ہے کہ شوال ۵۹ھ مین وفات پائی اور حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑہائی، ابن حبان کہتے ہین آخر ۶۱ھ مین بعد شہادت حضرت حسین بن علی آپنے انتقال کیا اور ابوخیثمہ اسکے قائل ہین کہ ان کا زمانہ وفات یزید بن معاویہ کا عہد خلافت ہے (یعنی آخر سنہ ۶۰ھ) مگر حق یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کا سال وفات ۶۳ھ ہے۔ اسی سال واقعہ حیرہ پیش آیا تھا یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر کے محاصرہ کے لیے شامی افواج مکہ پر چڑھ آئین تھین[2]

وفات کے وقت حضرت ام سلمہ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے اسکے جنازہ کی نماز پڑہائی قاعدہ تھا کہ حاکم وقت جنازہ کی نماز پڑہاتا تھا اس زمانہ مین ولید بن عتبہ مدینہ کا والی تھا مگر حضرت ام سلمہ کی وصیت کی وجہ سے وہ نہ آنے پایا بجائے اسکے حضرت ابوہریرہ نے یہ فرض ادا کیا کیونکہ صحابہ مین فضل وکمال، قدر ومنزلت کے اعتبار سے اس وقت سب سے زیادہ جلیل القدر یہی تھے[4]

[1] زرقانی ج ۲ ص ۲۷۲ [2] اصابہ قسم ا ج ۲ ص ۹۰۰ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۴ [4] طبری کبیر ج ۳ ص ۲۴۴۳-

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش

نام ونسب نام زینب، کنیت ام حکم آپ کا تعلق خاندان اسدیہ سے تھا جو اسد بن خزیمہ سے منسوب ہے[۱] آپ کا نسب یہ ہے۔ زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ ماں کا نام امیمہ تھا جو آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کی بیٹی تھیں اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی سگی بہن اس رشتہ سے حضرت زینب جناب رسالتمآب کی حقیقی پھوپھیری بہن ہوئیں[۲]

ہجرت و اسلام اسلام کے لحاظ سے آپ "سابقون الاولون" میں سے ہیں یعنی پہلے دور میں اسلام لائیں ابن اثیر لکھتے ہیں۔ کانت قدیمۃ الاسلام،

رسول اللہ صلعم کے ساتھ جن عورتوں نے ہجرت میں ہمرکابی کا شرف حاصل کیا انہی میں یہ بھی ہیں[۳]

نکاح حضرت زید بن حارثہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کے متبنّٰی بھی تھے، بایار نبوت پناہ حضرت زینب انہی کے ساتھ بیاہ دی گئیں، بظاہر تو یہ نکاح ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے لیکن حقیقت میں مساوات اسلام کی بے بعد تعلیم کا عملی سنگ بنیاد ہے،

"غلامی" کی نسبت ایک ایسی نسبت تھی جسکو اس زمانہ کی تاریک خیالی پر نظر کرتے ہوئے قریش اور خاصکر خاندان ہاشم کا دامن شرافت اپنے لیے کبھی نہ گوارا کر سکتا تھا لیکن چونکہ اسلام اس قسم کا لایعنی امتیاز اٹھا دینے کے لیے آیا تھا اور حضرت زید بن حارثہ کی دینی خدمات ایسی نہ تھیں کہ انکا رتبہ کسی طرح احرار سے کم سمجھا جاتا اس لیے آنحضرت صلعم نے حضرت زینب کو انکی زوجیت میں دے دیا، دوسرے یہ بھی مدنظر تھا کہ حضرت زید حضرت زینب کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں[۴]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [۲] طبقات ج ۸ ص ۷۱ [۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [۴] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳،

نکاح ہونیکو تو ہوگیا لیکن حضرت زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ انھون نے نکاح سے پہلے بھی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا لا أرضاه لنفسي[1] (مین انکو اپنے لیے پسند نہین کرتی) صرف رسول اللہ صلعم کی تعمیل ارشاد منظور تھی، اسلیے تقریبًا ایک سال تک نباہا مگر اسکے بعد ناگواریان بڑھتی گیئن اور حضرت زید نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ

ان زینب اشتد علیّ لسانها وانا — کہ زینب مجھسے زبان درازی کرتی ہین میرا ارادہ
أريد ان اطلقها۔ — ہے کہ انکو طلاق دے دون[2]

آنحضرت صلعم انکو سمجھاتے رہے کہ طلاق نہ دین۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہی

وَإِذْ تقول للذی انعمَ الله علیه و — اور جبکہ تم اِس شخص سے جسپر اللہ نے اور تم نے
انعمتَ علیه أمسِكْ علیكَ زوجكَ — احسان کیا کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح مین رکھو
واتّقِ الله۔ — خدا سے خوف کرو

مگر نباہ نہ ہوسکا۔ حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے ہی دی[3]۔

جب حضرت زینب طلاق کی عدت پوری کر چکین تو اس خیال سے کہ وہ آپ کی بہن ہونیکے علاوہ آپ ہی کے زیر تربیت سن شعور کو پہونچی تھین اور آپ ہی کے حکم سے زید کے نکاح مین آئین آپ نے اس مین انکی دلجوئی دیکھ کر خود نکاح کرنا چاہا۔ اسوقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور متبنّٰی کی وہی حیثیت سمجھی جاتی تھی جو اصلی بیٹے کی ہوتی ہے۔ حضرت زید، تبنیت کے رشتہ سے زید بن محمد مشہور تھے، اس لیے منافقون کے اعتراض کا خیال وجہ تامل ہوا[4] اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَتُخفي في نفسِكَ ما الله مبدیه — تم اپنے دلمین وہ بات چھپاتے ہو جسکو خدا ظاہر کرنے
وتخشى الناس والله احق ان تخشاه — والا ہے اور لوگون سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا سے ہی ڈرنا زیبا ہے

اللہ تعالی نے ایک تو دل سے یہ خطرہ نکالدیا دوسرے کھلے لفظون مین منافقون کو یہ مسکت جواب دیا۔

ما کانَ محمدٌ آبا احدٍ من رجالكم — محمد تم مین سے کسی مرد کے باپ نہونگے،
اور ادعوهم لآبائهم — لوگون کو ان کے باپ کے نام سے پکارو[5]،

[1] طبقات ج ۸ ص ۷۱، [2] فتح الباری تفسیر سورۂ احزاب و طبقات ج ۸ ص ۷۲، [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۴۵، [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴، [5] ایضًا۔

اب کوئی امر مانع نہ تھا آپ نے حضرت زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور زینب کو میرے نکاح کا پیام دو حضرت زید حضرت زینب کے گھر آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم تم سے نکاح کرنا چاہتے ہین، حضرت زینب بولین، جب تک خدا کا حکم نہو ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتی - یہ جواب دیکر مسجد کا رخ کیا ادہر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فلما قضیٰ زید منہا وطرا زوجنا کہا

چونکہ حکم الٰہی ہوچکا تھا اب کوئی امر ایسا نہ تھا کہ استحکام ازدواج مین حائل ہوتا اسلیئے نکاح کی تکمیل ہوگئی اور آنحضرت صلعم بغیر انتظار اجازت حضرت زینب کے پاس آنے جانے لگے[1] ولیمہ مین گوشت روٹی کا انتظام کیا گیا تھا جو مسلمانون نے شکم سیر ہوکر کھایا۔ ولیمہ کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی جسکی صورت یہ ہوئی کہ کھانے کے بعد لوگ باتون مین مشغول ہوگئے آپ حضرت زینب کے گھر مین تشریف رکھتے تھے ان لوگون کے سبب سے باربار آتے اور پھر چلے جاتے اخلاقاً کچھ نہ فرماتے اسپر یہ آیت اتری۔

یاایہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ ولٰکن اذا دعیتم فادخلوا واذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب،	اے ایمان والو نبی کے گھر نہ آؤ مگر اس صورت مین کہ تمکو کھانے کا اذن دیا جائے اس کے برتنون پر نظر ڈالے بغیر (آسکتے ہو) لیکن جب تمکو دعوت دیجائے تو آجاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتون مین نہ لگ جاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل نبی کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے بسبب شرم کے کچھ نہین کہتا مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہین اور جب تم ان (نبی کی بیبیون سے) کچھ مانگو تو ان سے پردہ کی آڑ سے مانگو[2]

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا اور لوگون کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہوگئی یہ واقعہ ذی قعدہ ۵ھ کا ہے،

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب دیگر ازواج کے مقابلہ مین اپنے نکاح پر فخر کرتی تھین اور کہا کرتی تھین میرا عقد اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ہے اور میرے ہی نکاح

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷ و ۷۵،

آنحضرت صلعم نے گوشت روٹی سے ولیمہ کیا[1]

ابن سعد اس ولیمہ کی خصوصیت ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

ما اولم رسول اللّٰہ صلعم علے شئی من نسائہ ما اولم علی زینب اولم بشاۃ۔	رسول اللہ صلعم نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ اس شان سے نہین کیا جس شان سے حضرت زینب کا ولیمہ کیا ان کا ولیمہ بکری کے گوشت سے کیا۔

محمد ابن عمر کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت زینب نے جناب رسالت مآب صلعم سے کہا یا رسول اللہ مین آپ کی کسی بیوی کی طرح نہین ہون، ان مین سے کوئی عورت ایسی نہین جسکا نکاح باپ یا بھائی یا خاندان کی ولایت مین نہ ہوا ہو سوائے میرے کہ مجھے اللہ نے آسمان سے آپ کی زوجیت مین دیا[2]

مذکورہ روایتین گویا حضرت زینب کی خصوصیات نکاح کا مظہر ہین جن مین ان کا کوئی شریک نہین۔ حضرت عائشہ اسی خیال سے حضرت زینب کے متعلق فرماتی تھین۔

ھی التی کانت تساومنی من ازواج النبی،	ازواج مطہرات مین یہی ایک تھین جنکو مجھ سے مساوات کا دعوی تھا،[3]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انکو اس دعوی کا حق تھا کیونکہ ان کے اس نکاح سے بعض رسوم جاہلیت کی بیخکنی ہوگئی مثلاً پہلے عام خیال تھا کہ متبنٰے صلبی اولاد کا حکم رکھتا ہے اللہ تعالی نے اپنی آخری نبی کے ذریعہ سے اس کی عملی اصلاح کی، آزاد و غلام کا امتیاز اٹھ گیا اور حضرت زید کو خاندان ہاشم مین مساوات کی تکمیل کا مظہر بنایا گیا۔ بے پردگی کی مکروہ رسم موقوف ہوئی اور پردہ کا عام حکم مسلمانون کو پہونچایا گیا۔

اخلاق وعادات حضرت زینب مین جو اخلاقی خصوصیات پائی جاتی ہین کم عورتین ایسی ہونگی جو اس مین انکی شریک ہون۔ باوصف اسکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اکثر انکا حریفانہ مقابلہ رہتا تھا اور بمقتضائے طبیعت بشری ایک حد تک رشک و رقابت کا بھی تعلق تھا لیکن واقعۂ افک مین جب حضرت عائشہ کے متعلق ان سے رائے طلب کی گئی تو انہون نے نہایت صفائی سے کہا کہ مین ان مین بھلائی کے سوا کچھ نہین جانتی۔ غور کیا جائے تو عورت جیسی کمزور فطرت کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا علاوہ مذکورہ تعلقات کے ایک بات

[1] طبقات ج ۸ ص ۷۶ [2] ایضاً ج ۸ ص ۷۳ [3] اصابہ قسم ا ج ۲ ص ۶۰۰

یہ بھی تھی کہ حضرت زینب کی بہن حمنہ اس سازش مین شریک تھین مگر اللہ کو منظور تھا کہ حضرت عائشہ رض کی برارت کے ساتھ ہی حضرت زینب کی بے لوث حقگوئی کا بھی اعلان کر دے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔

وقد وصفت عائشۃ زینب بالوصف الجمیل فی قصۃ الافک"	یعنی حضرت عائشہ نے افک کے معاملہ مین حضرت زینب کی بہت تعریف کی ہے[1]

آپ نہایت فیاض، فراخ دست، متوکل اور قانع تھین، یتامی و مساکین کی سرپرست اور فقرا کی پشت و پناہ تھین، ابن سعد ایک روایت مین لکھتے ہین

ما ترکت زینب بنت جحش درھما ولا دینارا کانت تصدق بکل ما قدرت علیہ وکانت ماوی المساکین،	زینب بنت جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا وہ جو کچھ پاتی تھین صدقہ کر دیتی تھین، وہ مساکین کی ملجا و ماوی تھین[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اکثر تعریف کی ہے فرماتی ہین،

لم یکن احد من نساء النبی صلعم تسامینی فی حسن المنزلۃ عندہ الا زینب بنت جحش،	آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے زینب بنت جحش کے آپ کے نزدیک حسن منزلت مین کوئی میرا مقابل نہ تھا۔[3]

ہاتھ کی صناع تھین، چمڑا پکاتی تھین اور اسکی آمدنی راہ خدا مین صدقہ کر دیتی تھین[4]

سخاوت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کے بارہ ہزار درہم مقرر فرما دیے تھے انھون نے کبھی نہ لیے صرف ایک سال قبول فرمائے اور کہا

اللھم لا یدرکنی ھذا المال قابل فانہ فتنۃ"،	اے اللہ آیندہ یہ مال مجکو نہ پاسے کیونکہ یہ فتنہ ہے،

پھر اسکو اپنے قرابت دارون اور حاجتمندون مین تقسیم کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بولے

ھذہ امرءۃ یراد بھا خیر	یہ بیوی بڑی صاحب خیر ہین،

اور ان کے دروازہ پر دیر تک ٹھہرے رہے سلام کہلا بھیجا اور کہا آپ نے جو کچھ کیا مجھے اسکی خبر ہوگئی اسکے بعد ہزار درہم انکے خرچ کے لیے اور بھیجے انھون نے وہ بھی اسی طرح

[1] اصابہ ج ۲ ق ۱ ص ۱۰۰، [2] طبقات ج ۸ ص ۸۱ [3] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [4] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۲

صرف کر دیے[1]

آپ نہایت خاشع و خاضع اور عبادت گذار بیوی تھین، ایک موقع پر مہاجرین کے گروہ مین آنحضرت صلعم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، یہ بیچ مین بول اٹھین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھڑک دیا کہ دخل در معقولات نہ کرین آپ نے فرمایا عمر انسے کچھ نہ کہو یہ اوّاہ (یعنی بڑی عابد و زاہد) ہین[2]

فضائل ومناقب حضرت زینب کے فضائل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ جیسی سلیم الفہم اور عظیم المرتبت بیوی ان کے اوصاف مین رطب اللسان ہین۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے حالات زندگی کا جس غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا، کتب احادیث اسکی شاہد ہین ہم یہان بعض اقوال حضرت عائشہ کے اپنے بیان کی تائید مین پیش کرتے ہین۔

موسی بن طارق اپنی روایت مین لکھتے ہین کہ حضرت عائشہ نے حضرت زینب کا ذکر کیا تو بولین

لم تکن امرأۃ خیراً منها فی الدین	ان سے بہتر عورت معاملات دین، تقوی، صداقت
واتقی لله تعالی واصدق حدیثاً	صلہ رحم، سخاوت اور ایثار نفس مین کوئی
واوصل للرحم واعظم صدقۃ	نہ تھی[1]
واشد ابتذالا لنفسها فی العمل	
الذی تتصدق به وتقرب به	

ایک اور موقعہ پر علامہ ابن عبد البر نے حضرت عائشہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہین،

ما رأیت امرأۃ قط خیراً فی الدین	مین نے مذہبی نقطۂ نظر سے حضرت زینب سے بہتر
من زینب	کبھی کوئی عورت نہین دیکھی[4]

محمد بن عمر نے موسی بن محمد کے سلسلہ سے حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

یرحم الله زینب بنت جحش لقد	اللہ زینب بنت جحش پر رحم کرے، واقعی انکو دنیا مین
نالت فی هذہ الدنیا الشرف لا یبلغه	بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا، اللہ نے اپنے نبی سے انکو
شرف ان الله زوجها نبیه فی الدنیا	بیاہ دیا اور ان کے سبب سے قرآن کی بعض
ونطق به القرآن	آیتین اترین[5]

[1] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۲ [2] ایضاً [3] ایضاً [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۴ [4] ایضاً [5] طبقات ج ۸ ص ۷۶،

حضرت ام سلمہ کا ارشاد ہے،

کانت صالحۃً صوّامۃً قوّامۃً[1]

وفات یہ عہد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۰ھ میں دنیا کو خیرباد کہا اسی سال مصر فتح ہوا تھا[2] وفات کے وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی یہ روایت حافظ ابن حجر نے لکھی ہے اور اسی طرف عام مورخین کا رجحان ہے مگر واقدی کی راے ہے کہ حضرت زینب کی کل مدت حیات ۵۰ سال ہے جو اکثریت کے خلاف ہے[3]

حضرت زینب کی فیاضانہ روش آخر تک قائم رہی جب انتقال ہوا ہے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا، سب کچھ صدقہ کر چکی تھیں، صرف ایک مکان انکی یادگار تھا جو ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم مین ان کے اعزہ سے خرید کر مسجد نبوی مین ملا دیا[4]

آپ نے مرنے سے قبل تاکید کردی تھی کہ مین نے اپنا کفن تیار کر لیا ہے شاید عمر میرے لیے کفن بھیجین اگر ایسا ہو تو ایک کفن صدقہ مین دیدینا، (طبقات ج۸ ص ۷۷)

آپ نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر مجکو اٹھایا جاے" اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو اس تابوت پر قبر تک پہونچایا جا چکا تھا یہ پہلی خاتون تھین جو حضرت ابوبکر کے بعد تابوت نبوی پر اٹھائی گئین[5]

حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑہائی، جنت البقیع مین دفن ہوئین، عقیل اور ابن حنفیہ کی قبرون کے درمیان انکا مزار تیار ہوا، اس دن گرمی بہت شدت کی تھی، حضرت عمرؓ نے جہان قبر کھدرہی تھی خیمہ لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع مین قبر پر نصب ہوا[6]

دفن کے وقت حضرت عمر نے ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ جناب زینب کی قبر مین کون اترے، جواب آیا کہ جو ان کی زندگی مین ان کے پاس آتا جاتا رہا ہو[7] چنانچہ حضرت عمر کے حکم سے محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ ابن زید، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش، اور محمد بن طلحہ نے قبر مین اتارا، یہ سب حضرت زینب کے رشتہ دار تھے[8]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کا زیادہ صدمہ تھا جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو کہنے لگین۔

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۰۱ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۵، [3] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۳ [4] طبقات ج ۸ ص ۸۱ [5] ایضاً
[6] ایضاً ج ۸ ص ۷۷، ۸۰ [7] ایضاً ص ۷۷ [8] ایضاً ۸۱ ۔

ذَهبتُ حمیدۃ نقیۃ مفزع الیتامی — وہ نیکبخت بے مثل بیوی چلی گئین اور یتامی وبیوگان کو بیچین کرگئین[۱]

والارامل

حدیث اَسرَعُکُنَّ لحوقًا بی اطولکن یدًا

حضرت زینب کے متعلق بہت مشہور ہے اور انکی خصوصیات سے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلعم نے وفات سے قبل ازواج کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ تم مین سے جسکا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا وہی سب سے پہلے مجھ سے ملیگا، دراصل ہاتھ کی بڑائی سے فیاضی مقصود تھی، ازواج نے حقیقی معنی ملحوظ رکھے۔ جب سب یکجا ہوتین۔ ایکدوسرے کے ہاتھ ناپا کرتین، جب تک حضرت زینب کی وفات نہ ہوئی تھی اسوقت تک یہی ہوا کرتا تھا۔ پھر غور کیا تو اصل مدعا رسول اللہ کا سمجھ مین آیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کی تشریح مین فرمایا۔

کانَتُ اطولنا یدًا زینبَ لانھا کانت تعمل بیدہا وتتصدق، — ہم مین سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینب تھین کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرتی تھین[۲]

---

[۱] طبقات ج ۸ ص ۷۸ [۲] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۱ ۔

اُمّ المومنین حضرت جویریہ بنت حارث

نام ونسب جویریہ نام تھا اور بنی خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی تھین آپ کا نسب یہ ہے جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ ابن مطلق[1]

پہلا نکاح پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا[2] جو ان کا ابن عم تھا اور ابن ذی الشفر کے نام سے زیادہ مشہور تھا[3]

نکاح ثانی و دیگر حالات غزوہ مریسیع جو بنی مصطلق کی جنگ کا دوسرا نام ہے ۵ھ مین اور بقول بعض ۶ھ مین ہوا تھا، حضرت جویریہ اسی جنگ کی غنیمت مین ہاتھ آئین تھین جب اموال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپ ثابت بن قیس کے حصہ مین آئین، چونکہ نازک مزاج، خوبرو اور سردار قبیلہ کی بیٹی تھین لونڈی بنکر رہنا گوارا نہ ہوا، ثابت سے مکاتبت کی درخواست کی وہ راضی ہوئے تو آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین مبتلائے مصیبت ہون، اپنے تئین آزاد کرانا چاہتی ہون، آپ میری امداد فرمایئے، ارشاد ہوا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مین تمھارا زرکتابت ادا کر دون اور تم سے نکاح کر لون، جویریہ نے کہا بہتر ہے آنحضرت صلعم نے روپیہ دیکر نکاح کر لیا، جب یہ حال مسلمانون کو معلوم ہوا تو انھون نے بنو مصطلق کے سارے قیدی آزاد کر دیے کیونکہ اب قرابت نبوی کا پاس مانع تھا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس تقریب مین بنو مصطلق کے سَو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت جویریہ کو اس خصوصیت پر مستحق تحسین قرار دیتی ہین اور فرماتی ہین۔

ما رأيت امرءة اعظم بركة منها على قومها — مین نے کسی عورت کو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے وجہ برکت نہین دیکھا[4]

عام حالات رسول اللہ کے نکاح مین آنے کے کچھ دن بعد، حارث بن ابی ضرار بغیر اس علم

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰ [4] ایضاً،

کے کہ انکی بیٹی حرم نبوی مین داخل ہوگئی ہے، اموال و اسباب اونٹون پر بار کر کے حضرت جویریہ کی رہائی کے لیے مدینہ روانہ ہوئے راستہ مین مقام عقیق پر اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیے، ان مین سے دو اونٹ انکو بہت پسند تھے اسلیے انکو کسی گھاٹی مین چھپا دیا۔ مدینہ پہونچکر جناب رسالت مآب کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا" تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو اسکا فدیہ مجھسے لو اور اسکو میرے ساتھ کردو" پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لیے لائے تھے پیش کرنے لگے آپ نے دریافت فرمایا" وہ دو اونٹ کہان ہین جنکو تم عقیق کی گھاٹیون مین چھپا آئے ہو[۱]"

حارث پر اس اطلاع کا بڑا اثر ہوا اور وہ فوراً مسلمان ہوگیا اب اسکو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو چھڑانے کے لیے اس نے اتنی زحمت اٹھائی ہے، وہ حرم نبوی کی رونق بنی ہوئی ہے، بہت خوش ہوا اور بڑی مسرت کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملکر ہنسی خوشی معہ اپنی قوم کے گھر روانہ ہوا[۲]

پہلے حضرت جویریہ کا نام برہ تھا، آپ نے بدلکر جویریہ رکھا کیونکہ پہلے نام مین ایک طرح کی بدشگونی پائی جاتی تھی اور خودستائی کا پہلو نکلتا تھا، ابن عباس کی روایت مین ہے

کرہ ان یقال خرج من عند برۃ، یعنے آپ کو یہ کہلانا ناپسند تھا کہ برہ کے پاس سے چلے آئے،

مگر ہماری راے مین اس توجیہ کے مقابلہ مین آیہ لا تزکوا انفسکم کی تاویل زیادہ مناسب ہے[۳]

ابن سعد نے حضرت جویریہ کا مہر یہ بتلایا ہے۔

وجعل صداقها عتق کل مملوک من بنی المصطلق، بنو مصطلق کے تمام قیدیون کی آزادی انکا مہر قرار پائی تھی[۴]

حضرت جویریہ جسوقت آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین جوان تھین صورت اچھی پائی تھی حضرت عائشہ رض نے ان کا حلیہ اسطرح بیان کیا ہے،

کانت جویریة علیها حلاوة وملاحة لا یکاد یراها احد الا وقعت فی نفسه، جویریہ مین حلاوت و ملاحت دونون وصف تھے جو شخص انکو دیکھتا اپنے دل مین جگہ دیتا[۵]

[۱] اسد الغابہ [۲] طبقات ج ۸ ص ۸۴ [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱

اخلاق وعادات آپ بہت خود دار تھین، عزت نفس کا بے انتہا خیال رکھتی تھین چنانچہ اپنی آزادی کے لیے جدوجہد، اسکا کافی ثبوت ہے، زہد وعبادت سے بہت شغف تھا اکثر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور انکو تسبیح و تہلیل مین مصروف پایا[۱]

صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ "نبی صلعم جویریہ کے پاس آئے وہ مسجد مین تھین دوپہر کے قریب دوبارہ پھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم ہمیشہ اسی حالت مین رہتی ہو کہا "ہان" فرمایا مین تمکو ایسے کلمے نہ سکھلادون جن کا کہہ لینا تمھاری نفل عبادت سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے، پھر آپ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے،

سبحان اللہ سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہ مداد کلماتہ سبحان اللہ مداد کلماتہ[۲]

ابن سعد کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن آنحضرت صلعم حضرت جویریہ کے پاس آئے اس دن وہ روزہ سے تھین۔ آپ چونکہ ایک روزہ رکھنا مکروہ خیال فرماتے تھے اس لیے دریافت کیا "تمنے کل روزہ رکھا تھا بولین "نہین" پھر فرمایا "کل ارادہ ہے" کہا "نہین" ارشاد ہوا تو تم افطار کرو[۳]

آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت فرماتے تھے ایک مرتبہ تشریف لائے تو پوچھا "کچھ کھانیکو ہے" جواب دیا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اسکے سوا اور کچھ نہین" فرمایا لے آو کیونکہ صدقہ جسکو دیا گیا تھا اسکو پہونچ چکا[۴]

وفات حضرت جویریہ نے بعمر ۶۵ سال ۵۰ھ مین وفات پائی، بروایت محمد بن عمران کا سال وفات ۵۶ھ ہے جو امیر معاویہ کا عہد خلافت ہے، ماہ ربیع الاول مین انتقال ہوا، مروان بن حکم نے جو اس زمانہ مین مدینہ کا والی تھا نماز جنازہ پڑھائی، بقیع مین دفن ہوئین[۵]

آپ بڑی فضل وکمال والی بیوی تھین چند احادیث بھی آنحضرت سے روایت کی ہین۔ حسب ذیل بزرگون نے ان سے حدیث بیان کی ہے،

ابن عباس، جابر، ابن عمر، عبید بن السباق طفیل، ابو ایوب مراغی، مجاہد، کریب، کلثوم بن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد۔

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۱۰ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۴۲۱ [۳] طبقات ج ۸ ص ۸۵ [۴] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۵ [۵] طبقات ج ۸ ص ۸۵

ام المومنین حضرت ام حبیبہ

نام ونسب رملہ نام ہے اور یہی مشہور ہے بعض کے نزدیک ہند ہے مگر بہ نسبت نام کے آپ کی کنیت، ام حبیبہ زیادہ معروف ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص تھین جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھین، اور باپ کا نام ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا[1]

ولادت بعثت نبوی سے سترہ سال قبل پیدا ہوئین[2]

نکاح آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش بن رباب سے ہوا جو بنی اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تھے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔

ہجرت واسلام اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین اور ساتھ ہی ہجرت کر کے حبشہ چلی گئین یہان پہونچکر عبید اللہ کے صلب سے ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی، جسکے نام سے آپ ام حبیبہ مشہور ہوئین[3]

کچھ دنون کے بعد عبید اللہ نے ترک اسلام کر کے عیسائی مذہب اختیار کیا، عبید اللہ کے ارتداد سے پہلے حضرت ام حبیبہ نے شوہر کو نہایت بدنما صورت مین دیکھا بہت گھبرائین اور دل مین کہنے لگین کہ یقیناً اس کی حالت خراب نظر آتی ہے، صبح ہوئی تو عبید اللہ نے ان سے کہا، "ام حبیبہ! مین نے مذہب کے معاملہ مین غور کیا تو مجھے نصرانیت سے بہتر کوئی مذہب نہ معلوم ہوا گو مین پہلے مسلمان ہو چکا ہون لیکن اب پھر عیسائی ہوتا ہون" حضرت ام حبیبہ نے بہت ملامت کی اور اپنا خواب بھی بیان کیا مگر اسپر کوئی اثر نہ ہوا، وہ آخر تک عیسائی رہا، چونکہ رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، شراب خواری کے عالم مین مرگیا[4]

نکاح ثانی اب حضرت ام حبیبہ تنہا تھین اور حبشہ مین بیوگی کے دن کاٹ رہی تھین، عدت پوری ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلعم نے نکاح کا پیغام دینے کے لیے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی

[1] اصابہ، ج ۸ ص ۸۴ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] طبقات، ج ۸ ص ۶۸

شاہ حبش کے پاس بھیجا، ان کے پہونچتے ہی نجاشی نے ابرہہ اپنی لونڈی کے ذریعہ سے حضرت ام حبیبہ کے پاس رسول اللہ صلعم کا پیام پہونچایا اور کہلا دیا کہ آنحضرت نے مجھکو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے، تم اپنا کوئی وکیل مقرر کردو کہ یہ تقریب انجام پائے۔ حضرت ام حبیبہ نے اس کے صلہ مین ابرہہ کو دو چاندی کے کنگن، دو پاؤن کے چھلے اور نقرئی انگوٹھیان عنایت کین، خالد بن سعید کو اسکی اطلاع کردی اور انہین کو اپنا وکیل بنایا، جب شام ہوئی تو نجاشی نے وہان کے مسلمانون اور جعفر بن ابی طالب کو بلا کر خود نکاح پڑھایا اور چار سو دینار مہر کے آنحضرت صلعم کی طرف سے خالد بن سعید کو ادا کیے۔ جب مراسم نکاح سے فراغت ہوگئی اور لوگ چلنے لگے تو خالد بن سعید نے ٹھہرایا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کرتے ہین تو کھانا بھی کھلاتے ہین، پھر سبکو کھانا کھلا کر رخصت کیا[1]

یہ نکاح سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ مین ہوا اسوقت حضرت ام حبیبہ ۳۶ یا ۳۷ سال کی ہونگی نکاح کے بعد جہاز مین بیٹھکر روانہ ہوئین۔ اور مدینہ کی بندرگاہ مین اترین اسوقت آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف فرما تھے[2]

نکاح کی روایت طبقات اور مسند وغیرہ صحیح کتب سیر سے ماخوذ ہے اور اسکی صحت مین کوئی کلام نہین لیکن مہر کی تعداد سہو روایت پر مبنی معلوم ہوتی ہے، علامہ ابن عبدالبر، امام احمد بن حنبل وغیرہ محققون نے قابل وثوق ذرائع سے لکھا ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیون کا مہر چار چار سو درہم تھا اور اس مین بہت کم اختلاف ہے، اس بنا پر مہر کی تعداد قابل اعتبار نہین۔

اخلاق حضرت ام حبیبہ بڑے مستحکم ایمان کی خاتون تھین اور اس خصوص مین وہ اپنے کسی عزیز و قریب کی رعایت نہ کرتی تھین ان کے باپ ابوسفیان کفر کے زمانہ مین آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ آئے کہ میعاد صلح کی توسیع کے متعلق سلسلہ جنبانی کرین۔ بیٹی کو بھی دیکھنے گئے، اور رسول اللہ صلعم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے، حضرت ام حبیبہ نے بچھونا الٹ دیا اسپر باپ کا بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ ابوسفیان سخت ناراض ہوئے بولے بیٹی! تجھکو بچھونا اتنا عزیز ہے کہ مجھ سے روگردانی کرتی ہے جواب دیا، یہ رسول اللہ صلعم کا بستر ہے اور آپ چونکہ مشرک ہین اسلیے ناپاک ہین، ابوسفیان نے کہا

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۴۲۷ و طبقات ج ۸ ص ۶۹ [2] مسند ج ۶ ص ۴۲۷

لَقَدْ اَصَابَکَ بَعْدِی شَرّاً — تو میرے بعد بہت ہی خرابیون مین مبتلا ہو گی ہے[۱]

عمل بالحدیث کی بہت پابند تھین دوسرون کو بھی اس کی تاکید کرتی تھین ایک بار ان کے بھانجے ابوسفیان ابن سعید آئے اور انھون نے ستو کھا کر کلی کی تو بولین، تمکو وضو کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے[۲]

آنحضرت صلعم سے سنا تھا کہ جو شخص ۱۲ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اسکے لیے جنت مین گھر بنایا جائیگا،،اس کی اتنی پابند تھین کہ خود فرماتی ہین، فما برحت اصلیھن بعد یعنے یہ سُننے کے بعد مین ان رکعتون کو ہمیشہ پڑھتی ہون[۳]

ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگا کر رخسارون اور بازو دن پر ملی اور کہا۔

انی کنت عن ھذا لغنیة لولا انی	مجھے اسکی خبر بھی نہ ہوتی اگر مین نے رسول اللہ
سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا یحل	صلعم کو یہ فرماتے نہ سن لیا ہوتا کہ ایماندار عورت
لامرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر	کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہین
ان تحد علی میت فوق ثلاث	بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینہ
الا علی زوجہا فانہا تحد علیہ اربعة	دس دن ہے[۴]
اشھر وعشراً	

وفات۔ سنہ ۴۴ھ مین جبکہ امیر معاویہ کا عہد خلافت تھا ۷۳ برس کی عمر مین وفات پائی اور مدینہ مین دفن ہوئین۔ انتقال سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا مجھ مین اور آپ مین سوکنون کے تعلقات تھے اگر کوئی لغزش ہوئی تو معاف کر دیجیے اور میرے لیے دعاے مغفرت کیجیے۔ حضرت عائشہ نے دعا کی تو بولین۔

سررتنی سرک اللہ — آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپکو خوش کرے[۵]

عموی تبصرہ آپ بڑی فاضل و کامل الاوصاف بیوی تھین، فن حدیث مین آپ کے کئی شاگرد تھے، اور آپ کی مرویہ احادیث کی تعداد ۶۵ بتلائی جاتی ہے جو آپ نے

---

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۰۶ [۲] مسند ج ۶ ص ۳۲۶ [۳] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۲۷ [۴] طبقات ج ۸ ص ۷۰ وصحیح بخاری [۵] اصابہ ج ۲ ص ۵۰۷،

آنحضرت صلعم اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے روایت کین، جن لوگون نے حضرت ام حبیبہ سے روایت کی ہے انین سے بعض کے نام یہ ہین۔ حبیبہ بنت عبید اللہ (معاویہ بن ابی سفیان دعقیلہ بنت ابی سفیان، عبد اللہ بن عتبہ بن ابی سفیان، ابو سفیان بن سعید بن المغیرہ، سالم بن سوار، ابن الجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ام سلمہ، عروہ بن زبیر، ابو صالح سمان وغیرہ

ان کی قبر کے متعلق ایک عجیب روایت ہے صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا جسمین لکھا تھا

هذا قبر رملة بنت صخر — یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے،

انھون نے یہ دیکھ کر اس کتبہ کو پھر وہین رکھدیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر مین تھی۔ اس سے زیادہ حالات حضرت ام حبیبہ کے مدفن کے متعلق نہین معلوم ہوسکے،

سلہ اصابہ ج ۲ ص ۵۸۷ سلہ استیعاب ج ۲ ص ۷۵

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَیؓ

نام ونسب، آپ کا نام صفیہ تھا، حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھین اسی لیے ان کو صفیہ بنت حُیَی اسرائیلیہ کہتے ہین نسب یہ ہے۔ صفیہ بنت حُیَی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر، بن نحّام، بن ینحوم ماں برہ بنت سموال تھین جنکا سلسلہ نسب یہودیون کے مشہور خاندان قریظہ سے ملتا تھا اس حساب سے حضرت صفیہ کا دادھیال بنی نضیر اور ننھیال بنی قریظہ یہود کے دو بڑے خاندان قرار پاتے ہین[1]

حضرت صفیہ کے باپ اور نانا دونون اپنی قوم کے معزز وباوقار سردار تھے، اور اسی لیے بنی اسرائیل کے تمام عربی قبائل مین ممتاز سمجھے جاتے تھے، حیی بن اخطب ان کے والد کی، حد سے زیادہ قدر ومنزلت کی جاتی تھی، تمام افراد قوم ان کی سرداری وجاہت کے آگے سر جھکاتے تھے، ان کے والدہ برہ سموال کی بیٹی تھین جو سارے جزیرہ عرب مین اپنی شجاعت ودلیری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے، الغرض حضرت صفیہ کا حسب ونسب ایک خاص امتیاز رکھتا تھا،

نکاح، پہلے سلام بن مشکم القرظی سے نکاح ہوا جو ایک مشہور شاعر اور سردار تھا اس سے طلاق ہو جانے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق نے عقد کیا یہ بھی سلام سے کچھ کم رتبہ نہ رکھتا تھا بلکہ خیبر کے نامی قلعہ القموص کا سردار تھا اور یہین اپنے اہل وعیال کے ساتھ بود وباش رکھتا تھا،

جب جنگ خیبر مین مسلمانون کو جو معرکہ آرا فتح حاصل ہوئی، اور القموص جیسا مضبوط قلعہ مسلمانون کے ہاتھ آیا تو کنانہ ابن ابی الحقیق قلعہ ہی مین مارا گیا اور اسکے تمام اہل وعیال جنمین حضرت صفیہ بھی تھین قید ہو گئے۔

یہ لڑائی یہودیون کے لیے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدون پر پانی پھر گیا اور

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۶

آیندہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، اس جنگ مین انکے نامی گرامی سردار جن جن کے کام آئے جن مین حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی تھے، اس لیے اسیران جنگ مین حضرت صفیہ کی حالت بہت زیادہ قابل رحم تھی۔

جب اموال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی اور تمام قیدی اس مقصد سے جمع ہو لیے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی کی ضرورت ہے، آپ نے انتخاب کی اجازت دی، دحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ عزت و وقار کی حیثیت سے اس سے زیادہ ذی وقعت تھین کہ حضرت دحیہ کے حصہ مین آتین یا ان کے ساتھ عام عورتون کا سا برتاؤ کیا جاتا اس خیال سے بعض صحابہ نے گذارش کیا کہ "صفیہ بنی نضیر و بنی قریظہ کی رئیسہ ہے وہ تو آپ ہی کے لیے مناسب ہے" آنحضرت صلعم نے یہ مشورہ قبول فرمایا اور دحیہ کو دوسری لونڈی عنایت فرما کر صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا[1]

یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے نکاح کے بعد جب خیبر سے روانگی ہوئی تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی گئی اور وہین دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلنے لگے تو آپ نے انکو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور خود اپنی عبا سے اون پر پردہ کیا تا کہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ صفیہ ازواج مطہرات مین داخل ہو گئین[2]

اب آپ مدینہ پہونچے، صفیہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین اتارا، حضرت حارث بن نعمان آنحضرت صلعم کے نہایت جان نثار و فدا کار صحابی تھے پھر خدا نے دولت بھی عطا کی تھی ایسے موقعون پر خود سبقت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے چنانچہ اسوقت بھی انہین کا ایثار کام آیا۔ اس مکان مین حضرت زینب بنت جحش، حضرت حفصہ حضرت عائشہ اور حضرت جویریہ برقعہ پہنے انصار کی عورتون کے ساتھ حضرت صفیہ کو دیکھنے آئین، یہ روایت ام سنان سلمیہ کی ہے، عطا بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت صفیہ کے حسن وجمال کا حال سنکر انصار کی عورتین انکو دیکھنے آئین حضرت عائشہ رض بھی نقاب ڈالے ان لوگون مین شامل تھین، جب دیکھ کر جانے لگین تو آنحضرت صلعم بھی پیچھے پیچھے آئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا

کیف رأیتہا یا عائشۃ * عائشہ! تم نے اسکو کیسا پایا،

۱؎ ابوداؤد جزء ۲ ص ۱۰۹ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۶ ۲؎ ایضاً و طبقات ج ۸ ذکر صفیہ

بولیں "یہودیہ ہے" فرمایا یہ نہ کہو وہ تو مسلمان ہو گئی ہے اور اسکا اسلام بہتر ہے۔[1]

اخلاق وعادات آپ مزاج کی بہت حلیم اور بے انتہا منابط تھین۔ جسوقت قلعہ القموص فتح ہوا اور خیبر پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو حضرت صفیہ اور انکی چچا زاد بہن کو حضرت بلال رض اپنے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین لے چلے راستہ مین ان کا گذر یہودیون کی لاشون پر ہوا ایسے موقع بہت نازک ہوتے ہین، مضبوط سے مضبوط دل ہلجاتے ہین چنانچہ اسکے ساتھ والی عورت یہ ہولناک سمان دیکھکر چیخ اٹھی اور سر پر خاک ڈالنے لگی مگر حضرت صفیہ رض کی متانت دیکھیے کہ محبوب شوہر کی نعش سے گذرین اور جبین پر شکن تک نہ آئی[2]

ان کی ایک لونڈی نے، حضرت عمر رض سے ان کی شکایت کی اور کہا کہ ان مین اب تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ اب بھی "ہفتہ" کو دوست رکھتی ہین، اور یہودیون سے ان کے تعلقات قائم ہین، حضرت عمر رض نے تصدیق کے لیے حضرت صفیہ سے دریافت کرایا، انھون نے جواب دیا کہ "جب سے مجھے اللہ نے ہفتہ کے بدل جمعہ عنایت فرمایا، ہفتہ کو دوست رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی، رہے یہودیون سے تعلقات تو ان سے میری قرابت ہے مجھے صلۂ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے" اسکے بعد اس لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا تھا، لونڈی نے کہا شیطان نے۔ یہ سُنکر حضرت صفیہ خاموش ہو گئین اور اسکو آزاد کر دیا[3]

آپ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب رکھتی تھین، جب آپ علیل ہوے اور تمام ازواج عیادت کے لیے آئین تو حضرت صفیہ بحسرت کہنے لگین یا نبی اللہ کاش آپ کی تمام تکلیفین مجھے ملجاتین" یہ سنکر اور بیویان ایک دوسرے کو دیکھنے لگین، آنحضرت صلعم نے فرمایا "واللہ وہ سچی ہے"[4]

یہی حال قریب قریب آنحضرت صلعم کی محبت کا تھا، حضرت صفیہ کے ساتھ آپ کو ان کی خاطر بہت عزیز تھی، اور ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے، ایک بار سفر مین تھے ازواج مطہرات ساتھ تھین، اتفاق سے حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا، یہ بہت گھبرائین اور بے اختیار رونے لگین آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۰ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳،
[4] اصابہ ج ۲ ص ۷۶۹

انکے آنسو پونچھنے لگے مگر اس طرح انکی گریہ وزاری مین اور اضافہ ہوگیا، آخر آپ سب کے ساتھ اتر پڑے جب شام ہوئی تو زینب بنت جحشؓ سے فرمایا "زینب! تم صفیہ کو ایک اونٹ دیدو" حضرت زینب بولین" کیا مین اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دون"، یہ کلمہ آنحضرت صلعم کو بہت ناگوار ہوا اور آپ اسقدر ناراض ہوے کہ دو یا تین مہینہ تک حضرت زینب سے بات نہ کی پھر حضرت عائشہ نے بمشکل معاف کرایا[1]

اسلام کا تقدس حاصل ہو جانے کے بعد یہودیت کا طعن آپ کے لیے سخت دلخراش ہوتا تھا، بعض اوقات جب انپر اس قسم کا طنز کیا جاتا تو بہت رنجیدہ ہوتین ایک بار آپ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رو رہی تھین سبب دریافت فرمایا تو کہا "عائشہ اور زینب کہتی ہین کہ وہ تمام ازواج مین افضل ہین کیونکہ وہ بیوی ہونے کے علاوہ آپ کی چچا زاد بہن بھی ہین،" آنحضرت صلعم نے دلجوئی کے لیے فرمایا" تم نے کیون نہ کہدیا کہ میرے باپ ہارونؑ میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر محمدؐ ہین اسلیے تم لوگ مجھ سے کیونکر افضل ہوسکتی ہو[2]"

درایتًا تو اس حدیث مین کوئی کلام نہین ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو، تمام اہل سیر ابن سعد، حافظ ابن حجر وغیرہ اپنی تصانیف مین اسے نقل کرتے ہین، روایتًا البتہ اسکے متعلق امام ترمذی کی راے ہے کہ

ھذا حدیث غریب لا نعرفہ	یہ حدیث غریب ہے ہاشم کوفی کے سوا
الا من حدیث ھاشم الکوفی	اور کسی سے نہین سنی گئی اور اسکی سند کچھ
ولیس اسنادہ بذالک	ایسی نہین ہے،

یہ ہاشم کوفی وہی ہین جن کی نسبت محدثین کی رائین اچھی نہین ہین

آپ بے انتہا سیر چشم اور فیاض تھین، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا اور وہ بھی اپنی زندگی مین صدقہ مین دے ڈالا[3] زرقانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ ام المومنین کی حیثیت سے مدینہ آئین تو انھون نے جناب فاطمہ زہرا اور ازواج مطہرات مین اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کر دین[4]

آپ مین دوسرون کے ساتھ ہمدردی کرنے کا فطری جذبہ پایا جاتا تھا چنانچہ جب سنہ ۳۵ھ مین حضرت عثمان غنیؓ محصور ہوگئے اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو حضرت

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳، [3] طبقات ج ۸ ص ۹۲ [4] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

صفیہ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہوئین اور ان کے مکان کی طرف چلین اشتر نخعی نے دیکھا تو خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ آپ اشتر نخعی کے مقابلہ مین کامیاب نہ ہوسکتی تھین، اس لیے مصلحتًا واپس چلی گئین اور اپنی جگہ حضرت حسنؓ کو اس خدمت پر مامور کیا[1]

تمام ارباب سیر ان کے محاسن اخلاق کے ستایشگر ہین۔ علامہ ابن عبداللہ لکھتے ہین "

کانت صفیۃ حلیمۃً عاقلۃً فاضلۃً — صفیہ عاقل، فاضل اور حلیم تھین[2]

ابن اثیر کی راے ہے۔

کانت عاقلۃ من عقلاء النساء — وہ نہایت عقلمند عورت تھین[3]

فضل وکمال حضرت صفیہ دیگر ازواج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی مخزن تھین، اکثر لوگ ان سے مسائل پوچھتے اور اطمینان حاصل کرتے تھے۔ مہیرہ بنت جیفر جب حج سے فارغ ہوکر حضرت صفیہ سے ملنے مدینہ آئین، تو دیکھا کہ کوفہ کی بہت سی عورتین مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھین اور آپ سب کے سوالات کا جواب نہایت حسن کے ساتھ دے رہی تھین[4]

حضرت صفیہ سے چند احادیث کی بھی روایت کی گئی ہے جنکو امام زین العابدینؓ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے بیان کیا ہے[5]

وفات ۵۰ھ مین جب کہ آپ کی عمر ۶۰ سال کی تھی وفات پائی جنت البقیع مین دفن ہوئین وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ میری متروکہ املاک کا ثلث میرے بھانجے کو دیدیا جائے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ درہم چھوڑے تھے مخالفت مذہبی کی وجہ سے لوگون نے وصیت پوری کرنے مین تامل کیا کیونکہ حضرت صفیہ کا بھانجا یہودی تھا لیکن جب حضرت عائشہ رضہ نے کہلا بھیجا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو، تب اس کی تعمیل ہوئی[6]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ [4] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۳۳۷ [5] اصابہ ج ۸ ص ۲۲۹ [6] طبقات ج ۸ ص ۹۲،

حضرت ریحانہ بنت شمعون

نام ونسب آپکا تعلق یہودیون کے مشہور قبیلہ بنی نضیر سے تھا، آپ کا نسب یہ ہے۔
ریحانہ بنت شمعون بن زید اور بقول بعض ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن شمعون بن زید[1]
نکاح پہلے بنی قریظہ کے ایک شخص حکم سے آپ کا نکاح ہوا۔ جب مسلمان قریظہ پر غالب
آئے اور انکے اموال واملاک پر قبضہ ہو گیا تو مال غنیمت کے ساتھ بزمرۂ اسیران جنگ
حضرت ریحانہ بھی آئین۔ چند روز تک ام المنذر بنت قیس کے گھر ٹھہرائی گئین اور مال
غنیمت کی تقسیم اور قیدیون کا فیصلہ ہوجانے کے بعد، رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور
ریحانہ سے فرمایا "تم اگر اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرو تو مین تمکو اپنے لیے مناسب سمجھتا
ہون"، ریحانہ نے منظور کیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے انکو آزاد کر کے بارہ اوقیہ ایک نش
مہر دیکر نکاح کر لیا جو اور ازواج کا مہر تھا، اور ام المنذر کے گھر رخصت کرالائے[2]
آنحضرت صلعم کو حضرت ریحانہ سے بڑی محبت تھی اور آپ ان کا بہت خیال
رکھتے تھے۔ ابن سعد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ریحانہ آنحضرت صلعم کے حصہ مین آگئین
تو آپ نے انکو اختیار دیا کہ خواہ مسلمان ہو جائین خواہ اپنے مذہب پر قائم رہین۔ ریحانہ
نے کہا کہ مین اپنے مذہب پر قائم رہونگی۔ اسپر رسول اللہ کو قلق ہوا اور دوبارہ فرمایا،
اگر تو مسلمان ہوگئی تو مین تجکو اپنے پاس رکھونگا مگر وہ اب بھی راضی نہ ہوئین۔ یہ بات
آپ کو زیادہ گران گذری ایک دن سر مجلس آپ تشریف رکھتے تھے۔ یکایک کسی کے
پاؤن کی چاپ سنائی دی تو فرمایا یہ ثعلبہ بن شعبہ ہے مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت
دینے آتا ہے چنانچہ یہی ہوا اور رسول اللہ صلعم نے ریحانہ کو بطور ملک اپنے پاس رکھا
نکاح نہین کیا۔[3]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۵۹۱ [2] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [3] ایضاً ص ۹۴،

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس نکاح مین اختلاف ہے صرف ابن سعد نے متعدد طریقون سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ریحانہ کو آزاد کرکے حبالۂ نکاح مین لیا انپر پردہ عائد کیا، اور بیویون کی طرح رکھا۔ حافظ ابن حجر کا رجحان بھی اسی طرف ہے، سوا ان دو مورخون کے دیگر ارباب سیر بالاتفاق حضرت ریحانہ کا وہی رتبہ سمجھتے ہین، جو ماریہ قبطیہ کا ہے یعنی یہ کہ وہ آنحضرت صلعم کی خادمہ تھین بیوی نہ تھین۔

ریحانہ بروایت ابن سعد محرم سنہ ۶ھ مین آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین[1] اور بروایت ابن اسحاق آپ کی وفات سے دس سال پہلے انتقال کیا[2]

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [2] اصابہ ج ۲ ص ۵۹۲،

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ

نام ونسب آپ کا پہلا نام برّہ ہے، آنحضرت صلعم کے نکاح مین آنے کے بعد میمونہ نام نام رکھا گیا۔ آپ ام الفضل لبابتہ الصغریٰ کی بہن تھین۔ ان کا نسب یہ ہے :-
میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ ماں کا نام ہند تھا جنکا سلسلۂ نسب یہ ہے :- ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن جرش[1]

نکاح پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، یہ روایت طبقات و زرقانی و دیگر کتب سیر مین پائی جاتی ہے، لیکن صاحب اصابہ نے اسکا ذکر نہین کیا کہ ان کے پہلے شوہر کون تھے، اجمالاً یہ لکھدیا ہے کہ نبی صلعم سے قبل ابورہم بن عبد العزی کی زوجیت مین تھین، بہرحال مسعود بن عمر سے طلاق ہو جانے کے بعد ابورہم بن عبد العزی سے نکاح ہوا، جب ۷ھ مین ابورہم نے وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا، یہ آنحضرت صلعم کی آخری بیوی تھین یعنے ان کے بعد پھر کسی سے رسول اللہ صلعم نے نکاح نہین کیا[2]

یہ نکاح حضرت عباس بن عبد المطلب کی ولایت مین ہوا، آنحضرت صلعم جب ذیقعدہ کے مہینہ مین عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوے تو جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیام دیکر بھیجا، انھون نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو وکیل بنایا، بعض کا یہ خیال ہے کہ خود حضرت عباس نے آنحضرت صلعم کو ان سے نکاح کرنے پر آمادہ کیا[3] غرض اسی احرام کی حالت مین جو عمرہ کی نیت سے آپ باندھے ہوے تھے شوال ۷ھ مین بعوض ۵۰۰ درہم حضرت میمونہ سے نکاح ہوا[4] جب آپ عمرہ سے فارغ

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۰ [4] طبقات ج ۸ ص ۹۸،

ہو کر مدینہ تشریف لانے لگے تو مقام سرف مین جو مدینہ کی راہ مین مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے قیام فرمایا۔[1] رسم عروسی ادا ہوئی، ابو رافع آنحضرت صلعم کے خادم حضرت میمونہ کو یہین لے آئے تھے[2]

اخلاق وعادات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے

انھا کانت من اتقانا للہ واوصلنا للرحم، میمونہ ہم مین سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھین[3]

آپ نہایت صحیح العقیدہ اور راسخ الخیال بیوی تھین، ایک عورت نے بیماری کی حالت مین منت مانی تھی کہ شفا ہوگئی تو بیت المقدس جاکر نماز پڑھونگی، اللہ نے اسکو شفا دی اور وہ منت پوری کرنے کے لیے حضرت میمونہ سے رخصت ہونے آئی، کہ ان سے ملکر روانہ ہو حضرت میمونہ نے اوسکو سمجھایا کہ مسجد نبوی مین نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدون مین نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے، تم یہین رہو اور مسجد نبوی مین نماز پڑھ لو[4]

کبھی کبھی قرض لے لیتی تھین ایک مرتبہ زیادہ لے لیا توکسی نے پوچھا اسکی ادائی کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا اسکا قرض خود ادا کر دیتا ہے[5]

اوامر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھین اور اس بارہ مین بہت سخت تھین۔ ایکدفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا اس کے مُنھ سے شراب کی بو آرہی تھی انھون نے اسکو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہدیا کہ آیندہ کبھی میرے ہان نہ آنا[6]

انکی ایک کنیز حضرت ابن عباس کے گھر گئی تو میان بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے دیکھے سمجھی کہ کچھ رنجش ہوگئی ہے مگر پوچھا معلوم ہوا کہ ابن عباس نسوانی امراض کی حالت مین بستر الگ کر لیتے ہین، جب حضرت میمونہ کو یہ خبر پہونچی تو بولین انسے جاکر کہو کہ رسول اللہ صلعم کے طریقہ سے اسقدر کیون اعراض ہے، آپ تو برابر ہم لوگون کے بچھونون پر آرام فرماتے تھے[7]

فضائل وکمالات ان کی مرویہ حدیثین ۴۶ ہین اور بقول بعض ۷۶، ان مین سے ۷ متفق علیہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ [2] ایضاً ج ۲ ص ۸۹ [3] ایضاً ج ۸ ص ۹۹ [4] اصابہ ج ۸ ص ۳۲۳

[5] ایضاً ج ۸ ص ۳۳۲ [6] طبقات ج ۸ ص ۹۹ [7] اصابہ ج ۸ ص ۲۳۲۔

ایک فرد بخاری ۵ فرد مسلم، باقی اور کتابون مین ہین۔ بعض احادیث سے ان کے تفقہ کا پتہ چلتا ہے مثلاً ایک روایت پر اکتفا کی جاتی ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رض پراگندہ مو آئے تو بولین بیٹا اسکا کیا سبب ہے؟ جواب دیا ام عمار (ان کی بیوی) نسوانی امراض مین مبتلا ہے وہی میرے کنگھا کرتی تھی، بولین کیا خوب! آنحضرت صلعم ہماری گود مین سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت مین چٹائی اٹھا کر مسجد مین رکھ آتے تھے بیٹا! کہین ہاتھ مین بھی مرض ہوتا ہے[۱]

جن حضرات نے حضرت میمونہ رض سے حدیث کی روایت کی ہے انکے نام یہ ہین :-

حضرت ابن عباس، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبدالرحمن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبیداللہ الخولانی (ربیب) ندبہ (کنیز) عطا بن یسار، سلمان بن یسار (غلام) ابراہیم بن عبداللہ بن سعید بن عباس کریب (ابن عباس کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع

وفات ان کے سوانح زندگی مین یہ واقعہ بھی یادگار رہے۔ کہ جس مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی وہین آپ کی وفات بھی ہوئی، یعنی سرف جو ایک وقت ان کی شادی کا منظر تھا آخر مین وہی مدفن قرار پایا ۵۱ھ سال وفات ہے حضرت ابن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی، جسوقت نعش اٹھائی جانے لگی تو حضرت ابن عباس نے کہا "یہ رسول اللہ صلعم کی بیوی ہین، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو باادب آہستہ لے چلو"[۲]

جسطرح سب سے آخر مین ان کا نکاح ہوا تھا، اسی طرح آنحضرت صلعم کی ازواج مین انکی وفات بھی سب کے بعد ہوئی۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم

نام زینب نام ہے، جناب سرور کائنات خاتم المرسلین امام المتقین کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین، جو راہ الٰہی مین شہید ہوئین آپ کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلعم کا ارشاد نقل کرتی ہین کہ آپ نے فرمایا، وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت مین ستائی گئی[۱]

آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہین، جنھون نے تصدیق رسالت مین سب سے پہلے پیشقدمی کی اور جن کے فضائل ومناقب اسقدر ہین کہ اس اُمت مین آپ کا وہی مرتبہ ہے جو اُمت ماضیہ مین حضرت مریم کا تھا۔

ابو عمرو کا قول ہے کہ یہ سب صاحبزادیون مین بڑی صاحبزادی ہین۔ اس مین کوئی اختلاف نہین ہے اور جو لوگ اختلاف کرتے ہین غلطی پر ہین اور ان کا دعویٰ ناقابل التفات ہے اگر اختلاف ہے تو اس امر مین کہ اولاد رسول اللہ صلعم مین اولاً حضرت زینبؓ پیدا ہوئین یا حضرت قاسمؓ علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے اُنکے بعد حضرت زینبؓ۔

ابن کلبی کہتے ہین کہ پہلے حضرت زینبؓ پیدا ہوئین پھر حضرت قاسمؓ بہرحال حضرت زینبؓ صاحبزادیون مین سب سے بڑی صاحبزادی تھین[۲]

ولادت بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئین اس وقت آنحضرت صلعم کی عمر تیس سال کی تھی حضرت زینبؓ کے حالات عہد طفولیت کے پردۂ خفا مین ہین، کتب تاریخ سے کہین پتہ نہین چلتا اس لیے آپ کا حال زمانہ شادی سے قلمبند کیا جاتا ہے،

نکاح آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی شادی کمسنی مین قبل نبوت آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابو العاص (ملقب بہ لقیط) بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس

---

[۱] زرقانی بحوالہ طحاوی وحاکم ترجمہ زینبؓ، [۲] طبقات صفحہ ۲۰،

بن عبد مناف بن قصیٰ کے ساتھ ہوئی[1] جو حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے

حضرت زینبؓ کے جہیز مین منجملہ دیگر سامان کے عقیق یمنی کا ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا[2]

اسلام — جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی اسلام لے آئین[3]

ہجرت — حضرت زینب نے اپنے شوہر ابو العاص کے اسلام نہ لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی[4] اور ان کو شرک کی حالت مین وہین مکہ مین چھوڑ دیا۔

عام حالات — آنحضرت صلعم حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاص کے باہمی تعلقات ارتباط اور شریفانہ طرز عمل کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے[5]

چونکہ ابو العاص شرک مین مبتلا تھے اور اسلام کا حکم یہی ہونا چاہیے تھا کہ زوجین مین تفریق کر دیجائے لیکن آنحضرت صلعم اس وقت مکہ مین مغلوب تھے اور کوئی اسلامی قوت نہ تھی کفار کی ایذا رسانی کا بازار گرم تھا، اشاعتِ اسلام کا پہلا زینہ تھا اس لیے آنحضرت صلعم نے مصلحتاً زوجین مین تفریق نہ فرمائی[6]

اشاعتِ اسلام کے ساتھ کفار کی مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھون نے اختیار نہ کیا ہو۔ قریش کے چند لوگون نے ابو العاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیدین۔ اور بجائے اُن کے قریش کی کسی لڑکی سے نکاح کر لین لیکن اُنھون نے اس سے انکار کیا یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم انکی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے اور تعریف کرتے تھے[7]

حضرت زینبؓ کو بھی حضرت ابو العاصؓ سے بہت محبت تھی۔ حضرت زینبؓ کی محبت و ایثار کا حال ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے،

نبوت کے تیرھوین سال جب آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنے سسرال مین تھین۔ اور ابو العاصؓ مشرکین کے ہمراہ جنگ بدر مین شریک تھے۔ عبد اللہ بن جبیر بن نعمان نے دوسرے قیدیون کے ساتھ ابو العاص کو بھی گرفتار کیا۔ اِس گرفتاری کی خبر

[1] طبقات صفحہ ۲۰، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] ایضاً، [6] ایضاً صفحہ ۲۱ و ۲۲ و صفحہ ۶۳ ج ۲ قسم ۱ زرقانی صفحہ ۱۸۰ ج ۲ و سنن داؤد صفحہ ۲۲۲ ج ۱ [7] دار ۔۔۔ نور صفحہ ۲۳۱۔ [8] طبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۶ جزء ثالث و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸،

اہل مکہ کو پہونچی تو اہلِ مکہ نے اپنے قیدیون کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو وہ ہار (جو آپ کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے جہیز مین دیا تھا) دیکر روانہ کیا رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وہ ہار پیش کیا گیا آنحضرت صلعم اس کو دیکھکر مغموم و محزون ہوئے اور ہار کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی، پھر آپ نے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو تو زینبؓ کے شوہر کو رہا کردو اور اُس کا ہار بھی واپس کردو۔ چنانچہ وہ رہا کردیے گئے اور ہار بھی واپس کردیا گیا[1]۔

چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ شانِ نبوت کے خلاف تھا کہ ابو العاص صرف آنحضرت صلعم کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیے جاتے، اسلیے ابو العاص کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیجدین[2]۔

حضرت زینبؓ کے لانے کے لیے ابو العاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطن یاجج مین ٹھہر کر انتظار کرنا جب حضرت زینبؓ وہان آجائین تو اُن کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ معظمہ چلے آنا۔ ابو العاص نے مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت زینبؓ جب سامانِ سفر کی طیاری مین مشغول تھین تو ہند بن عتبہ آپ کے پاس آئین اور کہا اے بنت محمدؐ کیا تم اپنے باپ کے پاس جارہی ہو۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ فی الحال تو ایسا ارادہ نہین ہے، آگے جو خدا کو منظور رہو ہند نے کہا بہن اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے اگر تم واقعی جارہی ہو اور کچھ زاد راہ وغیرہ کی ضرورت ہے تو بے تکلف کہدو مین خدمت کے لیے حاضر ہون۔

ابھی طبقہ نسوان مین عداوت کا وہ زہریلا اثر نہین پیدا ہوا تھا جو مردون مین سرایت کرچکا تھا۔ اس لیے حضرت زینبؓ فرماتی ہین کہ ہند جو کچھ کہہ رہی تھین وہ سچے دل سے کہہ رہی تھین یعنے اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ غالبًا ضرور دیتین لیکن وقت کی مصلحت سے انکار کردیا[3]۔

غرض جب سامانِ سفر سے فراغت ہوگئی تو اپنے دیور کنانہ بن ربیع کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئین۔ چونکہ کفار کا غلبہ تھا اور اُن کے تعرض کا خوف تھا اس لیے آپکے

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰، [2] ایضًا، [3] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲ تا ۳۱ ۔ طبری صفحہ ۴۷ تا ۴۲ جلد اول

دیور کنانہ نے اپنے ساتھ ترکش اور کمان وغیرہ بھی رکھ لیا۔ جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش مین کھلبلی مچ گئی اور گرفتاری کی فکر کی گئی چنانچہ قریش کی ایک جماعت اُن کی جستجو مین نکلی اور مقام ذی طویٰ مین اُن دونون کو گھیر لیا، اس جماعت مین ہبار بن اسود۔

(یہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی لڑکے تھے اور اس رشتہ سے حضرت زینبؓ کے بھائی تھے اُنکی اس بیجا حرکت پر فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے اُسکے قتل کی اجازت دیدی تھی۔ لیکن اُنھون نے اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور مشرف بہ اسلام ہوئے (اصابہ حالات ہبار بن اسود)

اور ان کے ساتھ ایک اور دوسرا شخص بھی تھا ان دونون مین سے کسی ایک نے نیزہ سے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑین۔ وہ حاملہ تھین حمل ساقط ہو گیا چوٹ بہت زیادہ آئی اس پر کنانہ نے ترکش سے تیر نکالا اور کہا اب جو کوئی میرے قریب آئیگا وہ ان تیرون کا نشانہ بنے گا۔ لوگ منتشر ہو گئے، ابو سفیان سرداران قریش کے ساتھ آگے بڑھا اور کہا کہ "تم اپنے تیرونکو تھوڑی دیر روکے رکھو کہ ہم تم سے کچھ باتین کر لین"۔ کنانہ نے اپنے تیر ترکش مین رکھ لیے اور اُنسے پوچھا کہ کیا کہتے ہو جو کچھ کہنا ہو کہو۔ ابو سفیان نے کہا "محمدؐ کے ہاتھون جو مصیبتین اور تکلیفین شکست رسوائی اور ذلت کی صورت مین ہم لوگون کو پہنچین ہین اس سے تم بے خبر نہین ہو، اب اگر تم محمد صلعم کی بیٹی کو علانیہ ہمارے سامنے سے لیجاؤگے تو لوگ اسے ہماری کمزوری اور بزدلی پر محمول کرینگے اور ہمارے ضعف وادبار کا پیش خیمہ خیال کرین گے۔ یہ تو تم خود خیال کر سکتے ہو۔ کہ ہمین محمد صلعم کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہین ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اس وقت تم لوٹ چلو جب ہنگامہ فرد ہو جائے اور لوگون کو معلوم ہو جائے کہ محمد صلعم کی بیٹی کو واپس کرا لائے، تو تم چوری چھپے دوسرے وقت اُن کو لیجانا کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور وہ واپس آگئے جب یہ واقعہ عام طور سے مشہور ہو گیا تو ایک روز مخفی طور سے اُن کو لیکر روانہ ہو گئے اور بطن یاجج مین حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کر کے واپس چلے آئے جو حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے[۱]

چونکہ ابو العاص کو بھی حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی اور ان دونون کے تعلقات اتحاد وارتباط بہت خوشگوار تھے، اس لیے حضرت زینبؓ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئین تو ابو العاص بہت مغموم رہنے لگے۔ اکثر تبہ شام کے سفر مین حضرت زینبؓ بہت یاد آئین تو اُنھون نے

[۱] زرقانی صفحہ ۲۲۳، ج ۳۔ وسیرت ابن ہشام صفحہ ۳ وطبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۹۔

یہ دو شعر پڑھے[1]

ذکرتُ زینب لما ورکت ارما — فقلتُ سقیا لشخص یسکن الحرما

بنت الامین جزاها اللّٰہ صالحہ — وکل بعل یثنی ما الذی علما

"جبکہ مین موضع ارم سے گذرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور (بیاختہ) یہ دعا دی کہ اللہ تعالٰے اس شخص کو ترو تازہ رکھے جو حرم مین سکونت پذیر ہے۔ امین (محمد صلعم) کی لڑکی کو خدائے تعالٰی جزائے نیک دے اور ہر شوہر اُسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے"

ابو العاص تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ اہل قریش اپنا تجارتی مال اُن کے ساتھ فروخت کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ جمادی الاول ۶ھ مین ابو العاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب وہان سے واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلعم کو خبر پہنچی۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مع ایک سو ستر سوار کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ مقام عیص مین دونون قافلے ایک دوسرے سے ہوئے۔ سواران اسلام نے مشرکین کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اُن کے پاس تھا اُس پر قبضہ کیا[2] لیکن ابو العاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی[3]

ابو العاص نے جب قافلہ کا یہ حشر دیکھا تو فوراً مدینہ منورہ گئے اور وہان پہنچکر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینبؓ نے اُن کو اپنی پناہ مین لے لیا۔ آنحضرت صلعم نماز فجر مین مشغول تھے، حضرت زینبؓ نے بآواز بلند فرمایا "انی قد اجرت ابا العاص" یعنی مین نے ابو العاص کو اپنی پناہ مین لے لیا، جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگو تم نے کچھ سُنا سب نے عرض کیا جی ہان سُنا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے قبل اس واقعہ کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ کیا عجب بات ہے کہ مسلمانون کے کمزور لوگ دشمنون کو پناہ دیتے ہین[4]

جب آنحضرت گھر مین تشریف لائے تو حضرت زینبؓ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کیا ابو العاص کا جو کچھ مال و متاع لیا گیا ہے وہ واپس کرا دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اہل سریہ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے اور ابو العاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اُس کے ساتھ احسان کروگے اور اُس کا مال و متاع واپس کردوگے تو میری خوشی کا باعث ہوگا ورنہ تمھین اختیار ہے۔ سب نے کہا ہم کل چیزین واپس کرنے کے لیے حاضر ہین۔ چنانچہ سب

[1] طبقات صفحہ ۲۱ [2] ایضاً صفحہ ۲۲ - طبری صفحہ ۱۳۵ [3] طبقات صفحہ ۲۲ [4] ایضاً [5] ایضاً

جہیز بھی واپس کر دی گئیں ۔ اِدہر یہ حکم اہل سُریہ کو بھیجا اور ادہر اپنی بیٹی زینبؓ سے یہ فرمایا کہ تم ابو العاص کی خاطر مدارات اعزاز و احترام مین کوئی کمی نہ کرنا۔ لیکن جبتک وہ مشرک رہین اُنکی قربت سے احتراز کرنا کیونکہ اسلام و کفر دونون جمع نہین ہو سکتے[۱]

اس روایت سے پہلی روایت عدم تفریق زوجین کی بظاہر تردید ہوتی ہے لیکن حقیقتاً چونکہ اب اسلام کی قوت بڑھ گئی تھی اور دشمنون کا مقابلہ آسانی سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اب کوئی وجہ نہ تھی کہ آنحضرت صلعم ایسا حکم نہ دیتے ۔ چونکہ وہ وقت حقیقتاً بہت نازک تھا اسلیئے اسوقت تفریق نہین کی گئی۔

اس کے بعد ابو العاص اپنا مال و اسباب لیکر مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچکر جس جس کا جو کچھ لینا دینا تھا دے دلا کر حساب صاف کیا[۲] اور ایک روز قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے اہل قریش۔ اب میرے ذمہ کسی کا کوئی مطالبہ تو باقی نہین ہے" اہل قریش نے کہا" ہان بیشک اب کوئی مطالبہ نہین ہے اور خدا تم کو جزائے نیک دے تم ایک باوفا اور کریم النفس شخص ہو" ابو العاص نے کہا " ہان سُن لو مین اب مُسلمان ہوتا ہون" اور یہ کہکر اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله پڑھا اور فرمایا کہ" خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہونے کے بعد اسلام لانے سے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ یہ خیال نکرلو کہ مین تمہارے مال کو غبن کر چکا ہون اس لیے مُسلمان ہوگیا ہون، اب جبکہ خدا نے مجھے اس بارگران سے بخیر و خوبی سبکدوش کر دیا تو اب کوئی امر حائل نہین کہ مین اسلام نہ قبول کرون" یہ واقعہ محرم ۷ھ کا ہے اس کے بعد حضرت ابو العاص مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے[۳]

جب حضرت ابو العاصؓ مشرف باسلام ہوکر مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ کو بعقد اوّل اُنکی طرف رجوع کر دیا[۴] (یعنی تجدید نکاح نہ کی بلکہ وہی پہلا نکاح قائم رکھا) اس وقت سورۂ برأت نازل نہین ہوئی تھی۔ مسلمان عورتین اپنے شوہرونکے پاس اسلام لانے کے بعد بلا تجدید نکاح اُنکی زوجیت مین آجایا کرتی تھین[۵]

حضرت زینبؓ اپنے والد رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو العاص سے بہت محبت رکھتی تھین[۶] قیمتی کپڑے پہننے کی شائق تھین ۔ حضرت انسؓ نے آپ کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا ہے ۔ جس پر

۱؎ ایضاً ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً ۶؎ اصابہ کتاب النساء حالات زینبؓ ۷؎ استیعاب صفحہ ۸۰۳ و در المنثور صفحہ ۲۳

زرد رنگ کی دھاریان تھین[1]۔

اولاد حضرت ابوالعاصؓ کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادین پیدا ہوئین۔ ایک فرزند علی اور ایک دختر آمامہ علی ہجرت کے قبل پیدا ہوئے، آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنی کفالت مین لیا، اور وہ آپ کے سایۂ عاطفت مین فخر تربیت حاصل کرتے رہے۔ فتح مکّہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکّہ مین داخل ہوئے تو علی آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ سن بلوغ اپنے والد ابوالعاص کی زندگی مین انتقال کیا۔ لیکن ابن عساکر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی جنگ موک تک زندہ رہے اسی جنگ مین اُنھون نے جام شہادت نوش کیا[2]۔

حضرت زینبؓ کی صاحبزادی آمامہ اس کے بعد تک زندہ رہین۔ حضرت علیؓ کی بیوی فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضؓ کا عقد ثانی حضرت آمامہؓ سے ہوا۔

وفات حضرت زینبؓ حضرت ابوالعاصؓ کے اسلام لانے کے بعد تقریبًا سال سوا سال تک زندہ رہین رسول صلعم کی حیات مُبارک مین ۸ھ مین رہگرائے فردوس ہوئین[3]۔ حضرت زینبؓ کی وفات کا حال استیعاب مین یہ لکھا ہے

وکان انها سبب موتها انها لما خرجت من مکة الی رسول صلی اللّٰه علیه وسلم عمد لها هبار بن الاسود ورجل آخر فدفعها احدهما فسقطت علی صخرة فاسقطت واهراقت الدماء فلم یزل بها مرضها ذالك حتی ماتت سنة ثمان من الهجرة[4]۔

یعنے جب حضرت زینبؓ مکّہ سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین آنے لگین تو راستہ مین ہبار بن سود اور ایک دوسرے شخص نے آپ پر حملہ کیا ان دونون مین سے کسی ایک نے نیزہ حضرت زینب کے مار دیا وہ اونٹ پر سے گر پڑین حمل ساقط ہو گیا اور بہت خون نکلا عرصہ تک اسی مرض مین بیمار رہین حتی کہ ۸ھ مین انتقال کر گئین۔

حضرت اُم ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور اُم عطیہؓ غسل مین شریک تھین[5] انہی لوگون نے غسل دیا۔ آنحضرت صلعم خود قبر مین اُترے۔ اور اپنی نور دیدہ کو سپرد خاک فرمایا، اس وقت آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک پر رنج وملال کے آثار نمایان تھے[6] آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ اور آپکے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالی سے دُعا مانگی کہ اے خدا تو زینب

---

[1] طبقات صفحہ ۲۲ [2] اصابہ صفحہ ۰۰۰۰ حالات امامہ، [3] طبقات صفحہ ۲۲ و طبری صفحہ ۱۳۵۱ [4] استیعاب صفحہ ۷۱۵ [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸ [6] ایضًا،

کی مشکلات کو آسان کر دے۔ اور اُس کی قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے۔[1]

حضرت اُم عطیہؓ کہتی ہیں کہ مَیں زینبؓ بنت رسول اللہ صلعم کے غسل میں شریک تھی غسل کا طریقہ آنحضرت صلعم خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اس کے بعد کافور لگاؤ۔[2]

ایک روایت میں سات بار بھی غسل دینا آیا ہے مقصود یہ تھا کہ اگر طہارت تین مرتبہ میں ہو جائے تو زیادہ غسل کی ضرورت نہیں اسی قدر کافی ہے۔ ورنہ اگر ضرورت ہو تو بڑھا دیا جائے تا کہ اچھی طرح طہارت ہو جائے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت اُم عطیہؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کر دینا چنانچہ جب وہ فارغ ہو گئیں تو آنحضرت کو مطلع کیا تو آپ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو کفن کے اندر پہنا دو۔

حضرت زینبؓ کے انتقال کے تھوڑے دن بعد حضرت ابوالعاصؓ کا بھی انتقال ہو گیا[3]

[1] ایضاً۔ [2] طبقات صفحہ ۲۲، [3] دار المنثور صفحہ ۲۳۱ و اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

نام رقیہ نام ہے، آپ سرور کائنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی تھین آپ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی ہین۔ یعنی آپ جناب زینب رض کی حقیقی بہن تھین۔

ولادت نبوت سے سات سال قبل ولادت ہوئی۔ ابن زبیر اور اُن کے چچا مصعب کا گمان ہے کہ حضرت رقیہ سب صاحبزادیون مین چھوٹی تھین چنانچہ جرجانی نساب نے اسی کی تصحیح کی ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگون نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زینب بڑی صاحبزادی تھین اور منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ تھین۔

ابو العباس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبد اللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیس سال کے تھے جب حضرت زینب پیدا ہوئین اور تینتیسوین سال حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی۔ بہر حال ارباب سیر نے حضرت رقیہ کو منجھلی صاحبزادی قرار دیا ہے،

نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا[1] جب آنحضرت صلعم کو شرف نبوت حاصل ہوا تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہنچانے کے یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضرت ابو العاص رض سے کہا کہ تم زینب بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو مگر اُنھون نے انکار کر دیا[2] جب قریش نے حضرت ابو العاص رض سے یہ دندان شکن جواب سُنا تو اپنا سا مُنھ لیکر رہ گئے پھر عتبہ کے پاس گئے اُن سے بھی یہ کہا کہ تم رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو، قریش کی اور جس لڑکی سے کہو اس سے عقد کرا دین گے۔ عتبہ نے اس بات کو منظور کیا، اور کہا سعید بن العاص کی لڑکی

[1] طبقات صفحہ ۲۴ [2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۰۴ وطبری جلد اول جزء ثالث صفحہ ۱۳۴۶،

سے میرا نکاح کر دو، اسپر قریش بخوشی راضی ہوگئے اور کیون نہ ہوتے یہ تو اُن کا عین منشا تھا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلعم کو روحانی وجسمانی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم پر سورۂ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب اور اُسکی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق نہ دی تو میری زندگی اور تمھارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے بتعمیل حکم والدین حضرت رقیہ کو طلاق دیدی[۱]

اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف عقد ہوا تھا ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق وقوع مین آئی[۲]

حضرت عثمان کا قبول اسلام اور شادی کا عجیب واقعہ اور حضرت رقیہ رض کا عقد ثانی

حضرت عثمان رض اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہین کہ مین خانہ کعبہ کے صحن مین چند دوستون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً کسی آدمی نے آکر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا، چونکہ حضرت رقیہ حسن وجمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھین اسلیے میرا رجحان خاطر انکی طرف تھا، جب یہ خبر پہونچی تو مین مضطرب ہوگیا اور سیدھا گھر پہونچا اتفاق سے گھر مین میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھین، جو کہانت مین ماہر تھین مجھے دیکھتے ہی بیساختہ بولین۔

ابشر وحییت ثلاثا وترا ثم	(ای عثمان) تمھین مژدہ ہوا در تم پر تین مرتبہ سلام
ثلاثا وثلاثا اخری	پہنچے پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام
ثم باخری کی تتم عشرا	پہنچے۔ پھر ایک سلام پہنچے تاکہ دس سلام پورے ہوجائین
لقیت خیرا ووقیت شرا	(خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور برائی سے بچائے
نکحت واللہ حصانا زھرا	جاؤ۔ خدا کی قسم تمنے ایک عفیفہ اور حسینہ وجمیلہ خاتون
وانت بکر ولقیت بکرا	سے نکاح کیا تم بھی ناکتخدا ہو اور ناکتخدا ہی تمکو ملی۔
وافیتھا بنت عظیم قدرا	ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبت شخص کی بیٹی
	تم نے پائی۔

[۱] و [۲] طبقات صفحہ ۲۴، ایضاً، واصابہ کتاب النساء حالات رقیہ رض۔

ہلاک ہو گئے [1]

حضرت عثمان رضہ اپنی ہمدم و غمگسار بیوی کے انتقال کے بعد سے بہت مغموم رہنے لگے ان دونون مین باہم بہت محبت تھی " احسن الزوجین راھما الانسان رقیۃ و زوجھا عثمان [2] " یہ مقولہ انھین کے نسبت مین بولا جاتا تھا جو عرب مین بطور ضرب المثل کے مشہور رہو گیا -

[1] درالمنثور صفحہ ۲۰۷، [2] اصابہ صفحہ ۶۲۹،

حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

نام ام کلثوم نام ہے، آپ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ تھیں۔

زبیر کہتے ہیں حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں، دیگر ارباب سیر نے زبیر کے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابل وثوق یہی ہے کہ حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں۔ اور جب حضرت رقیہ رض کا انتقال ہوگیا تو حضرت رسول اللہ صلعم نے حضرت ام کلثوم رض کو حضرت عثمان رض سے بیاہ دیا[1]۔

اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوتیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا اور یہی اقتضائے فطرت وتمدن ہے کہ پہلے بڑی لڑکی کی فکر عقد سے فراغت حاصل کی جائے۔ غالباً ارباب سیر نے زبیر کے قول کی تردید اسی قول سے کی ہو گی۔

ولادت آپ کا سال ولادت کتب تواریخ وسیر میں مذکور نہیں لیکن اقتضائے قیاس یہ ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی اسلیے کہ حضرت رقیہ کی ولادت سات سال قبل ہوئی اور حضرت فاطمہ رض کی ولادت پانچ سال قبل ہے اور جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضرت رقیہ رض سے حضرت ام کلثوم رض چھوٹی اور حضرت فاطمہ رض سے بڑی تھیں تو لامحالہ ان دونوں کی ولادت کے درمیان کا زمانہ ان کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑیگا اس لحاظ سے وہ چھ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں،

نکاح آپ کے حالات طفولیت بھی غیر معلوم ہیں کیونکہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ اسوقت کسی کے سوانح کا ضبط کرنا بہت دشوار تھا، اسلیے زمانہ شادی سے آپ کا حال لکھا جاتا ہے

[1] طبقات صفحہ ۲۵،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عقد ابولہب کے ایک بیٹے عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا لیکن جب آنحضرت صلعم مرتبۂ رسالت پر فائز ہوئے اور سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ہر ایک بیٹے کو مخاطب کر کے کہا[1]

راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنتہ "یعنی میری زندگی اور میرا اُٹھنا بیٹھنا تم لوگون مین حرام ہے اگر تم نے اُسکی (رسول اللہ) کی لڑکی کو طلاق نہ دیدی۔ (جیسا کہ ہم حضرت رقیہ کے حال مین بھی لکھ چکے ہین کہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی) (اسیطرح) عتیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل مین حضرت ام کلثوم کو طلاق دیدی۔ اس لحاظ سے دونون کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہے اس طلاق مین ابولہب کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے بھی اپنے شوہر کے قول کی تائید کی تھی[2] لیکن دونون بہنون کی رخصتی ابھی تک نہ ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع مین آئی۔

جب ۲ھ مین حضرت رقیہ رض کا انتقال ہوگیا اور حضرت عثمان رض اس وفات کے بعد بہت زیادہ مغموم و محزون رہنے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رض کی یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ اے عثمان مین تم کو غم والم مین مبتلا پاتا ہون اس کا کیا سبب ہے حضرت عثمان رض نے عرض کیا یا حضرت غمگین و پریشان نہ ہون تو کیا کرون مجھپر وہ مصیبت پڑی جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہوگی حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا اونکی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی حضور سے جو رشتہ قرابت وابستہ تھا منقطع ہوگیا اب کیا چارہ ہے ابھی اُن کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ مین اپنی بیٹی ام کلثوم کو اوسی مہر پر جو رقیہ کا تھا تمھارے عقد مین دون[3]۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ربیع الاول ۳ھ مین حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان رض سے کردیا[4]۔

رخصتی نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الآخر ۳ھ مین رخصتی عمل مین آئی[5]۔

اولاد آپ کی کوئی اولاد نہین ہوئی[6]۔

اسلام حضرت ام کلثوم اپنی والدہ معظمہ حضرت خدیجہ رض کے ساتھ اسلام لائین[6] اور اپنی بہنونکے ساتھ اسوقت بیعت کی جب اور عورتین آنحضرت صلعم کے شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئین۔

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [2] ایضاً صفحہ ۶۱۲ و ۶۱۳ [3] طبقات صفحہ ۲۵، [4] ایضاً [5] ایضاً، [6] ایضاً،

ہجرت جب آنحضرت صلعم مدینہ کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو اہل وعیال کو مکہ مین چھوڑ گئے تھے جب مکہ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور حضرت سودہ رضہ وحضرت فاطمہ رضہ مدینہ کی طرف ہجرت کرکے جانے لگین تو حضرت ام کلثوم بھی اُن کے ہمراہ ہجرت کرکے چلی گئین[۱]

عام حالات انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کو حضرت ام کلثوم کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ قبر پر بیٹھے ہوے تھے اور آپکے آنکھون سے آنسو بہہ رہے تھے[۲]

ایک روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے حضرت عثمان رضہ سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کرلو لیکن حضرت عثمان رضہ نے تامل کیا اور کوئی جواب نہین دیا اسلیے کہ وہ سن چکے تھے کہ آنحضرت صلعم کا حضرت حفصہ سے عقد کرنے کا خیال ہے، جب رسول اللہ صلعم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا کیا مین حفصہ کے لیے عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کے لیے حفصہ سے بہتر زوجہ تلاش کرون پھر آپ نے حضرت حفصہ کو اپنے نکاح مین لیا، اور حضرت عثمان کا عقد حضرت ام کلثوم سے کردیا۔

حضرت ام کلثوم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیان ہوتین تو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ہی کے رشتہ تزویج مین منسلک کرتا[۵]

دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میری سو لڑکیا ہوتین تو مین سب لڑکیان یکے بعد دیگرے (ہر ایک لڑکی کے انتقال کے بعد) حضرت عثمان کے عقد مین دیتا[۶]

وفات آخر وقت تک مدینہ منورہ مین آپ کا قیام رہا اور شادی کے پانچ سال گذرنے کے بعد شعبان ۹ سنہ ھ مین آپ نے انتقال فرمایا۔

انصار کی عورتون نے آپ کو غسل دیا اسمین ام عطیہ بھی تھین[۷] آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت ابوطلحہ، حضرت علی بن ابی طالب وحضرت فضل بن عباس واسامہ بن زید نے قبر مین اُتارا

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۵ (اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲) [۲] ایضاً [۳] طبقات صفحہ ۲۶ [۴] استیعاب صفحہ ۹۳، [۵] طبقات صفحہ ۲۵،
[۶] تاریخ الخمیس صفحہ ۳۱۲ [۷] طبقات صفحہ ۲۶ واسد الغابہ صفحہ ۶۱۲، [۸] طبقات صفحہ ۲۶،

سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم

نام فاطمہ آپ کا نام ہے اور ام محمد کنیت آنحضرت سرور کائنات امام البشر خاتم المرسلین کی آپ چھوٹی صاحبزادی تھین اور تمام مکارم اخلاق و فضائل اوصاف آپ پر ختم ہو گئے تھے،

آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھین،

لقب آپ سیدۂ عورات عالم اور سردار نساء اہل جنت ہین۔ آپ کے القاب زہرا، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، اور بتول ہین[1]

فاطمہ، بتول، زہرا، زاکیہ، راضیہ کی وجہ تسمیہ شیخ ابن حجر، فاطمہ، بتول، اور زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین۔ کہ آپ کا نام فاطمہ اسوجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والون کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔

اور بتول لقب اسوجہ سے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی عورتون سے فضل و دین اور حسب مین ممتاز تھین،

صاحب اخبار الدول زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین کہ جب حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیدا ہوے تو عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا اُسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئین اور غسل کرکے مغرب کی نماز ادا فرمائی اسی واسطے زہرا لقب ہوا۔

مولنا حضرت شیخ عبدالحق صاحب فرماتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض مین بہجت، زہرت، جمال و کمال بہت زیادہ تھا اس مناسبت سے زہرا لقب قرار پایا۔ اور یہی صحیح ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین کہ فطم کے معنی لغت مین بچے کو دودھ پینے سے روکنے کے ہین، تو گویا حضرت فاطمہ رض لوگون کو دوزخ کی آگ سے روکنے والی ہین۔

اور بتول مشتق ہے بتل سے جسکے معنے قطع کرنے کے ہین منتہی الارب مین لکھا ہے کہ

---

[1] اصابہ صفحہ ۳۷۸، [2] الدرۃ البیضاء،

بتول بروزن صبور عورت دوشیزہ کو کہتے ہین۔ جو دنیا اور ماسوائے اللہ سے علیحدہ ہو۔ حضرت مریم والدہ عیسےٰ علیہما السلام کا بھی لقب بتول تھا۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ رض کی طبیعت مین بہت زیادہ متانت سادگی اور سنجیدگی تھی آپ کی اور بہنین لہو و لعب مین مشغول رہتین لیکن آپ کا دل کھیل مین نہین لگتا تھا آپ کہین آنا جانا پسند نہ فرماتی تھین۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھین آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھا اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھین،

چونکہ آپ آنحضرت صلعم سے صورت سیرت مین بہت مشابہ تھین اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

ولادت آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اور یہ وہ مبارک زمانہ تھا کہ اہل قریش خانہ کعبہ کی تعمیر مین مشغول تھے[1]۔

ابن سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض پہلے سال نبوت مین پیدا ہوئین[2]۔

عباس سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوری تھی۔ اور اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی[3]۔

ابوعمر بروایت عبداللہ بن محمد لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت سنہ ۴۱ مولد نبوی مین ہوئی بعثت سے ایک سال قبل یا کچھ زیادہ آپ حضرت عائشہ رض سے پانچ سال بڑی تھین[4]

نکاح جسوقت آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت حضرت فاطمہ رض ناکتخدا تھین لوگون نے پیغام دیا ان مین سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض نے آنحضرت صلعم سے حضرت فاطمہ رض سے عقد کرنے کی استدعا کی حضور صلعم نے فرمایا حکم الٰہی کا انتظار کرو[5]۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر بن الخطاب رض سے کیا اور اُن کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو۔ چنانچہ حضرت عمر رض نے بھی پیغام دیا اور وہی جواب پایا جو حضرت ابوبکر رض کو ملا تھا حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر رض کو اس جواب سے اطلاع دی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگون نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا اور دوسرا خیال یہ بھی ہوا کہ

[1] طبقات صفحہ ۱۱ [2] استیعاب صفحہ ۱۷ [3] اصابہ صفحہ ۲۵ [4] ایضاً [5] طبقات صفحہ ۱۱

اب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد میری کیا گنجایش ہو سکتی ہے۔ لیکن لوگون نے پھر مجبور کیا اور آنحضرت صلعم کی قرابت کا استحقاق یاد دلایا پھر آپ نے آنحضرت صلعم سے بطریقہ پیغام عرض کیا آپ نے یہ استدعا قبول فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے ذکر کیا کہ علی کا رجحان خاطر تمھاری طرف ہے آپ خاموش ہو رہین (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی کے چار مہینے بعد اوائل محرم ۲ھ مین حضرت فاطمہؓ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔[۱]

بروایت دیگر ارباب سیر آپ کی شادی حضرت علیؓ سے غزوۂ احد کے بعد ہوئی[۲]،

بعض مورخین کہتے ہین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار مہینے بعد نکاح ہوا اور ساڑھے سات مہینے گذرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو رخصت کرایا[۳]۔

اور بعض کا گمان ہے کہ آپ کا عقد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد ہوا اور حضرت علیؓ نے نکاح کے ساڑھے نو مہینے گذرنے کے بعد رخصتی کرائی۔ اسوقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے کے تھے[۴]۔ گویا حضرت علیؓ تقریباً ۶ سال بڑے تھے،

حضرت علیؓ نے شادی کے لیے اپنا اونٹ اور بعض اسباب فروخت کر ڈالا تھا جسکی کل قیمت چار سو اسی درہم ملی تھی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا دو ثلث خوشبو وغیرہ مین صرف کرو۔ اور ایک ثلث متاع مین[۵] (یعنی سامان شادی یا خورد و نوش اور دیگر ضروریات خانہ داری وغیرہ مین)

مولنا سعید صاحب انصاری، سیرت الصحابیات کے (صفحہ ۹۴) پر حضرت فاطمہؓ کے بیان مین لکھتے ہین کہ "ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی آپ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی اُن کو بھی آپ نے کچھ جواب نہین دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے" اس کے بعد مولنا موصوف لکھتے ہین کہ بظاہر یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ابن سعد کی اکثر روایتین حضرت فاطمہؓ کے حال مین روایت کی ہین لیکن اسکو نظرانداز کر دیا ہے"

---

[۱] اصابہ صفحہ ۲۵، [۲] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ و استیعاب صفحہ ۱۷، [۳] اسد الغابہ صفحہ ۵۲، [۴] استیعاب صفحہ ۱۷، [۵] طبقات صفحہ ۱۱،

سمجھ مین نہین آتا کہ صاحب موصوف ابن سعد سے بالخصوص اس روایت مین کیون اسقدر بدظن ہین اور صرف حافظ ابن حجر کی نظرانداز کر دینے پر اس روایت کو غیر صحیح ماننے کی کیا وجہ ہے مولٰنا نے محض اپنی ذاتی رائے سے کام لیا ہے۔

کسی قسم کا محاکمہ نہین کیا اور نہ کوئی دلیل پیش کی، میرے نزدیک اس روایت کی صحت مین کوئی کلام نہین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیغام دینے سے نہ اخلاق پر کوئی بُرا اثر پڑتا ہے اور نہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم یا آپ کی صاحبزادی کی اہین کسرشان ہو متعدد اصحاب کا پیغام دینا کوئی تعجب کی بات نہین، پھر آنحضرت صلعم سے شرف انتساب حاصل کرنے کی کسکو آرزو نہ ہوگی۔ چہ جائیکہ حضرت ابو بکرؓ جیسے یار غار اور حضرت عمرؓ جیسے حامیانِ اسلام بہرحال صرف حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب مین نہ لکھنا اس روایت کی عدم صحت کے لیے کافی نہین ہے،

شادی کا حال حضرت علی کی زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہین،، میرے پاس ایک لونڈی تھی جسکو مین آزاد کر چکا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہؓ کا کسی نے پیغام دیا؟ مین نے کہا معلوم نہین پھر اُس نے کہا کہ آپ پیغام دیجیے۔ آپ کو کونسا امر مانع ہے۔ مین نے کہا مین کس بنا پر جرأت کرون میرے پاس کوئی چیز نہین جس سے مین عقد کرون اُسنے مکرر پھر کہا کہ نہین آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین جائیے۔ چنانچہ مین اُسکے اصرار سے حضور صلعم کی بارگاہ مین گیا لیکن آنحضرت صلعم کی جلالت وہیبت کا مجھ پر اسقدر اثر ہوا کہ مجھے کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور مین خاموش بیٹھا رہا مجھ مین بالکل طاقت نہ تھی کہ مین کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ کے پیغام کے لیے آئے ہو مین نے عرض کیا جی ہان حضورؐ نے فرمایا تمھارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لیے بھی ہے مین نے عرض کیا نہین آپ نے فرمایا وہ حطمی زرہ کہان ہے جو مین نے تمکو دی تھی۔ وہی مہر مین دیدو۔ اُس زرہ کی قیمت چارسو درہم سے زائد نہ تھی نکاح ہوا اور وہی زرہ بالعوض مہر دیدی گئی۔[۱]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ کا پیغام دینے کی ترغیب دی چنانچہ آپ آنحضرت صلعم کے پاس گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱،

تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رضہ سے عقد کی خواہش ہے آنحضرت صلعم نے "اھلا ومرحبا" فرمایا ان دو کلمون سے زیادہ آپ نے کچھ ارشاد نہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس آئے انصار کی جماعت جو باہر منتظر تھی مستفسر ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے اہلا ومرحبا کے سوا اور کچھ نہ فرمایا اُن لوگون نے کہا رسول اللہ صلعم کا اہلا ومرحبا ہی فرمانا کافی ہے۔

جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس سے ولیمہ کر دیا جائے اور اسی طرح انصار کے ایک قبیلہ نے بھی اپنی حسب استطاعت ولیمہ کا انتظام کیا[۱] چنانچہ ولیمہ کا کھانا بھی دیا گیا،

رخصتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک چھوٹا سا مکان رسول اللہ صلعم کے مکان سے کیقدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا آپ نے اپنی لونڈی ام ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ رضہ کو حضرت علی کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم مجھ سے مل لینا پھر آنحضرت صلعم حضرت علی رضہ کے گھر تشریف لے گئے پانی طلب کیا اس سے وضو کر کے حضرت علی پر وہ پانی ڈالدیا اور یہ دعا پڑھی[۲]۔

اللھم بارك فیھما وبارك علیھما وبارك لھما فی نسلھما،

دوسری روایت مین یہ ہے کہ جب رسول اللہ کی معزز بیٹی رخصت ہو کر سسرال جانے لگین تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضہ سے فرمایا کہ میرے منتظر رہنا، حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ دونون گھر کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے پھر رسول اللہ صلعم تشریف لائے آپ نے دروازہ کھلوایا۔ ام ایمن دروازہ کھولنے آئین۔ تو یہ گفتگو ہوئی۔

آنحضرت صلعم۔ کیا میرا بھائی اس مکان مین ہے۔

ام ایمن ۔ آپ کے بھائی کیسے ہوئے، حالانکہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کیا ہے،

آنحضرت صلعم۔ ہان وہ ایسا ہی ہے (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا اس جگہ اسماء بنت عمیس بھی ہین اور کیا تم بنت رسول اللہ کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہو۔

[۱] طبقات صفحہ ۱۳ [۲] ایضاً۔ واسد الغابہ صفحہ ۵۲۱ واصابہ صفحہ ۷۲۷،

ام ایمن - جی ہاں اسمار بنت عمیس بھی ہیں - اور میں بنت رسول اللہ کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہوں -

آپ نے ام ایمن کو دعاے خیر سے سرفراز فرمایا پھر اندر تشریف لیجاکر پانی طلب کیا پیالہ یاکسی اور برتن میں پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس کو جھوٹا کرکے (دوسری روایت کے موافق اس پانی سے ہاتھ کا دھویا جانا پایا جاتا ہے[1]) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلاکر اُن کے دونوں شانوں اور بازداور سینہ پروہ پانی چھڑک دیا پھر حضرت فاطمہ رضہ کو بلایا تو وہ شرم وحیاء سے جھجکتی ہوئی آنحضرت صلعم کے پاس آئیں آپ نے اُن پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا اے فاطمہ میں نے تمھاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے[2]

مہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ میں مہر ادا کرتا میں اسی شش وپنج میں تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مہر کیا دوگے میں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وہ زرہ حطمی کہاں ہے جو میں نے تم کو فلاں دن (جنگ بدر کے بعد) دی تھی میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے فرمایا۔ بس وہی مہر میں دیدو چنانچہ میں نے وہی زرہ مہر میں حضرت فاطمہ رضہ کے نذر کردی - عکرمہ کہتے ہیں اس زرہ کی قیمت صرف چار درہم تھی[3] بظاہر اس روایت میں چار درہم زرہ کی قیمت راوی کا سہو ہے - چارسو درہم ہوگی کیونکہ دیگر روایات میں صراحتًا چارسواسی درہم قیمت بتلائی گئی ہے، پھر فاطمہ رضہ کا مہر بھی بالاتفاق چارسو درہم سے کم نہ تھا۔

حضرت فاطمہ رضہ کے بارہ میں ارباب سیر کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اسوقت زرومال کچھ نہ تھا صرف ایک زرہ تھی وہی مہر قرار دی گئی۔ بعض کہتے ہیں چارسو اسّی درہم کا مہر قرار پایا جسکا ثلث حصہ رسول صلعم نے خوشبو میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ بعض اصحاب کا گمان ہے کہ حضرت علی رضہ نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے رخصتی سے قبل وہی زرہ بعوض مہر حضرت فاطمہ رضہ کے روبرو پیش کی[4]

سامان جہیز شہنشاہ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضہ کو بروایت عکرمہ مندرجہ ذیل جہیز دیا۔

نقشی تخت، چمڑے کا تکیہ (جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)

---

[1] طبقات صفحہ ۱۵ [2] ایضًا، [3] ایضًا صفحہ ۱۲ [4] استیعاب صفحہ ۷۷۱

پیالہ	مشکیزہ
یک	یک

بروایت دیگر ارباب سیر

کپڑا	تکیہ (جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)	چکیاں	مشکیزہ	گھڑے[1]
یک		۲ عدد	یک	۲ عدد

اولاد — حضرت فاطمہ رض کے دو لڑکے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام، اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئین[2] جو اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام مین بہت مشہور ہین۔

آنحضرت صلعم کو ان سب سے بہت محبت تھی۔ آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین یہ شرف صرف حضرت فاطمہ رض کو ہی حاصل ہوا کہ اون سے آپ کی نسل باقی رہی[3]۔

دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محسن، اور رقیہ بھی آپ کی یادگار تھے[4] جو بچپن ہی مین انتقال کر گئے۔

فضائل ومناقب — حضرت فاطمہ رض کے فضائل ومناقب بہت ہین آنحضرت صلعم کے اہلبیت مین اگرچہ بہت سے بزرگ داخل ہین لیکن ان سب مین فرد کامل سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کا وجود گرامی ہے۔ آیت تطہیر، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا (سورۃ الاحزاب) کا نازل ہونا حضرت فاطمہ رض کے فضائل ومناقب پر خاص طور سے دال ہے،

عبدالرحمن بن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخدری لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، سیدۃ النساء اہل الجنۃ (یعنی فاطمہ رض) جنت کی عورتون کی سردار ہین۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

سیدۃ نساء اھل الجنۃ مریم ثم فاطمۃ بنت محمد ثم خدیجۃ ثم آسیۃ امرأۃ فرعون،	جنت کی عورتون کی سردار مریم پھر فاطمہ بنت محمدؐ، پھر خدیجہ، پھر آسیہ (فرعون کی بیوی) ہین[5]،

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ

[1] طبقات صفحہ ۴ اور ۱۶، [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [3] اسدالغابہ صفحہ ۲۴، [4] زرقانی صفحہ ۲۳۳، [5] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [6] ایضاً

جانتے ہو کہ یہ کیا ہے سب نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ واقف ہے آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، مریم بنت عمران آسیہ بنت مزاحم (بیوی فرعون) ان لوگون کو جنت کی عورتون پر سب سے زیادہ فضیلت ہے[۱]

خدا تعالی نے طبقہ نسوان مین حضرت فاطمہؓ کی ذات مبارک کے ساتھ جو مناقب مخصوص کر دیے تھے اونکی نظیر نہین ملتی۔ چنانچہ یہ حدیث حضرت فاطمہ رض کے فضائل پر بہترین شاہد ہے

کفاك من نساء العالمين مريم بنت عمران وخديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و آسيه امرأة فرعون[۲]	تمھاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتون مین مریم، خدیجہ، فاطمہ، آسیہ، کافی ہین۔

صداقت و راست گوئی مین بھی حضرت فاطمہ رض کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہین[۳]۔

ما رایت احداً کان اصدق لهجة من فاطمة الا ان یکون الذی ولدها صلعم،	مین نے فاطمہ سے بڑھکر راست گو کسیکو نہین دیکھا لیکن اُن کے والد آنحضرت صلعم البتہ مستثنیٰ ہین،

حضرت رسول اللہ صلعم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رض کے گھر تشریف لاتے[۴]

حضرت فاطمہ رض کے ساتھ جسقدر محبت رسول اللہ صلعم کو تھی اُتنی اور کسی اولاد کے ساتھ نہ تھی۔ حالانکہ آپ کی بعض بہنین آپ سے زیادہ تیز فہم اور خوبصورت تھین لیکن آنحضرت صلعم کو حضرت فاطمہ رض بہت محبوب تھین[۵]۔

حضرت فاطمہ رض اگرچہ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین اولاد تھین لیکن آپ سے کوئی دنیاوی فائدہ نہین اُٹھایا[۶]۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ رض سے فرمایا تمھاری رضامندی سے اللہ تعالی خوش ہوتا ہے اور تمھارے غیظ و غضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے[۷]۔

آنحضرت صلعم جب کسی سفر یا جنگ سے مراجعت فرماتے تو پہلے مسجد مین تشریف

---

[۱] استیعاب صفحہ ۷۷۲، [۲] ترمذی کتاب المناقب [۳] استیعاب صفحہ ۷۷۲ [۴] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۳
[۵] ایضاً صفحہ ۵۲۰ [۶] سنن ابوداؤد [۷] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ و اصابہ،

یجا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ رضہ کے گھر تشریف یجاتے پھر دیگر ازواج مطہرات کے پاس[۱]۔

ایک تابعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم سب سے زیادہ کسکو محبوب رکھتے ہین آپ نے جواب دیا عورتون مین فاطمہ کو اور مردون مین اُسکے شوہر علی کو[۲]۔

حضرت فاطمہ رضہ اپنے تمام مشاغل حیات مین رسول اللہ صلعم کی تقلید کرتی تھین۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے نشست و برخاست، عادات و خصائل طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ مین آنحضرت صلعم کے مشابہ فاطمہ رضہ سے زیادہ کسیکو نہین دیکھا۔ حضرت فاطمہ جب رسول اللہ صلعم کے پاس آتین تو آنحضرت صلعم کھڑے ہوجاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہہ پر بٹھا لیتے[۳]۔ اور یہی طریقہ عمل حضرت فاطمہ رضہ کا تھا[۴]۔

ام سلمہ کہتی ہین کہ رفتار و گفتار مین بہترین نمونہ رسول اللہ صلعم کا فاطمہ رضہ تھین حضرت فاطمہ کی صورت بھی آنحضرت صلعم سے بہت ملتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ میری آنکھون نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہ رضہ سے بہتر کسیکو نہین دیکھا[۵]۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہین[۶]۔

فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی،	فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسکو ناراض کریگا وہ مجھکو ناراض کرے گا۔

عام حالات لڑکی خواہ امیر کی ہو یا فقیر کی سن شعور تک تو وہ اپنے شفیق والدین کے گھر مین پرورش پاتی ہے اور فطرتاً اپنے والدین اور اُس گھر سے جہان اپنی عمر کا بہترین حصہ وہ گذار چکی ہے، محبت و ہمدردی ہوجاتی ہے لیکن اسکے بعد وہ وقت آتا ہے جب اُسکو ایک نئی دنیا نئی زندگی اور نئے لوگون سے واسطہ پڑتا ہے، یہ وہ وقت ہے جب والدین باتباعِ شریعت و قانون تمدن اپنی لڑکی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ مین دے دیتے ہین کون نہین جانتا کہ یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے اور رخصتی کے وقت لڑکی کا گھر بجائے عشرتکدہ کے ماتمکدہ بنجاتا ہے۔ لڑکی تقاضائے دل سے مجبور ہوکر گردن جھکا کر زار و قطار روتی رہتی ہے چنانچہ

---

۱ استیعاب صفحہ ۷۷۱، ۲ ایضاً صفحہ ۷۷۲، ۳ ایضاً و ابوداؤد بروایت حضرت عائشہ رضہ ۴ استیعاب صفحہ ۷۷۲، ۵ اصابہ صفحہ ۲۶ ۷، ۶ صحیح بخاری صفحہ ۵۳۲،

حضرت فاطمہ رضؓ سیدۃ النساء کا جب عقد ہوا تو آپ بھی بخیال مفارقت رو رہی تھیں اسی عرصہ میں سرور کائنات نبی صلعم مکان کے اندر تشریف لائے حضرت فاطمہ رضؓ کو اس عالم مین (روتا ہوا) دیکھ کر فرمایا اے بیٹی فاطمہ رضؓ یہ رونا کیسا؟ مین نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو علم و حلم مین سب سے افضل اور اسلام لانے مین سب سے اول ہے[۱]۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ کی کچھ طبیعت ناساز ہو گئی آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے آپ نے فرمایا بیٹی تم کیسی ہو حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا کہ مجھے تکلیف ہے لیکن اس تکلیف مین مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر مین کھانے کی کوئی چیز نہین ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی کیا تم کو یہ پسند نہین ہے کہ تم عورات عالم کی سردار بنو، اُنھون نے عرض کیا مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے آپ نے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتون کی سردار ہین اور تم اپنے زمانہ کی اور خدا کی قسم مین نے تمھاری شادی دنیا اور دین کے سردار سے کی ہے[۲]۔

آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوایوب انصاری کے مکان مین فروکش ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ رضؓ کا عقد ہوا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو حضرت علی رضؓ نے ایک مکان آنحضرت صلعم کے مکان سے کسیقدر فاصلہ پر لے لیا اسی مکان مین رخصت کرا کے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت صلعم حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اثنائے گفتگو مین آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تم کو اپنے قریب بلا لون حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے فرمائیے وہ کوئی اپنا مکان دیدینگے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی حارث بن نعمان سے یہ بات کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جب حارث کو یہ خبر پہونچی تو آنحضرت صلعم کی بارگاہ اقدس مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان مین منتقل کرانا چاہتے ہین میرے تمام مکانات موجود ہین حضرت فاطمہ کو بلا لیجیے۔ میرا جان و مال اللہ اور اُسکے رسول پر قربان ہے۔ اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لے لینگے مجھے اُسکا آپکے پاس رہنا میرے پاس رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے۔ پھر حضرت فاطمہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین منتقل کرا لیا[۳]۔

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، [۲] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [۳] طبقات صفحہ ۱۴ و اصابہ ۲۶۷

حضرت فاطمہ رضہ نہایت متقی پرہیزگار دیندار خاتون تھین آپ کی زندگی کا تمام تر حصہ زہد و قناعت مین گذرا صبر و تحمل زہد و ورع اور شرم و حیار کی آپ بہترین مثال ہین دنیا کی تکالیف و مصائب کا آپ کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا تھا آپ کی زندگی جس عسرت و تنگدستی مین بسر ہوئی اوسکا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا تمام کام خود کرتی تھین۔ روزانہ کی محنت و جانفشانی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین چھالے پڑجاتے تھے۔ مشک بھر بھر کر لانے سے کمر و سینہ مین نشان پڑگئے تھے۔ گھر مین جھاڑو دینے اور چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے ہوجاتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات کی کثرت تھی مدینہ مین مال و زر کے خزانے لٹ رہے تھے لیکن کوئی سوال کرے کہ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضہ کا اسمین کوئی حصہ تھا یا نہین تو اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہین ہوسکتا باایںہمہ جب آنحضرت صلعم سے یہ حال عرض کرکے لونڈی کی استدعا کرتین تو آنحضرت صلعم دوسرے طریقہ سے تسکین و تشفی کردیتے۔ کبھی کوئی وظیفہ بتادیتے اور کبھی دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمادیتے کبھی صاف انکار کرکے فرماتے کہ یہ فقرا و یتامیٰ کا حق ہے۔ ائمہ حدیث فرماتے ہین کہ چکی پیسنے کے نشان حضرت فاطمہ رضہ کے ہاتھون مین پڑگئے تھے۔ اور چولھا پھونکنے سے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ لیکن اتنی قدرت نہ تھی کہ کوئی کنیز رکھ سکین۔ ایک دن حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ سے کہا اب تو پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا آجکل دربار نبوت مین بہت سے قیدی آئے ہوئے ہین تم جاؤ اور ایک خادم آنحضرت صلعم سے مانگو۔ حضرت فاطمہ رضہ نے کہا مین کس سے کہون میرا خود یہی حال ہے کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھون مین گھٹے پڑگئے پھر آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین گئین آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کیا حال ہے کیسے آئین۔ کیا کوئی کام ہے آپ نے عرض کیا کوئی کام نہین صرف سلام کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ (حضرت فاطمہ) مراسم آداب و سلام بجالاکر اپنے گھر واپس آگئین جن باتون کی اظہار کی ضرورت تھی اور جس گذارش کے لیے گئی تھین۔ شرم کے مارے اسکا اظہار نہ کیا جب گھر آئین تو حضرت علی رضہ نے کہا تم جس کام کے لیے گئی تھین کیا کرکے آئین آپ نے جواب دیا مین سلام کرکے چلی آئی میری شرم و حیار نے اجازت نہ دی کہ مین کوئی سوال کرتی پھر دونون میان بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے حضرت

علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے سینہ مین درد ہونے لگا ہے حضرت فاطمہ رض
نے عرض کی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین گھٹے پڑ گئے ہین، اب تو یہ تکلیفین نا قابل برداشت
ہین۔ حضور کی بارگاہ مین بہت سے قیدی آئے ہین اُن مین سے ایک ہم کو دیجیے۔ آنحضرت صلعم
نے فرمایا بخدا مین تم دونون کو کوئی قیدی خدمت کے لیے نہین دے سکتا۔ کیا مین اہل صفہ
کے حق کو تلف کر دون اور اُن کو بھول جاؤن جو فقر و فاقہ کی بدولت نان شبینہ کے محتاج
ہین اور میرے پاس کوئی چیز نہین ہے کہ مین اُن لوگون کے لیے صرف کر دون اور امداد کرون
سوائے اسکے کہ اُن قیدیون کو فروخت کر دون اور اُسکی قیمت سے اہل صفہ کی ضروریات
پوری کرون جب یہ دونون ایک منصفانہ اور اصولی جواب سُنکر گھر واپس آئے تو آنحضرت
صلعم حضرت علی رض کے گھر تشریف لائے اسوقت دونون اپنے اپنے بسترون پر آرام کے لیے
لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت صلعم کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً استقبال کے لیے
اُٹھے آنحضرت صلعم نے ان دونون کو روکا اور فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور
جسکے تم خواہشمند تھے اُس سے بہتر ایک چیز مین تم کو بتاتا ہون اُن دونون نے عرض کیا جی ہان
فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ و الحمد للہ، اور اللہ اکبر، پڑھا کرو،
اور سوتے وقت سبحان اللہ و الحمد للہ ۳۳-۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴- بار پڑھکر دم کر لیا یہی تمھارے
لیے بہترین خادم ہین[۱]۔

اسی روایت کے سلسلہ مین راوی نے حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض کی بے بضاعتی
و بے مائگی کا اظہار اسطرح کیا ہے کہ جب وہ دونون بسترون مین آرام کرنے کے لیے لیٹتے تو اوڑھنے
کا چادرہ اسقدر چھوٹا تھا کہ جب دونون اپنے پیرون کو ڈھا کنا چاہتے تو سر کھل جاتا اور اگر
سر ڈھا کنا چاہتے تو پیر کھل جاتے تھے[۲]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب سیدہ فاطمہ رض کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور کوئی بات
منشا کے خلاف نہ کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی رسول اللہ صلعم اُن کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ فاطمہ رض
کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اُدھر حضرت فاطمہ رض کو بھی باربار نصیحت کرتے رہتے تھے کہ عورت کا
بڑا فرض شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ الغرض آپ ہمیشہ دونون کے تعلقات مین خوشگواری
پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے تھے۔ لیکن زن و شو کے تعلقات معاشرت ایسے اہم ہین کہ

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۶ و اصابہ صفحہ ۲۹، ج ۲۰۸، [۲] طبقات صفحہ ۱۶،

کبھی نہ کبھی ایسے اتفاقات پیش آہی جاتے ہین جن سے رنج و ملال کا اظہار ہوہی جاتا ہے کہین نظر غائر سے دیکھا جائے تو اسمین بھی محبت پنہان ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی رضہ کے طرف سے کچھ ایسا برتاؤ ہوا جو حضرت فاطمہ رضہ کو ناگوار ہوا آپ کبیدہ خاطر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین گئین آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی رضہ بھی گئے اور ایسی جگہہ کھڑے ہوگئے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہ رضہ کی گفتگو سن سکین۔ اور حضرت علی رضہ کے غصہ کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اے بیٹی جو کچھ مین کہون اوس کو غور و فکر سے سنو اور عمل کرو وہ کون سے مرد عورت ہین جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشا کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے[۱]۔

حضرت علی رضہ پر اس مصلحانہ جواب کا اسقدر اثر ہوا کہ پھر اُنھون نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رضہ رنجیدہ خاطر ہوتین۔

حضرت علی رضہ خود فرماتے ہین کہ مین جو تشدد حضرت فاطمہ پر کیا کرتا تھا اس سے دست بردار ہوگیا اور مین نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم آیندہ مین اب کبھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کرونگا جس سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمھاری دلشکنی ہو[۲]۔

حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات مین کوئی رنجش ہوجاتی تو اسیطرح آنحضرت صلعم صلح کرادیتے اور آپ کو ان دونون کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا آپ حضرت علی رضہ کے یہان تشریف لے گئے اسوقت آپ کے چہرۂ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایان تھے آپ نے اُن دونون مین صلح کرادی جب باہر تشریف لائے تو چہرۂ مبارک بشاش تھا لوگون نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے جب آپ گھر مین تشریف لے گئے تو چہرۂ مبارک متغیر تھا اور اب بشاش ہے۔ فرمایا مین نے ایسے دو شخصون مین مصالحت کرادی جو مجھے بہت محبوب ہین[۳]۔

چونکہ آنحضرت صلعم دنیاوی زینت و آرائش کو بہت ناپسند فرماتے تھے، اس لیے وہ ایسی چیزین اولاد کو نہ خود دیتے تھے اور نہ دوسرونکا دینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کو ایک سونے کا ہار دیا جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا فاطمہ

[۱] طبقات صفحہ ۱۶، [۲] طبقات صفحہ ۱۲ و اصابہ ۳۰۰، [۳] ایضاً۔

کیا تم لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ نے اسکو فروخت کرکے اوس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے حضرت سیدہ فاطمہ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازون پر پردے لگائے۔ اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو چاندی کے دو کنگن پہنائے جب آنحضرت صلعم حسب معمول حضرت فاطمہ رضہ کے گھر تشریف لائے تو اس ساز و سامان و آرائش کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رضہ واپسی کا سبب سمجھ گیئن فوراً پردون کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادون کے ہاتھون سے کنگن اُتار لیے، صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گئے آپ نے فرمایا۔ اگرچہ یہ میرے اہل بیت ہین مگر مین نہین چاہتا کہ دنیا کے مزخرفات سے آلودہ ہون۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ طلائی ہار کے عوض فاطمہ کے لیے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنون کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑ کنگن خرید لاؤ[۱]۔

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابی جہل نے حضرت علی رضہ سے کہا تم غورا بنت ابی جہل سے نکاح کرلو۔ حضرت علی رضہ کا ارادہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا۔ (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ نے آنحضرت صلعم سے اِس واقعہ کو بیان کیا) آنحضرت صلعم مسجد مین تشریف لائے اور ممبر پر یہ خطبہ پڑھا جسمین اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا،

ان بنی ھشام بن المغیرۃ استأذنونی ان ینکحوا ابنتہم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن۔ الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتہم فانما ھی بضعۃ منی یریبنی ما رابھا ویؤذینی ما آذاھا[۲]۔	آل ہشام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لیے مجھ سے اجازت چاہتے ہین لیکن مین نہ دونگا کبھی اجازت نہ دونگا۔ البتہ ابن علی ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دیکر انکی لڑکی سے عقد کرسکتے ہین۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اُسکو اذیت دی (گویا) اُسنے مجھے اذیت دی جس سے اُسکو دُکھ ہوتا ہے مجھے بھی اس سے تکلیف ہوگی،

اور فرمایا "

وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت	اور مین حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہین کرنا چاہتا ہون لیکن خدا کی قسم رسول اللہ کی

[۱] ابوداود و نسائی، [۲] صحیح بخاری صفحہ ۷۰۰ ج ۲ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱

رسول اللہ و بنت عدو اللہ[1] بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونون ایک جگہ جمع نہین ہو سکتین اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کی زندگی تک کوئی دوسرا نکاح نہین کیا۔[2]

آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض و حضرت فاطمہ رض حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم لوگون کی جس شخص سے لڑائی ہے اوس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تمھاری صلح ہے اوس سے میری بھی صلح[3] یعنے جن لوگون سے تم نارضامند ہوگے اس سے مین بھی نارضامند رہونگا۔ اور جس سے تم خوش ہوگے اس سے مین بھی خوش ہونگا۔

حضرت علی رض فرماتے ہین جسوقت میری شادی حضرت فاطمہ رض سے ہوئی تو میرے اور فاطمہ کے لیے کوئی بستر تک نہ تھا صرف ایک کھال تھی رات کو اسپر لیٹ رہتا اور دن مین اس سے مشکیزہ کا کام لیتا اور نہ کوئی خادم تھا۔[4]

ایک دفعہ حضرت علی رض نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ ہم دونون (فاطمہ، علی) مین کسکو زیادہ محبوب رکھتے ہین آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو۔[5]

آنحضرت صلعم کی سرگوشی مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رض کی عمر اُنتیس سال کی تھی کہ وما دثہ جانگداز رسول اللہ صلعم کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا چونکہ آنحضرت صلعم آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے اس لیے وصال نبوی کے واقعہ سے جناب فاطمہ بہت مغموم ہوئین۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہین کہ وفات سے قبل آنحضرت صلعم کے پاس مین بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رض آئین اُن کی رفتار آنحضرت صلعم کی رفتار سے بہت مشابہ تھی آنحضرت صلعم نے مرحبًا یا بنتی فرماکر اپنے داہنین یا بائین جانب بٹھالیا۔ پھر آپ نے اُن کے کان مین کچھ فرمایا وہ رونے لگین پھر دوبارہ کان مین کچھ فرمایا تو ہنسنے لگین مجھے (عائشہ) بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا مین نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس سے قبل مین نے ایک ہی وقت مین (خوشی و غم) ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہین دیکھا۔ جیساکہ اس موقع پہ دیکھا۔ فاطمہ رض نے جواب دیا کہ مین ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کرونگی۔ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہو گیا تو مین نے فاطمہ رض

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۷۸۰، جز ۲ و اسد الغابہ صفحہ ۴۲۸، [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [3] اصابہ صفحہ ۲۸۰، [4] طبقات صفحہ ۱۲، [5] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲،

سے پوچھا کہ اُس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا۔حضرت فاطمہ نے جواب دیا چونکہ آنحضرت صلعم اس عالم سے تشریف لے گئے اس لیے اب مین کہے دیتی ہون کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام سال مین ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے اسکی خلاف معمول سال مین دوبار دور کیا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔اور تم میرے اہل بیت مین سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔اسپر مین رونے لگی۔پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند نہین کرتین کہ تم دنیا کی تمام عورتون کی سردار ہو مین یہ سُنکر ہنسنے لگی۔

وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہوئی تھی تو حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین واکرب اباہ ہاے میرے باپ کی بےچینی" آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھارا باپ آج کے بعد پھر بےچین نہ ہوگا۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بنات مقدسات مین صرف حضرت فاطمہ رض کا وجود گرامی باقی رہگیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت صلعم کی رحلت کا سخت صدمہ ہوا۔

کتب سیر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے بہت رنجیدہ رہا کرتی تھین۔چنانچہ بقیہ ایام حیات مین آپ کو کسی نے ہنستا ہوا نہین دیکھا۔[۵۱]

جب آنحضرت صلعم کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ کو تسلی وتشفی دینے لگے تو آپ نے حضرت انس رض سے پوچھا کیا تم رسول اللہ کو دفن کر آئے اُنھون نے عرض کیا۔جی ہان" آپ نے فرمایا تمھارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے منون خاک کے نیچے آنحضرت صلعم کو دبا دیا۔[۵۲]

آپ آنحضرت صلعم کی قبر پر تشریف لے گئین وہان روئین اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھون سے لگائی۔اور یہ دو شعر پڑھے،[۵۳]

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا[۵۴]

کیا چاہیے اوس شخص کو جو خاک مزار مبارک آنحضرت صلعم سونگھے لازم ہے اسپر پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔مجھ پر جو مصیبتین پڑین اگر وہ دنون پر پڑتین تو وہ رات ہوجاتے،

۵۱ طبقات صفحہ ۱۷، واسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ واصابہ صفحہ ۲۷، و ۲۸، ۵۲ درالمنثور صفحہ ۳۵۹ واسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، ۵۳ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، ۵۴ درالمنثور صفحہ ۳۶۰،

یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں جو حضرت فاطمہ رض نے وقت حاضری مزار مبارک پڑھے۔ لیکن جو شعر مرثیہ رسول اللہ کے متعلق آپ سے منسوب ہیں، وہ یہ ہیں:

اغبر آفاق السماء و کورت | شمس النہار واظلم العصران
والارض من بعد النبی کئیبۃ | اسفا علیہ کثیرۃ الاحزان
فلیبکہ شرق البلاد وغربہا | ولتبکہ مضر وکل یمان
ولیبکہ الطود الاشم وجوہ | والبیت ذوالاستار والارکان
یا خاتم الرسل المبارک صنوہ | صلی علیک منزل القرآن[1]

غبار آلود ہو گیا آسمان، لپیٹ دیا گیا آفتاب اور تاریک ہو گیا زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین نہ صرف غمگین و ملول ہے بلکہ فرط الم سے شق ہو گئی ہے۔ اُن (آنحضرت صلعم) پر مشرق و مغرب کے رہنے والے قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہیں اور بڑے بڑے پہاڑ اور محلات پر گریہ طاری ہے، اے خاتم النبیین خدا آپ پر رحمت نازل کرے۔

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہ رض نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ جو کچھ میراث ہو اسکو تقسیم کر دو حضرت ابوبکر رض نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ کے اعزہ کو اپنے اعزا سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے۔ اوسمیں وراثت نہیں جاری ہوتی۔ اس بنا پر میں کیونکر تقسیم کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ کو بہت قلق ہوا[2]

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رض کو اس گفتگو سے سخت صدمہ ہوا اور وہ حضرت ابوبکر رض سے اسقدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک اُن سے بات چیت نہ کی[3]

لیکن طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ بیمار ہوئیں اور حضرت ابوبکر رض آپ کو دیکھنے آئے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت علی رض نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر رض آئے ہیں اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں حضرت فاطمہ رض نے جواب دیا کہ اس کو تو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ وہ اندر آئے مزاج پرسی

۱؎ در المنثور صفحہ ۳۶۰، ۲؎ طبقات صفحہ ۱، ۳؎ صحیح بخاری صفحہ ۵۲۶-۱- وصفحہ ۶۰۹، ۲۹،

کی جس سے آپ خوش ہوگئیں[۱]۔ اور کوئی غبار دل میں نہیں باقی رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ناراض تھیں لیکن بعد میں آپ کی یہ برہمی دور ہوگئی۔

وفات حضرت فاطمہ رض سیدۂ عالم کی اور تین بہنیں جس طرح عین جوانی کی حالت میں گذر گئیں اسی طرح حضرت فاطمہ رض نے آنحضرت صلعم کی وفات کے آٹھ ماہ بعد اور بعض کے نزدیک ستر یوم کے بعد انتقال کیا[۲]۔

بعض کے نزدیک دو مہینے اور بعض کے نزدیک چار مہینے کے بعد انتقال کیا لیکن صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد بعمر ۲۹ سال ۳۔ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ کو وفات پائی[۳]۔ اور آنحضرت صلعم کی یہ پیشینگوئی کہ "میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی" پوری ہو کر رہی۔

جناب فاطمہ رض کی ۲۹ سال کی عمر اسی وقت تسلیم کی جا سکتی ہے جبکہ سن ولادت پانچ سال قبل نبوت تسلیم کیا جائے۔ اگر سنہ ولادت ایک سال بعد نبوت مانا جائے تو یہ عمر نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ ارباب سیر نے ۲۹۔ سال کی عمر تسلیم کی ہے اس لیے سن ولادت پانچ سال قبل نبوت قرار پاتا ہے،

واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رض کا انتقال ۳۔ رمضان سنہ ۱۱ھ ہوا۔ حضرت عباس رض نے جنازہ کی نماز پڑہائی اور حضرت علی رض و حضرت فضل و حضرت عباس نے قبر میں اُتارا[۵]۔

مرض الموت کے متعلق صفحات تاریخ بالکل سادہ ہیں مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال کسی ایسے سخت مرض میں نہیں ہوا، جس کی وجہ سے آپ کچھ عرصہ تک صاحبِ فراش رہتیں،

ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ جسوقت حضرت فاطمہ رض کی وفات ہوئی اسوقت حضرت علی رض تشریف نہیں رکھتے تھے، حضرت فاطمہ رض نے مجھے بلایا اور فرمایا پانی کا انتظام کر دو میں غسل کرونگی۔ صاف اور عمدہ کپڑے نکالدو پہنونگی چنانچہ میں نے پانی کا انتظام کر دیا اور کپڑے نکالدیئے آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر فرمایا میرا بستر کر دو میں لیٹونگی میں نے بستر کر دیا۔ وہ بستر پر قبلہ رو لیٹ گئیں۔ اور مجھ سے فرمایا اب مفارقت کا وقت قریب ہے

۱؎ طبقات صفحہ ۱۷، ۲؎ استیعاب صفحہ ۷۷۳، ۳؎ ایضاً و طبقات ۱۸، ۴؎ ایضاً صفحہ ۱۸ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴ ۵؎ طبقات ۱۸ و اصابہ ۳۱۷، و استیعاب ۷۷۳

مین غسل کر چکی ہون اس لیے اب کر غسل کی ضرورت نہین ہے اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے چنانچہ اسی کے بعد ہی انتقال ہوگیا۔ جب حضرت علی رض تشریف لائے تو مین نے یہ واقعہ بیان کیا اُنھون نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کو دفن کر دیا[1]۔

یہی روایت اصابہ (صفحہ ۴۲۹) مین ام رافع سے مروی ہے،

جنازہ مین بہت کم لوگون کو شرکت کا موقع ملا، اسکی وجہ یہ تھی کہ رات کے وقت آپکا انتقال ہوا اور حضرت علی رض نے آپ کی وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا[2]۔ یہی روایت طبقات مین بھی متعدد جگہ آئی ہے،

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رض کے مزاج مین انتہا کی شرم وحیا رہتی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہین ہے کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا قبرستان تک جائے۔ اس مین بے پردگی ہوتی ہے۔ اور مرد وعورت کے جنازہ مین کوئی تفریق نہین رہتی مرد بُرا کرتے ہین کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا یجاتے ہین۔ یہ مجھے بالکل پسند نہین ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے کہا یا بنت رسول اللہ مین نے حبش مین ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے۔ آپ اگر حکم دین تو وہ طریقہ پیش کردون یہ کہہ کھجور کی چند شاخین منگوائین اور اُنپر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت نکل آئی۔ حضرت فاطمہ رض کو یہ طریقہ پسند آیا اور بہت خوش ہوئین[3]۔

چنانچہ آپ کا جنازہ پردہ مین قبر تک گیا۔ اور اسلام مین یہ پہلی خاتون ہین جن کا جنازہ اس طریقہ سے اُٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت زینب بنت جحش کا بھی جنازہ اسی طرح قبر تک گیا[4]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر گھر واپس تشریف لائے تو بہت مغموم ومحزون تھے اور شدت غم والم مین یہ شعر پڑھتے تھے[5]،

ارى علل الدنيا علي كثيرة	وصاحبها حتى الممات عليل
لكل اجتماع من خليلين فرقة	وكل الذي دون الفراق قليل
وان افتقادي فاطم بعد احمد	دليل على ان لا يدوم خليل

[1] طبقات صفحہ ۱۸، [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [3] ایضاً و استیعاب صفحہ ۳۷۷، [4] استیعاب صفحہ ۳۷۷،

[5] در المنثور صفحہ ۳۶۰

مین دیکھتا ہون مجھ مین دنیا کی بیماریان بکثرت ہو گئی ہین اور اہل دنیا جب تک دنیا مین ہین بیمار ہین، ہر یکجائی کے بعد دوستون سے مفارقت ہونا ضروری ہے - اور وہ زمانہ جو فراق کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے - رسول صلعم کے بعد فاطمہ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہین رہتا ہے -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روزانہ حضرت فاطمہ رض کی قبر پر تشریف لیجاتے اور حضرت فاطمہ رض کو یاد کر کے روتے اور یہ شعر پڑھتے[1]

مالي مررت على القبور مسلما — قبر الحبيب فلم يرد جوابي

يا قبر مالك لا تجيب مناديا — امللت بعدي خلة الاحباب

(خدایا) میری حالت کیا ہے کہ مین قبرون پر سلام کرنے کے لیے آتا ہون لیکن حبیب کی قبر میرے سوال کا کوئی جواب ہی نہین دیتی - اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہین دیتی کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہو گئی ہے -

مدفن — واقدی کہتے ہین کہ مین نے عبدالرحمن بن ابی الموالی سے کہا کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی قبر بقیع مین ہے - آپ کا کیا خیال ہے، تو انھون نے جواب دیا کہ وہ مقام بقیع مین دفن نہین کی گئین بلکہ دار عقیل کے ایک گوشہ مین مدفون ہین اونکی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ ہے[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیقؓ

نام اسماء نام ہے، حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کی صاحبزادی ہین اِن کی والدہ کا نام قتیلہ تھا (جو قریش کے ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھین) عبد اللہ بن ابی بکرؓ اِن کے حقیقی بھائی تھے[1] اور حضرت عائشہ رضؓ اِن کی سوتیلی بہن تھین[2] جو اِن سے عمر مین چھوٹی تھین[3]

لقب ذات النطاقین اِن کا لقب تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو کفار مکہ نے بہت پریشان کیا اور ہر قسم کی ایذائین دینے لگے یہانتک کہ قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے تو آپ نے مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد فرمایا حضرت ابو بکر رضؓ بھی آپ کے ہم خیال تھے چنانچہ ایک رات رسول اللہ معہ جناب ابو بکرؓ کے مکہ سے باہر جاکر تھوڑے فاصلہ پر جبل ثور کے ایک غار مین مقیم ہوگئے (حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کو اسی وجہ سے یار غار کہتے ہین) کفار مکہ نے ہر چند بہت جستجو کی اور اسی تلاش کے سلسلہ مین بارہا اُس غار کے منھ تک بھی پہونچگئے لیکن چونکہ خدا کو مشکوٰۃ نبوی کے نور سے دنیا کو روشن کرنا مقصود تھا اس لیے دشمنون کا گزر آپ تک نہ ہوسکا۔ ان رفقا مین سے جو اس وقت آنحضرت صلعم کی پوشیدہ امداد کرتے تھے، حضرت اسماء بھی تھین، چنانچہ یہ روزانہ رات کو آنحضرت صلعم کے پاس کھانا لیجاتین اور کھانا کھلا کر واپس آجاتی تھین۔

حضرت اسماء کے بھائی عبد اللہ (جو اب تک مسلمان نہین ہوئے تھے) دن بھر کافرون کے ارادون، اور مشورون، کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار مین ہو نچکر تمام خبرین رسول اللہ کو دیا کرتے تھے۔ عامر (جو حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کا چرواہا تھا) رات کو بکریان غار کے منھ پر لیجاتا تھا اور بقدر ضرورت دودھ دیکر چلا آتا تھا۔ اس طرح حضرت اسماء

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲، [2] الدر المنثور صفحہ ۳۳، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، [3] ایضاً،

اور اُن کے بھائی عبداللہ کے نقش قدم بھی بکریون کے کھرون سے مٹ جاتے تھے اور کفار کو غار کا سُراغ نہ لگ سکتا تھا۔

جب کفار کو اپنی سعی وجستجو مین کامیابی نہ ہوئی تو اُنھون نے سو اونٹ کا انعام اُس شخص کے لیے مقرر کیا جو آنحضرت صلعم کا سُراغ لگا دے، اس کے تیسرے دن رات کو جب حضرت اسمار رضہ کھانا لیکر گئین تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم علی رضہ سے جاکر کہدینا کہ کل رات کو تین اونٹ اور ایک شخص واقف راہ تلاش کر کے اسی غار پر بھیجین۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بتعمیل ارشاد تین اونٹ اور ایک راہبر لیکر گئے اور حضرت اسمار رضہ بھی دو تین روز کا ناشتہ تیار کر کے لے گئین۔ ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی اسوقت جلدی مین کوئی رسی کا ٹکڑا نہ ملا تو اُنھون نے اپنا نطاق[۱] کمر سے کھولکر دو ٹکڑے کیے ایک سے ناشتہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا مُنھ باندھا۔ اِس پر دربار نبوت سے آپ کو "ذات النطاقین" کا لقب ملا[۲]۔ جو آج بھی باوجود تیرہ سو چالیس[۱۳۴۰] سال گذر جانے کے زندہ ہے اور حضرت اسمار رضہ آجتک صفحات تاریخ مین اِسی نام سے یاد کیجاتی ہین۔

ولادت ہجرت سے ستائیس[۲۷] سال پہلے مکہ مین پیدا ہوئین۔ اُسوقت اُن کے والد بزرگوار ابوبکر الصدیق رضہ کی عمر بیس[۲۰] سال سے کچھ زائد تھی[۳]۔

نکاح حضرت زبیر بن العوام سے شادی ہوئی[۴]۔ جو آنحضرت صلعم کے پھوپھیری بھائی تھے

اسلام حضرت اسمار رضہ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھین، مکہ مین اسلام لائین۔ اور آنحضرت صلعم سے شرف بعیت حاصل کیا۔ قبول اسلام مین اِن کا شمار سابقون الاولون مین سے ہے کیونکہ یہ سترہ[۱۷] آدمیون کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئین[۵]۔

ہجرت آنحضرت صلعم، اور حضرت ابوبکر الصدیق رضہ جب مدینہ منورہ پہونچگئے اور اطمینان حاصل ہوا تو مستورات کے بلانے کی تجویز پیش ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو مکہ بھیجا، حضرت ابوبکر رضہ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیجدیا حضرت ابوبکر رضہ

---

[۱] نطاق عرب مین اس رومال کو کہتے ہین جسے عورتین قمیص کے اوپر لپیٹ لیتی ہین۔ [۲] طبقات صفحہ ۱۸۲، واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴، ودر المنثور صفحہ ۳۳، [۳] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، [۴] طبقات صفحہ ۱۸۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴ واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، ودر المنثور صفحہ ۳۳،
[۵] طبقات صفحہ ۱۸۲، [۶] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲،

کے صاحبزادے عبداللہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں (حضرت عائشہ رض و حضرت اسماء رض) کو لیکر مکہ سے روانہ ہوئے[1]۔ حضرت اسماء رض جب مقام قبا میں پہونچیں تو عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی[2]۔ حضرت اسماء رض اپنے لخت جگر کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لائیں۔ آپ نے گود میں لیکر گھٹی پلائی۔ اور دعا سے سرفراز فرمایا[3]۔ یہ پہلی ولادت باسعادت ہے جو ہجرت کے بعد اسلام میں ہوئی[4]۔

اولاد حضرت اسماء رض کے بطن مبارک سے حضرت زبیر بن العوام کے پانچ صاحبزادے عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، اور تین صاحبزادیاں، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ، پیدا ہوئے[5]۔ یہ سب انہی کی یادگار ہیں۔

عام حالات حضرت اسماء رض نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھیں۔ محنت و مشقت میں آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت اسماء رض خود اپنے شوہر حضرت زبیر رض کی بے بضاعتی، تنگدستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمہ داریوں کی داستان اسطرح بیان کرتی ہیں۔ جب میری شادی حضرت زبیر رض بن العوام سے ہوئی اُسوقت اُن کے پاس نہ مال تھا نہ کوئی غلام بے حد تنگ دست، فقیر و مفلس تھے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا، اور میں ہی ان کی خبر رکھتی تھی۔ آنحضرت صلعم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیر رض کو عطا فرمایا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا وہاں سے روزانہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کرکے اپنے سر پر اُٹھاکر گھر تک لاتی تھی اور پھر خود ہی دلتی اور گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول کھینچتی، اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی میں ہی انجام دیتی۔ چونکہ مجھے روٹی پکانا اچھا نہیں آتا تھا اسلیے میں صرف آٹا گوندھ کر رکھدیتی تھی، میرے گھر کے قریب انصار کی بیویاں رہتی تھیں (جو نہایت خلوص و محبت رکھنے والی اور دوسروں کا کام کرکے خوش ہونے والی عورتیں تھیں) وہ میری روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں۔ روز مجھے انہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک روز میں حسب معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لارہی تھی کہ راستہ میں آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، آپ کی ہمرکابی میں اور صحابۂ کرام تھے، آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں سوار ہوجاؤں لیکن میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی۔ جب آپ کو خیال ہوا کہ شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھیں تو آپ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر آئی اور یہ قصہ اپنے شوہر زبیر رض سے بیان

---

[1] طبقات صفحہ ۳۴، [2] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، و استیعاب صفحہ ۷۲۴، [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۵، ج ۱

[4] در المنثور صفحہ ۳۳ و ۳۴، [5] طبقات صفحہ ۱۸۲،

کیا۔ تو اُنھون نے کہا خدا جانتا ہے تمھارا سر پر گٹھلیان لادنا میرے لیے اُن کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد میرے باپ ابو بکر رض نے میرے پاس ایک غلام بھیجدیا جکی بدولت گھوڑے کی خدمت سے مجھکو نجات ملگئی۔ اور مصیبتون سے ایک حد تک چھٹکارا نصیب ہوگیا[1]

جب حضرت ابو بکر الصدیق رض اسلام لائے اُسوقت اُن کے پاس تقریبًا ایک لاکھ درہم تھے لیکن چونکہ وہ تمام دولت مذہب و ملت کی خاطر آنحضرت صلعم کی امداد مین صرف کرچکے تھے، اس لیے ہجرت کے وقت اُن کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار درہم رہ گئے تھے اور وہی رقم لیکر آپ مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور بال بچون کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیا حضرت اسماء رض جب اپنے والد کو رخصت کرکے گھر آئین تو صبح کو ابو قحافہ (حضرت ابو بکر رض کے والد جو ابھی تک مسلمان نہین ہوے تھے، اور بہت ضعیف ہوگئے تھے آنکھ کی بصارت بھی رخصت ہوچکی تھی) اُن کے گھر آئے اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے نہایت افسوس ہے کہ ابو بکر خود بھی چلے گئے اور تمام مال بھی اپنے ساتھ لے گئے"۔ حضرت اسماء رض نے فورًا اُنکے قلب کو تسکین دینے کے لیے، ایک تھیلی مین کچھ کنکر پتھر بھر کر اُسی طاق مین رکھدیا جس مین حضرت ابو بکر رض کے درہم رکھے رہتے تھے۔ اور اُن سے کہا دادا میان آبانے تو ہم لوگون کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اور اُن کا ہاتھ اُس طاق مین لیجا کر رکھدیا، ابو قحافہ نے ٹٹولا تو سمجھے حقیقت مین مال موجود ہے اور ان کے دل کو اطمینان ہوگیا۔

حضرت اسماء رض فرماتی ہین کہ مین نے صرف اُن کی تسلی کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ حقیقتًا گھر مین ایک حبہ بھی نہ تھا[2]

جب کبھی حضرت اسماء رض کو درد سر کا دورہ ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتین خدایا اگرچہ مین بہت گناہگار ہون لیکن تیری شان غفاری بہت بڑی ہے[3]

ایک دفعہ اُن کی گردن ورم کر آئی۔ آنحضرت صلعم نے دست مبارک سے سہلا دیا اور فرمایا خدا تمھاری اِس تکلیف کو دور کرے[4]

حضرت اسماء رض کم مائیگی اور تنگدستی کی وجہ سے امور خانہ داری مین بہت احتیاط سے کام لیتی تھین اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھین۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳ و صحیح بخاری صفحہ ۷۸۶ ج ۲ [2] مسند ابن حنبل صفحہ ۳۵۰ ج ۶ [3] طبقات صفحہ ۱۸۳ و اصابہ صفحہ ۱۸ ج ۸، [4] طبقات صفحہ ۱۸۳ [5] ایضًا و مسند صفحہ ۳۵۲ - ج ۶،

منع فرمایا کہ ناپ تول کر نہ خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالیٰ بھی اتنا ہی دیگا چنانچہ اُنھون نے یہ عادت چھوڑ دی[1]۔

چونکہ حضرت اسمار رضہ ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھین اس لیے مشرکین کی سخت دشمن تھین۔ ایک مرتبہ اُن کی والدہ کچھ تحفے تحائف لیکر دیکھنے کو آئین۔ چونکہ وہ اسوقت مشرکہ تھین اسلیے اُنھون نے اُن کے تحفے قبول نہین کیے اور نہ اپنے گھر مین ٹھہرایا۔ حضرت عائشہ رضہ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلعم سے دریافت کریجیے کہ مین اس موقع پر کیا کرون اور آپ کا اس بارے مین کیا حکم ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحفے قبول کرلو اور اُن کو اپنے گھر مین مہمان رکھو خدا تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے جیسا کہ کلام اللہ کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ○ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون ○[3]

جو لوگ تم سے دین کے بارے مین نہین لڑے۔ اور اُنھون نے تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا اُنکے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا تو انی تم کو نہین روکتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو اُن ہی لوگون سے دوستی کرنیکو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے مین لڑے اور جنھون نے تمکو تمھارے گھرون سے نکالا۔ اور تمھارے نکالنے مین (تمھارے مخالفونکی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگون سے دوستی رکھیگا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانونپر) ظلم کرتے ہین

اس کے بعد اُنھون نے تحفے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان مین قیام کرنے کی اجازت دی[2]۔

باوجودیکہ حضرت اسمار رضہ بعد کو جاہ ثروت اور دولت سے مالامال ہوگئی تھین لیکن اُنھون نے اسلام کی سادگی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتین خشک روٹی سے شکم پُری کرتین۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتین تھین۔ اُن کی سادگی کے ثبوت مین ذیل کا

---

[1] طبقات صفحہ ۱۸۳، [2] ایضاً، و مسند صفحہ ۳۵۲، ج ۶، [3] سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸ قد سمع اللہ
[4] طبقات صفحہ ۱۸۴،

واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے،

اُن کے بیٹے منذر جب عراق کی لڑائی فتح کرکے واپس آئے تو کچھ زنانے کپڑے خوبصورت، باریک منقش بھی ساتھ لیتے آئے جب اپنی والدہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو وہ کپڑے پیش کیے (اُن کی والدہ کی بصارت بیرانہ سالی کی وجہ سے رخصت ہو چکی تھی) اسلیے اُنھون نے ہاتھ سے ٹٹول کر اُسکی خوبیان معلوم کین بہت خفا ہوئین۔ اور لینے سے انکار کر دیا۔ مُنذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اُس کو قبول کیا خوش ہوئین اور کہا بیٹے! مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو[۱]

سخاوت فیاضی، اور سخاوت، جو عرب کا اصلی جوہر ہے وہ اِن کے مزاج مین بہت زیادہ تھی۔ اپنے بچونکو ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتی تھین کہ اپنا مال دوسرون کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لیے۔ اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق پر نہ خرچ کروگے اور بخل کروگے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ تم جو کچھ صدقہ کروگے یا خرچ کروگے دراصل وہی تمھارے لیے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا اور وہ ایسا ذخیرہ ہے جو نہ کبھی کم ہونے والا ہے اور نہ جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[۲]

حضرت اسمار رض جب کبھی علیل ہو جاتین تو تمام غلامونکو آزاد کر دیتی تھین[۳]،

حضرت عائشہ رض نے اپنی وفات کے وقت ایک قطعہ زمین کا ترکہ مین چھوڑا تھا وہ حضرت اسمار رض کے حصہ مین آیا۔ اُنھون نے اُس کو ایک لاکھ درہم مین فروخت کرکے وہ رقم اعزہ و اقارب پر تقسیم کر دی[۴]

چونکہ حضرت زبیر رض کے مزاج مین تشدد زیادہ تھا۔ اسلیے حضرت اسمار رض نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ مین اپنے شوہر کے بلا اجازت اُنکے مال سے کچھ فقرا و مساکین کو دے سکتی ہون،، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان دے سکتی ہو[۵]

ایک مرتبہ اُن کی والدہ مدینہ منورہ آئین اور اُن سے کچھ روپے مانگے اُنھون نے حسب عادت پھر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ میری والدہ مشرک ہین اور وہ مجھ سے روپے مانگتی ہین کیا مین ایسی حالت مین اُن کی امداد کر سکتی ہون اور اُنکے سوال کو

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۸۴، [۲] ایضاً صفحہ ۱۸۳ [۳] ایضاً، و خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۸۸ [۴] صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ، [۵] مسند صفحہ ۳۵۳، ج ۶،

پورا کر سکتی ہوں، آپ نے فرمایا ہاں وہ تمھاری والدہ ہیں[1] یعنی اُن کی امداد کر سکتی ہو۔

ہمت، اور اخلاق حضرت اسمار رضہ مجسم پیکرِ اخلاق تھیں اِن میں اخلاص و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا۔ بنی نوع کی ہمدردی کی طرف بہت مائل تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے آپ نے نماز کو بہت طول دیا۔ حضرت اسمار رضہ گھبرا گئیں اور تھک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگیں تو اُنکے پاس دو عورتیں اور بھی کھڑی تھیں اُن میں ایک موٹی دوسری دُبلی اور کمزور تھی ان دونوں کا کھڑا رہنا باعث تسلی ہوا۔ اپنے خیال کو بدلا اور کہا مجھے اُن سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے[2] چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی بہت استقلال سے کام لیا لیکن ضبط نہ کر سکیں غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی[3]

فضل و کمال لوگ حضرت اسمار رضہ کے بہت معتقد تھے اور بڑی عقیدتمندی سے ملتے تھے اُن کے تقدس و عظمت کا عام شہرہ تھا۔ ہر شخص دعائے خیر کا طالب رہتا تھا لوگ مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے کبھی کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور وہ دعا کرانے کے لیے آتی تو آپ اُس کے سینہ پر پانی چھڑک دیتیں اور کہتیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے اسکو پانی سے ٹھنڈا کرو[4]

جب کبھی آپکے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبہ کو (جسکو حضرت عائشہ رضہ نے وفات کے وقت حضرت اسمار رضہ کے سپرد کیا تھا) دھو کر اُس کا پانی پلا دیتیں[5]

حضرت اسمار رضہ نے کئی حج کیے پہلا حج آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی کیا تھا[6]

آنحضرت صلعم سے تقریباً چھپن[؟] حدیثیں بھی روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں جن لوگوں نے اُن سے روایت کی ہے انمیں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ رضہ، عروہ، فاطمہ بنت المنذر بن زبیر، ابن عباس رضہ، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان مسلم معری، وغیرہ،

آپ بڑی ذی فہم، راسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بردبار، اور بہت صابر تھیں[7]

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۴۰۰ جز ۲، [2] مسند صفحہ ۳۴۹ جز ۳ [3] صحیح بخاری صفحہ ۱۴۰، جز ۱، [4] ایضاً صفحہ ۸۵۰ جز ۲ [5] مسند صفحہ ۳۴۸ جز ۶ [6] صحیح مسلم صفحہ ۴۷۹، جز ۱، [7] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲،

طلاق عام کتابون مین حضرت اسمار رضہ کو حضرت زبیر رضہ کے طلاق دینے کا حال مجملاً لکھا ہے وجہ طلاق کسی نے نہین لکھی صرف ابن اثیر نے تبلایا ہے کہ طلاق کے دو سبب کہے جاتے ہین ایک تو یہ کہ حضرت اسمار رضہ بہت مسن تھین اور کبرسنی کی وجہ سے آنکھون کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ اسلیے حضرت زبیر رضہ اُن کو اپنے پاس سے جدا کرنے کے لیے مجبور ہوگئے۔ دوسرے یہ کہ دونون کے تعلقات مین کشیدگی پیدا ہوگئی تھی جسکی بنا پر طلاق وقوع مین آئی۔ ہمارے نزدیک پہلی صورت اس لیے قابل تسلیم نہین کہ اسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور نہ تھے کہ حضرت زبیر رضہ جیسے مقتدر رکن ملت صرف اس قصور پر طلاق دیتے کہ وہ بوڑھی ہوگئی تھین۔ دوسرے واقعات کے ہوتے ہوئے قیاس بھی اس طرف رہبری کرنے سے قاصر ہے دوسرا سبب البتہ عقل مین آتا ہے جسکا وقوع مین آنا بالکل ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت زبیر رضہ کے مزاج مین تیزی بہت تھی اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، وہ تشدد کے عادی تھے۔ باہمی مخالفت سے کشیدگی کی نوبت آگئی ہوگی۔ جو آخر مین باعث طلاق ہوئی۔ روایتاً و درایتاً دونون صورتون مین بمقابلہ پہلے کے یہ سبب زیادہ سمجھ مین آتا ہے اس کے علاوہ ابن اثیر کے اس بیان سے بھی ہماری خیال کی تائید ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت زبیر رضہ حضرت اسمار رضہ پر خفا ہوئے۔ یہان تک کہ زد و کوب کی نوبت پہونچی۔ حضرت اسمار رضہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضہ سے امداد چاہی، حضرت زبیر رضہ نے اُن کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا اگر تم یہان آؤ گے تو تمھاری مان کو طلاق ہے۔ عبداللہ رضہ نے کہا کہ آپ میری مان کو نشانہ قسم بناتے ہین۔ یہ کہتے ہوئے آئے اور اپنی مان حضرت اسمار رضہ کو اُن کے پنجہ سے چھوڑا لیا۔[1]

بہرحال طلاق کے بعد حضرت اسمار رضہ اپنے صاحبزادے عبداللہ رضہ کے پاس چلی آئین اور وہین رہنے لگین[2] عبداللہ رضہ جیسا فرمانبردار بیٹا ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ وہ اپنی بوڑھی مان کی بہت اطاعت کرتے تھے اور اُن کی رضامندی کو اپنے تمام مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے،

بہادری و اخلاقی جرأت اور صبر و استقلال جس طرح سرزمین عرب کی یہ خصوصیت ہے کہ اُسکا بچہ بچہ فیاض و سخی ہوتا ہے اِسی طرح جرأت و دلیری بھی اُن لوگون کی مخصوص جبلت ہے۔ اس لیے حضرت اسمار رضہ جسطرح سخاوت مین شہرت رکھتی تھین اسی طرح دلیری

---

[1] درالمنثور صفحہ ۳۴، واسدالغابہ صفحہ ۳۹۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴، [2] درالمنثور صفحہ ۳۴، واسدالغابہ صفحہ ۳۹۲، وفتح الباری صفحہ ۱۶۳، [3] اسدالغابہ صفحہ ۳۹۲ [4] ایضاً و درالمنثور صفحہ ۳۴،

وشجاعت کے لیے بھی وہ مشہور تھین ۔ سعید بن عاص کے زمانہ حکومت مین جب مدینہ کے اندر فتنہ وفساد برپا ہوا، شہر مین بہت بدامنی پھیل گئی اور چوریان ہونے لگین، تو حضرت اسمارؓ ایک خنجر سرہانے رکھ کر سویا کرتی تھین ۔ لوگون نے پوچھا کہ آپ ایسا کیون کرتی ہین کہا جب کوئی چور آئیگا اور مجھپر حملہ کریگا تو مین اُسکا پیٹ چاک کر دون گی[1]

حضرت عبداللہ رضؓ جب سن شعور کو پہنچے اور ۶۶ھ مین عراق عرب کے خلیفہ ہوئے تو یہ وہ وقت تھا جب سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا (یزید) اسلام مین فسق وفجور پھیلانے پر تلا ہوا تھا اور فتنہ وفساد ہر جگہ رونما ہو رہا تھا ۔ صدہا لوگ اُس گم کردہ ۔ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے ۔ لیکن آپ نے اُس کی بیعت سے انکار کر دیا ۔ اور مکہ کو اپنا ماویٰ وملجا بنا کر وہین سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی چونکہ ہر متنفس آپ کی عظمت ، شوکت ، جلالت ، حقگوئی اور سلاست روی کا معترف تھا اسلیے سب نے آپ کی دعوتِ خلافت پر لبیک کہی اور جوق درجوق حلقہ بگوش ارادت ہونے لگے ۔

بعد مین جب عبدالملک بن مروان نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ مین لی تو عبدالملک بن مروان کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا اور یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکہ کا محاصرہ کر لیا ۔ اور رسد بند کر دی چھ مہینہ تک برابر لڑائی جاری رہی لیکن جب حضرت عبداللہ رضؓ کے معین ومددگار محاصرہ کی تنگیون سے بھاگ نکلے اور تھوڑے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسمار رضؓ کے پاس آئے ۔ اور عرض کیا یا امی ! وفاداروں کی بیوفائی اور باقیماندگان کی بے صبری سے مین پریشان ہون میرے سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون اگر آپ کی راے ہو تو اطاعت قبول کر لون کیونکہ اس صورت مین ممکن ہے کہ حجاج اور اُسکے ہمراہیون سے جو کچھ چاہون وہی ہو جائے (چونکہ حضرت اسمار رضؓ بہت دلیر راسخ الاعتقاد اور جان نثار اسلام وفدائے ملت تھین) آپ نے جواب دیا اے ! فرزند تم اپنی مصلحت خوب سمجھ سکتے ہو اگر تمھین حق وصداقت پر ہونے کا کامل یقین ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور استقلال سے کام لینا چاہیے ۔ مردون کی طرح لڑو اور جان کے خوف سے کسی ذلت کو برداشت نہ کرو ۔ عزت کے ساتھ تلوار کھانا ذلت ورسوائی کے عیش سے کہین زیادہ بہتر ہے اگر تم شہید ہو گئے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر تم دنیائے بے ثبات کے خواہشمند نکلے تو تم سے

[1] صفحہ ۱۸۴ ، وذیل طبری صفحہ ۲۶۱ ، ۲۷۰

زیادہ بُرا کون شخص ہو سکتا ہے جو خود بھی بُرا بنتا ہے اور خلق خدا کو بھی ہلاکت وقعر ذلت مین ڈالتا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم تنہا ہو اور بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہین تو یہ روش شریفونکی نہین۔ تم کب تک زندہ رہوگے ایک دن مرنا ضروری ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ نیک نام ہو کر مرو، تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کی یہ زرین نصیحت سنکر کہا مجھکو یہ خوف ہے کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دینگے۔ حضرت اسمارضؓ نے فرمایا "بیٹا! جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ بیشک درست ہے لیکن جب لوگ بکری کو ذبح کر ڈالین تو پھر خواہ اُس کا پوست نکالین خواہ قیمہ کرین بکری کو کوئی اذیت نہین پہنچتی" اسکے بعد حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھون کو بوسہ دیا اور کہا درحقیقت میرا بھی یہی خیال ہے مین حق کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہون اور یہ کام مین نے محض دین کے استحکام کے لیے کیا ہے اور اب مین آج ضرور لڑ کر شہادت حاصل کرونگا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ افسوس کرین۔ اے مادر محترم آجتک آپ کے بیٹے نے کوئی فسق و فجور نہین کیا اور احکام شریعت کے اجرا مین عمداً غلطی نہین کی اور نہ عمّال کے ظلم وستم سے خوش ہوا پھر آسمان کی طرف مُنھ اُٹھا کر کہا بارالٰہا تو خوب جانتا ہے جو کچھ مین نے اپنی مان سے کہا ہے وہ محض اُن کی تسلی وتشفی کے لیے کہا ہے۔ تاکہ وہ اس حال کو دیکھ کر متأسف ہون۔

حضرت اسمارضؓ نے فرمایا، اے فرزند! مجھے امید ہے کہ میرا صبر تیرے حق مین ایک عدیم النظیر صبر ہوگا، اگر تو میرے سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا، اور اگر تو غالب وفتحیاب ہوا تو میرے لیے وجہ مسرت وشکر گذاری، اب بسم اللہ آگے بڑھو اور انجام کار دیکھو۔" اسکے بعد حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دعائے خیر کی التجا کی اور زرہ پہنکر مان کو آخری صورت دکھانے آئے حضرت اسمارضؓ (نابینا تھین) جب رخصت کرنے کی لیے حضرت عبداللہ رضؓ کو گلے لگانے لگین تو ہاتھ مین زرہ محسوس ہوئی، بولین عبداللہ! جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہین وہ زرہ جوشن بالائے طاق رکھدیتے ہین،" حضرت عبداللہ نے کہا مین نے آپکے اطمینان کے لیے پہنی ہے، فرمایا مجھے زرہ سے اطمینان نہ ہوگا دامن کمر سے باندھو اور حملہ کردو،" حضرت عبداللہ رضؓ نے ایسا ہی کیا اور یہ رجزیہ[۵] شعر،

انی اذا اعرف یومی اصبر   وانما یعرف یومہ الحر

[۵] اسدالغابہ صفحہ ۱۶۳، واستیعاب صفحہ ۳۶۶، [۵] طبقات، صفحہ ۱۰۵ ؁

اذ بعضہم یعرف ثم ینکر

بڑھتے ہوئے دشمنون کی صفون مین گھس گئے اور آخرکار شہید ہوئے[۱]

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ رض کی نعش جھون پر لٹکا دی۔ تین دن گذرنے کے بعد حضرت اسمار رض اپنی کنیز کے ساتھ آئین تو دیکھا کہ لاش اُلٹی ٹنگی ہوئی ہے یہ دردناک نظارہ دیکھا اور نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر فرمایا "کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ یہ شہسوار اسلام و فدائے ملت گھوڑے پر سے اُتر ے"[۲]

راست گوئی حضرت اسمار رض کا خاص شعار تھا، چنانچہ حجاج بن یوسف ایسے ظالم و جفاکار کے سامنے بھی آپ نے راست گوئی کو ترک نہین کیا اور نہایت دندان شکن جواب دیے جب حضرت عبداللہ رض کی شہادت کے بعد حجاج، حضرت اسمار رض کے پاس آیا اور کہا کہ تمھارے لڑکے عبداللہ نے خدا کے گھر میں بیدینی، الحاد پھیلایا تھا اسلیے اللہ تعالیٰ نے اُس پر ایک شدید عذاب نازل کیا"، تو حضرت اسمار نے جواب دیا کہ "تو جھوٹا ہے، میرا لڑکا ملحد نہ تھا، بڑا صائم شب بیدار، پرہیزگار، عبادت گذار، اور ماں باپ کا فرمانبردار، لڑکا تھا، مگر مین نے آنحضرت صلعم سے ایک حدیث سُنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے دُو آدمی پیدا ہونگے جن مین سے پہلا دوسرے سے بدتر ہوگا[۳] سو ایک کذاب (مختار ثقفی) کو تو مین دیکھ چکی۔ اور دوسرا ظالم جس کو مین اب دیکھ رہی ہون تو ہے"،

حجاج آپ کے اس تلخ جواب سے جلگیا اور پیچ و تاب کھاکر خاموش ہو رہا۔

ایک روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہے کہ جب حجاج نے حضرت اسمار رض سے کہا کہ مین نے تمھارے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ نے جواب دیا "تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت اور ہان مین نے یہ بھی سُنا ہے کہ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا۔ بیشک مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد بزرگوار حضرت ابوبکر رض کا کھانا نطاق سے باندھا تھا۔ لیکن مین نے یہ حدیث بھی سُنی ہے کہ ثقیف (قبیلہ کا نام) سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ سو کذاب کو دیکھ چکی ہون اور ظالم تو ہے"، حجاج اِس حدیث کو سُنکر متاثر ہوا۔ اور ممبر سے اُٹھ کھڑا ہوا[۴]

چند دنون کے بعد عبداللہ بن مروان کے حکم سے وہ لاش جھون سے اُتاری گئی حضرت

[۱] ماخوذ از درالمنثور صفحہ ۳۴، [۲] اسد الغابہ صفحہ ۱۲۳ و استیعاب صفحہ ۲۴۴، [۳] طبقات صفحہ ۱۸۵، [۴] صحیح مسلم صفحہ ۲۷۵ ج ۲

اسمار رضہ نے منگوا کر غسل دلایا لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے تھے غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی لیکن یہ عبرت ناک منظر بھی حضرت اسماء رضہ نے دیکھا اور صابر و شاکر رہین۔

حضرت اسماء رضہ باوجود متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے اپنی بہن عائشہ رضہ کی طرح بے انتہا خوددار تھین۔ چنانچہ اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا ہوگا کہ آپ کی خودداری حجاج کے کبر و نخوت کے مقابلہ مین تاریخ اسلام مین کیسی عجیب و غریب مثال خودداری کی[1]

وفات حضرت اسماء رضہ خدائے لایزال کی بارگاہ مین دعا مانگا کرتی تھین کہ جب تک مین عبداللہ رضہ کی نعش نہ دیکھ لون مجھے موت نہ آئے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضہ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسماء رضہ نے اپنی حیات مستعار کے سو[2] سال پورے کرکے جمادی الاول ۷۳؁ھ[3] مین بمقام مکہ معظمہ انتقال کیا۔

حضرت اسماء رضہ باوجود اس کے کہ سو سال کی عمر تک پہونچگئی تھین۔ لیکن اُنکا ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے[4] آپ کا قد دراز تھا اور جسم پُر گوشت آخر وقت تک آپ کے تمام قوی صحیح و سالم رہے۔

۳۱؁ھ[5] مین جب اُنکے شوہر حضرت زبیر رضہ واقعۂ جمل سے واپس آرہے تھے تو ایک شخص عمرو بن جرموز المجاشعی نے وادی السباع مین آپ کو قتل کیا۔ حضرت اسماء رضہ کو جب یہ واقعۂ جانکاہ معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئین اور اُسی غم و الم مین یہ مرثیہ زبان پر لائین۔

غدر ابن جرموز بفارس بہمۃ
یوم اللھیاج و کان غیر معرد
یا عمرو لو بنھتہ لوجدتہ
لا طائشا رعش الجنان ولا الید
ثکلتک امک ان قتلت لمسلما
حلت علیک عقوبۃ المتعمد

(ترجمہ) ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور عالی ہمت سے بیوفائی (دغا) کی (اور وہ بیوفائی) ایسی حالت مین (کی) کہ وہ نہتا اور بے سر و سامان تھا۔ اے عمرو

---

[1] استیعاب صفحہ ۲۶۶۔ ج ۱، [2] در المنثور صفحہ ۳۴، [3] استیعاب صفحہ ۲۲۴، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ و در المنثور صفحہ ۳۱، [4] اصابہ صفحہ ۰ ج ۸، [5] در المنثور صفحہ ۳۴،

اگر تو اسکو متنبہ کر دیتا تو بیشک تو اسکو ایک ایسا شخص پاتا کہ نہ اُسکے دلمین خوف ہوتا نہ ہاتھ مین لرزہ۔ تیری مان تجھپر روئے (اور تجھے خدا سمجھے) تونے ایک مسلمان کو قتل کیا تجھپر ضرور عذاب نازل ہوگا۔

اُدہر شوہر کی وفات اور ادہر لخت جگر نور نظر عبداللہ رضہ کی شہادت یہ دو نون واقعے قیامت سے کم نہ تھے لیکن مرحبا، کہ باوجود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شکر سے کام لیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

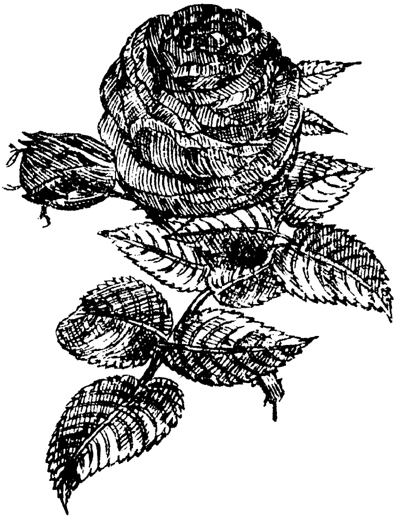

حضرت امامہ رضؓ بنت ابی العاص

نام آپ کا نام اُمامہ ہے، آپ کے والد بزرگوار کا نام ابو العاص رضؓ بن ربیع بن عبد العزیٰ تھا اور والدہ کا حضرت زینب رضؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم[1]

ولادت آپ اپنے نانا آنحضرت صلعم کے عہد سعادت مین پیدا ہوئین[2]

نکاح جب آپ سن شعور کو پہنچین تو آپ کی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ حضرت فاطمہ رضؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت اُمامہ رضؓ سے عقد کرین۔ اسلیے حضرت اُمامہ رضؓ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔

حضرت اُمامہؓ کی شادی کا انتظام حضرت زبیر بن العوام رضؓ نے کیا کیونکہ حضرت ابو العاص رضؓ نے انہی کو حضرت اُمامہ رضؓ کے نکاح کرنے کی وصیت کی تھی[3]

جب حضرت علی علیہ السّلام سنہ ۴۰ھ مین شہید ہوئے تو اس خیال سے کہ معاویہؓ حضرت امامہ رضؓ سے عقد نہ کرین۔

آپ نے مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم میرے بعد حضرت امامہ رضؓ سے نکاح کرنا چنانچہ حضرت علی رضؓ کے انتقال اور عدت گذرنے کے بعد مغیرہ بن نوفل کے عقد مین آئین[4]

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا خیال مبارک تھا وہی پیش آیا۔ یعنی معاویہؓ نے مروان کو خط لکھا کہ امامہ رضؓ کو پیغام دو اور ایک ہزار دینار اس تقریب مین صرف کرو۔ لیکن جب حضرت امامہ رضؓ کو خبر ہوئی تو مغیرہ بن نوفل کو اطلاع دی۔ مغیرہ نے فوراً امام حسن علیہ السلام کی اجازت سے نکاح پڑھوالیا[5]

---

[1] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۲، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، [4] استیعاب صفحہ ۷۲۲، و در المنثور صفحہ ۶۵، [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۲، و طبقات صفحہ ۲۶، [6] ایضاً و صفحہ ۲۴

آنحضرت صلعم کی محبت حضرت اُمامہ رضہ آنحضرت صلعم کو بہت زیادہ محبوب تھین۔ حتیٰ کہ آپ اُنکو اوقات نماز مین بھی جدا نہ فرماتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت شانۂ مبارک پر بٹھا لیتے جب رکوع مین جاتے تو شانۂ مبارک سے اُتار دیتے تھے اور جب سجدہ کرکے سر مبارک اُٹھاتے تو پھر کاندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ اسی طرح پوری نماز ادا کرتے تھے۔ یہ انتہائے محبت کا تقاضا تھا[۱]

ایک دفعہ کہین سے تحفہ مین ایک قیمتی ہار آیا۔ آنحضرت صلعم گھر مین تشریف لائے اور فرمایا یہ ہار مین اس کو دونگا جو میرے اہل بیت مین مجھے زیادہ محبوب ہوگا ازواج مطہرات کو خیال ہوا کہ شاید یہ حضرت عائشہ رضہ کے حصہ مین آئے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے حضرت اُمامہ رضہ کو بلایا اور اُن کے گلے مین وہ ہار پہنا دیا[۲]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ مین ہار نہین آیا تھا بلکہ ایک انگوٹھی سونے کی تھی۔ جو نجاشی نے بارگاہ نبوت مین ہدیتاً بھیجی تھی۔ آپ نے وہی حضرت امامہ کو دیدی[۳]

اولاد مغیرہ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا یحیٰی پیدا ہوا۔ اور اسی نام سے اُنھون نے اپنی کنیت ابو یحیٰی رکھی تھی[۴]

وفات حضرت اُمامہ رضہ کی آخری زندگی مغیرہ بن نوفل کے ساتھ بسر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا انتقال بھی مغیرہ کے گھر مین ہوا[۵]

[۱] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، صحیح بخاری صفحہ ۷۴ ج ۱۔ [۲] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، در المنثور صفحہ ۶۵ [۳] طبقات صفحہ ۲۷ ج ۸، و زرقانی صفحہ ۲۲۵ ج ۳، [۴] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، در المنثور صفحہ ۶۵، [۵] ایضاً، و اصابہ صفحہ ۱۴ ج ۸۔

حضرت اسماءرضؓ بنت عمیس

نام اسماء نام ہے، آپ کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا ان کے والد کا نام عمیس بن سعد بن تمیم بن حارث تھا۔ اور والدہ کا ہند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے متعلق تھین [1]

نکاح اول حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے نکاح ہوا [2]

اسلام مکہ مین آنحضرت صلعم کے خانہ ارقم مین مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئین۔ اور نبی صلعم سے شرف بیعت حاصل کیا [3] کم وبیش یہی زمانہ اِنکے شوہر جعفر بن ابی طالب کے اسلام کا ہے [4]

ہجرت انھون نے اپنے شوہر جعفر کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہان جعفر بن ابی طالب کے صلب سے تین لڑکے۔ محمدؓ، عبداللہ، عون، پیدا ہوئے [5]

عام حالات حبش مین چند سال قیام کرنے کے بعد ۷ھ مین جبکہ خیبر فتح ہوا مدینہ منورہ آئین۔ پھر حضرت حفصہ رضؓ کے گھر گئین۔ اِتنے مین حضرت عمرؓ بھی آگئے۔ دریافت کیا یہ کون ہین جواب ملا اسمار، حضرت عمرؓ نے کہا، ہان وہ حبش والی وہ سمندر والی، حضرت اسمارؓ نے کہا جی ہان وہی! پھر حضرت عمرؓ نے حضرت اسمار رضؓ سے کہا "ہم کو تمپر فضیلت ہے، اسلیے کہ ہم مہاجر ہین" حضرت اسمار رضؓ کو یہ فقرہ سنکر بہت غصہ آیا اور کہا "جی ہان آپ سچ فرماتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے آپ بھوکون کو کھانا کھلاتے اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس مپرسی کے عالم مین دور دراز مقامون مین خدا اور رسول کی رضا جوئی کے لیے پڑے رہے، اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال سے کرتے رہے" آپ یہ فرما رہی تھین کہ آنحضرت صلعم بھی تشریف لے آئے اور حضرت اسمارؓ نے آپ سے یہ سب ماجرہ بیان کیا۔ رسول اللہ نے جواب دیا کہ "انھون (عمرؓ) نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتین

[1] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵، [2] طبقات صفحہ ۲۰۵، واستیعاب صفحہ ۷۲۵، [3] طبقات صفحہ ۲۰۵ جزء ۸۔ [4] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۳۶، [5] طبقات صفحہ ۲۰۵، واستیعاب صفحہ ۷۲۵

لیکن اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے"

آنحضرت صلعم کے اس مسرت خیز ارشاد پر حضرت اسمار رضہ اور دیگر مہاجرین کو بڑی مسرت ہوئی، حضرت اسمار رضہ کے پاس مہاجرین حبشہ آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے ۱؎

جب جمادی الاول ۸ھ ہجری مین غزوہ موتہ کے اندر حضرت جعفر رضہ شہید ہوئے اور آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسمار رضہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جعفر رضہ کے لڑکے کہان ہین۔ میرے پاس لاؤ، حضرت اسمار رضہ لڑکون کو آپ کی خدمت مین لائین آپ اُن یتیم بچون کو دیکھ کر غمگین و آبدیدہ ہوئے۔ حضرت اسمار رضہ آپ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئین اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا جعفر رضہ کی کوئی خبر آئی ہے آپ نے فرمایا ہان وہ خدا کی راہ مین شہید ہوگئے۔ حضرت اسمار رضہ اس جانگداز سانحہ کی خبر سنکر چیخ اُٹھین اور گھر مین قیامت برپا ہوگئی۔ تمام عورتین اُن کے پاس جمع ہوگئین۔ اور اُن سے کہا آنحضرت صلعم فرماتے ہین، نہ سینہ ہاتھ سے کوٹو اور نہ بین کرو"

آنحضرت صلعم یہ ہدایت فرما کر گھر تشریف لے گئے، وہان پہونچکر حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ جعفر کے بچون کے لیے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ آج اسمار رضہ رنج و غم مین مصروف ہین ۲؎ اسکے بعد آنحضرت صلعم مسجد مین جاکر مغموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفر رضہ کی شہادت کا اعلان کیا اسی اثنا مین ایک شخص بارگاہ نبوت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جعفر رضہ کی مستورات ماتم کر رہی ہین اور رُو رہی ہین، آپ نے فرمایا جاؤ اُن لوگون کو منع کرو۔ پھر وہ آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضور وہ اس فعل سے نہین باز آتین، آپ نے دوبارہ پھر بھی کہلا بھیجا لیکن پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے مُنھ مین خاک بھر دو، صحیح بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضہ نے اُس آدمی سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کروگے تو آنحضرت صلعم کو تکلیف و پریشانی بدستور قائم رہے گی، ۳؎

تیسرے دن رسول اللہ صلعم حضرت اسمار رضہ کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی ۴؎

۱؎ صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و ۶۰۸، ج ۲، وطبقات صفحہ ۲۰۵ جز ۸، ۲؎ ایضاً، و صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷، ۶۰۸ ج ۲

۳؎ صحیح بخاری صفحہ ۶۱۱ ج ۲، ۴؎ مسند صفحہ ۳۶۹ ج ۶

عقد ثانی حضرت جعفرؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال ۸ھ ہجری غزوۂ حنین کے زمانہ مین حضرت اسمارؓ کا دوسرا عقد حضرت ابو بکرؓ سے ہوا۔[۱]

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ مین حضرت ابو بکرؓ کے صلب سے محمد پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسمارؓ حج کی غرض سے مکہ آئی ہوئی تھین اور چونکہ اسی زمانہ مین مقام ذوالحلیفہ مین محمدؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت اسمارؓ مترددؓ ہوئین کہ اب مین حج کیونکر ادا کرون اس لیے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جاوے، آپ نے فرمایا غسل کرکے احرام باندھ لو۔[۲]

۱۱ھ مین حضرت اسمارؓ کو جو صدمہ پہونچا تھا وہ اُن کے لیے قیامت سے کم نہ تھا لیکن خدا کی رضا جوئی مین وہ اپنے اس غم کو صبر و شکر سے بدل چکی تھین۔ لیکن ۱۳ھ مین حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے وہ پھر محزون و مغموم ہوگئین اور اپنے دوسرے شوہر کا صدمۂ وفات بھی انھین برداشت کرنا پڑا، جب ۱۳ھ مین اُن کے شوہر حضرت ابو بکرؓ نے انتقال فرمایا تو اُنھون نے وصیت کی کہ میری بیوی مجھے غسل دین چنانچہ حضرت اسمارؓ نے اُنکو غسل دیا۔[۳]

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے وقت اُن کے صاحبزادے محمدؓ کی عمر تقریبًا تین سال کی تھی۔[۴]

عقد ثالث حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح مین آئین۔ محمد بن ابی بکرؓ بھی اپنی والدہ کے ساتھ آئے اور حضرت علی علیہ السلام کے آغوش عاطفت مین فخر تربیت حاصل کیا۔

ایک دن محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر دونون باہم فخر کررہے اور ایک دوسرے پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز ہین اور ہمارے باپ تمھارے باپ سے زیادہ بہتر تھے۔ بڑی دیر تک یہ مناقشہ دونون مین جاری رہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیوی اسمارؓ سے کہا تم اس کا فیصلہ کردو، حضرت اسمارؓ نے کہا مین نے نوجوانان عرب مین جعفرؓ سے بہتر کسیکو نہین پایا اور بوڑھون مین ابو بکرؓ سے اچھا کسیکو نہ دیکھا"۔ جب یہ فیصلہ اُنھون نے کردیا تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا تم نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔[۵]

[۱] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [۲] طبقات ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۳۸۵ و ۳۹۴، و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [۳] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔ و طبقات صفحہ ۲۰۸، [۴] طبقات صفحہ ۲۰۸، [۵] ایضًا۔ و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔

حضرت علی علیہ السلام کے صُلب سے ایک فرزند یحیےٰ پیدا ہوئے۔[1] محمد بن عمر سے طبقات صفحہ ۲۰۸ مین مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے صُلب سے دو لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام یحیےٰ۔ اور عون ہے لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ اکثر ارباب سیر کا اتفاق اسی پر ہے۔

حضرت اسمار کی طبابت آنحضرت صلعم جب مرض وفات مین مبتلا ہوئے تو حضرت امّ سلمیٰ رضؓ اور حضرت اسمار رضؓ نے آپ کا مرض "ذات الجنب" تشخیص کرکے آپ کو دوا پلانا چاہی چونکہ آپ دوا کے عادی نہ تھے آپ نے دوا پینے سے انکار فرمایا۔ اسی اثنار مین آپ پر غشی طاری ہوگئی اُن دونون نے اِس وقت کو غنیمت سمجھا اور دہان مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی غشی دور ہوئی۔ تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا اِس تدبیر کا مشورہ اسمار نے دیا ہوگا۔[2]

صبر و استقلال ۳۸ھ مین جبکہ حضرت اسمار رضؓ کے فرزند محمد بن ابی بکر رضؓ مصر مین شہید ہوئے، اور ظالمون نے اُن کی نعش بیدردی سے گدھے کی کھال مین جلائی۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت اسمار رضؓ کے لیے اِس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک منظر کیا ہو سکتا تھا لیکن آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہین اور اس واقعہ کو سُنکر جا نماز بچھائی اور نماز مین مصروف ہوگئین۔[3]

فضل و کمال حضرت اسمار رضؓ سے ساٹھ حدیثین مروی ہین جن کے راویون کے نام یہ ہین، عبداللہ بن جعفر رضؓ، ابن عباس رضؓ، قاسم بن محمد رضؓ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عروہ، ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر رضؓ۔ فاطمہ بنت علی رضؓ ابو یزید مدنی۔[4]

حضرت اسمار رضؓ خواب کی تعبیر بین بھی دخل رکھتی تھین۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ بھی اکثر اِن سے خواب کی تعبیر لیتے تھے۔[5]

اولاد کی تفصیل حضرت اسمار رضؓ کی کُل سات اولادین ہوئین۔ پانچ لڑکے اور دو لڑکیان پہلے شوہر حضرت جعفر رضؓ کے صلب سے تین لڑکے محمدؐ، عبداللہ، عون،

[1] استیعاب صفحہ ۲۵۷، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵، [2] صحیح بخاری صفحہ ۸۵۱ ج ۲، و طبقات صفحہ ۳۱ ج ۲، قسم ۲ [3] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [4] در المنثور صفحہ ۳۵، [5] مسند صفحہ ۳۶۹، ج ۶، [6] صحیح مسلم صفحہ ۲۲۳، ج ۲، [7] اصابہ صفحہ ۹، ج ۸۔

اور دوسرے شوہر حضرت ابو بکر رضہ سے ایک لڑکا محمدؒ

اور تیسرے شوہر حضرت علی رضہ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

وفات سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی کم و بیش اسی زمانہ میں حضرت اسماء رضہ نے بھی انتقال کیا[1]

[1] خلاصۃ التہذیب صفحہ ۴۸۱

حضرت اُمّ الفضل رضؓ بنت حارث

نام لبابہ نام ہے الکبریٰ لقب، اور اُمّ الفضل کنیت ان کے والد ماجد حارث بن حزن الہلالی تھے۔ اور والدہ، ہیند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے تھین[1]

نکاح حضرت عباس رضؓ بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا (جو آنحضرت صلعم کے عم محترم تھے)

اسلام خواتین مکہ مین آپ پیلی خاتون ہین جو حضرت خدیجہ رضؓ بنت خویلد (زوجہ محترمہ نبی صلعم) کے بعد اسلام لائین[2] اصابہ صفحہ ۹۳۷ مین مذکور ہے کہ قبل ہجرت کے اسلام لائین لیکن یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے دیگر کتب سیر مین اول الذکر روایت کی توثیق کی گئی ہی

ہجرت حضرت عباس رضؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی[3]

فضل وکمال آپ نے آنحضرت صلعم سے تقریباً تیس۳۰ احادیث روایت کی ہین جنکے بعض راویون کے نام حسب ذیل ہین۔

عبداللہ، تمام۔ انس بن مالک، عبداللہ بن حارث، عمیر، کریب، قابوس[4]

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُم الفضل رضؓ کے گھر اُنکے دیکھنے کے لیے اکثر تشریف لاتے تھے۔ اور اُنہی کے گھر مین دوپہر کے وقت تھوڑی دیر آرام بھی فرماتے تھے[5]

حضرت ام الفضل رضؓ کی حقیقی، علاتی، واخیافی کئی بہنین تھین اور یہ سب بہنین خاندان قریش، وہاشم کے معزز و ممتاز گھرانون مین بیاہی گئین تھین۔ چنانچہ آپ کی حقیقی بہن حضرت میمونہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کے رشتۂ ازدواج سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ دوسری بہن سلمیٰ رضؓ حضرت حمزہ رضؓ کو اور تیسری بہن اسماء رضؓ حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب سے (جو حضرت علی رضؓ کے بھائی تھے) منسوب ہوئین۔ یہ اسماء وہی ہین جو بعد کو حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ سے

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰۳ [2] استیعاب صفحہ ۷۷۹ [3] ایضاً [4] اسدالغابہ صفحہ ۵۳۹ [5] طبقات صفحہ ۲۰۳

اسدالغابہ صفحہ ۵۴، طبقات صفحہ ۲۰۳ استیعاب صفحہ ۷۷۹۔ اسدالغابہ صفحہ ۵۳۹

بیاہی گئین اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے[1]

اسی بنا پر ام الفضل رضؓ کی والدہ ہند بنت عوف کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سمدھیانے کے لحاظ سے بڑی خوش نصیب تھین، اور اسمین اُن کا کوئی نظیر نہین تھا[2]۔

آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ، ام الفضل میمونہ، سلمیٰ اور اسماء، چارون مؤمنہ بہنین ہین[3]۔ دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ام الفضل حضرت میمونہ سلمیٰ، اسماء، لبابۃ الصغریٰ، ہزیلۃ، عزّہ، یہ سب بہنین مؤمناۃ ہین[4]۔

حجۃ الوداع مین ام الفضل رضؓ نے آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین حج بھی ادا کیا تھا اس موقع پر عرفہ کے دن لوگون کو آنحضرت صلعم کے صائم ہونے مین شک ہوا۔ اور ام الفضل رضؓ سے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے ایک پیالہ دودھ کا آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا آپ نے دودھ پی لیا لوگون کو تشفی ہوگئی۔ اور اُن لوگونکا شبہہ دور ہوگیا[5]۔

آپ بڑی عابدہ، زاہدہ تھین ہر دوشنبہ، و پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھین[6]۔

اولاد آپ بہ نسبت دیگر عورتون کے اولاد کی طرف سے بہت زیادہ خوش قسمت تھین، آپ کی کلُ اولادین نہایت قابل تھین، ابو الفضل، عبد اللہ، عبید اللہ، معبد، قثم، عبد الرحمٰن اور ام حبیبہ، آپ ہی کے یادگار تھے[7]۔

عبد اللہ بن یزید الہلالی شاعر آپ کی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہوا کہتا ہے[8]۔

ما ولدت نجیبۃ من فحل ‎ ‎ کستۃ من بطن ام الفضل

اکرم بہا من کہلۃ وکہل ‎ ‎ عم النبی المصطفیٰ ذی الفضل

وخاتم الرسل وخیر الرسل

خصوصیت قبل و بعد نبوت کسی عورت کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ رسول اللہ کا سر مبارک اپنی گود مین رکھ کر بال صاف کرتی، یا سُرمہ لگاتی اور نہ آنحضرت صلعم اس کو پسند فرماتے، لیکن یہ شرف خصوصیت سے اُم الفضل رضؓ ہی کو حاصل تھا۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کا سر مبارک اپنی گود مین لیکر آپ کے بال صاف کرتین۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۹۳۸، [2] ایضاً، و اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [3] اصابہ صفحہ ۹۳۷، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [4] طبقات صفحہ ۲۰۳، [5] اصابہ صفحہ ۹۳۸، و طبقات صفحہ ۲۰۴، و صحیح بخاری صفحہ ۲۶۷ ج ۱ [6] طبقات صفحہ ۲۰۳، خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۹۵، [7] طبقات صفحہ ۲۰۳، استیعاب صفحہ ۷۷۹، [8] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹

ایک دفعہ ام الفضل رضہ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ آپ کے اعضائے مبارک مین سے ایک عضو میرے گھر مین ہے آپ نے فرمایا انشاء اللہ فاطمہ رضہ کے لڑکا ہوگا اور تم اُس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ اور تم اُس کی کفیل رہو گی، چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضہ کے فرزند ارجمند حسین رضہ پیدا ہوئے تو ام الفضل رضہ نے اُن کو دودھ پلایا اور اُن کی کفیل رہین۔ ایک روز حسین رضہ کو آپ کے پاس لائین حسین رضہ نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ تو ام الفضل رضہ نے اُن کو آپ کی گود سے لے لیا اور غصہ سے جھڑک کر کہا، تو نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا، آپ نے فرمایا تم نے میرے بچہ کو جھڑک کر مجھے تکلیف پہونچائی پھر پانی سے پیشاب دھویا گیا[1]

وفات ام الفضل رضہ نے حضرت عثمان رضہ کے زمانہ خلافت مین انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کے شوہر حضرت عباس رضہ زندہ تھے[2]

[1] طبقات صفحہ ۲۰۴، و اصابہ صفحہ ۹۳۸ [2] اصابہ صفحہ ۹۳۸

حضرت فاطمہ رضہ بنت قیس

نام فاطمہ رضہ نام ہے۔ اِن کے والد قیس بن خالد الاکبر بن وہب تھے۔ اور والدہ امیمہ بنت ربیعہ بنی کنانہ سے تھین۔ اور اِن کے بھائی ضحاک تھے۔ فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھین۔[۱]

نکاح ابو عمرو حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا۔[۲]

ہجرت ہجرت کے پہلے دورمین جبکہ عورتون نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اُسمین یہ بھی شامل تھین۔[۳]

فضل وکمال یہ نہایت عقلمند، سمجھدار، آدیبہ، فاضلہ، صائب الرائے، ثاقب الفکر، ذی کمال، خاتون تھین۔[۴]

اکثر راویون نے اِن کے حوالہ سے چند حدیثین روایت کی ہین بعض راویون کے نام یہ ہین۔[۵]

شعبی، نخعی، ابو سلمہ، قاسم بن محمد، ابو بکر بن ابو الجہم، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبداللہ البہی، عبدالرحمٰن بن عاصم، تمیم،

جب حضرت عمر بن الخطاب رضہ ۲۳ھ مین شہید ہوئے تو مجلس شوریٰ انہین کے گھر مین منعقد ہوتی تھی۔ چونکہ جناب فاطمہ ایک عقیل، وفہیم، ذی علم، صائب الرائے خاتون تھین اسلیے اِن سے بھی خلافت کے بارہ مین رائے ومشورہ لیا جاتا تھا۔[۶]

عام حالات جب ۴۰ھ مین حضرت علی علیہ السلام یمن کی طرف ایک لشکر لیکر جا رہے تھے تو اُن کے ہمرکابی مین انکے شوہر ابو عمرو بھی تھے۔ رخصت ہوتے وقت ابو عمرو نے اپنے وکیل

---

۱ استیعاب صفحہ ۷۷۴، و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و در المنثور صفحہ ۳۶۴، ۲ طبقات صفحہ ۲۰۰، استیعاب صفحہ ۷۷۴، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، در المنثور صفحہ ۳۶۴، ۳ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، استیعاب صفحہ ۷۷۴، و در المنثور صفحہ ۳۶۴، ۴ ایضاً ۵ ایضاً صفحہ ۵۲۶، استیعاب ۷۷۴، در المنثور صفحہ ۳۶۵، ۶ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و استیعاب صفحہ ۷۷۴، و در المنثور ۳۶۵

نکاح عیاش بن ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی فاطمہ رضہ کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) کہلا بھیجی۔ اور بطور نفقہ ۵ صاع جَو، اور ۵ صاع خرمے بھی بھیجے، جب فاطمہ نے عیاش سے اپنی کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا۔ تو عیاش نے کہا تمھارے شوہر نے صرف یہ خرمے اور جَو دیے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہین ہے یہ جو کچھ دیا گیا محض احسان وہمدردی ہے اور نہ اب تمھارا کوئی حق ہمارے ذمہ واجب نہین ہی، ان کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اپنے کپڑے وغیرہ لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین خالد بن ولید رضہ وغیرہ بھی وہان پہنچے فاطمہ نے تمام ماجرا بیان کیا، آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ تم کو ابو عمرو نے کے مرتبہ طلاق دی فاطمہ رضہ نے عرض کیا، تین بار، آپ نے فرمایا تمھارا نان نفقہ ابو عمرو پر واجب نہین ہے۔ اب تم عدت کا زمانہ ام شریک کے یہان گذارو لیکن ام شریک کے اعزہ واقارب اُن کے مکان مین تھے، اسلیے آپ نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابن مکتوم نابینا اور تمھارے ابن عم ہین اس لحاظ سے یہ بہتر ہے کہ تم اُنکے یہان رہکر عدت کا زمانہ گذارو چنانچہ حضرت فاطمہ رضہ بتعمیل ارشاد آنحضرت صلعم اُن کے ہان رہنے لگین۔ جب عدت کا زمانہ گزر گیا تو ہر طرف سے لوگونکے پیغام عقد آنے لگے۔ امیر معاویۃ بن سفیان، اور ابو جہم، اور اُسامہ بن زید، کا بھی پیغام تھا فاطمہ نے آنحضرت صلعم سے ان پیغامون کے بارہ مین مشورہ کیا، آپ نے فرمایا، معاویۃ فقیر ومفلس ہے اوسکے پاس کچھ نہین، اور ابو جہم جھگڑالو اور سخت مزاج ہے۔ اُسامہ بن زید ان دونون سے بہتر ہے نکاح کرلو، چونکہ حضرت فاطمہ رضہ کا خیال تھا کہ آنحضرت صلعم اپنے شرف ازدواج سے سرفراز فرماوینگے اسلیے اُنھون نے اُسامہ بن زید سے عقد کرنے مین تامل کیا آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھین کیون عذر ہے، خدا اور رسول کی اطاعت کرو اسمین تمھارے لیے بھلائی ہے، یہ ارشاد مبارک سنکر اسامہ بن زید سے نکاح کرلیا، فاطمہ کہتی ہین کہ مین اس عقد کے بعد لوگون کے نزدیک قابل رشک بن گئی تھی[1]

حُسن اور اخلاق حضرت فاطمہ رضہ ایک نیک نہاد، حسین، وجمیل، خاتون تھین، اور صرف ظاہری حُسن وجمال سے آراستہ نہ تھین بلکہ اسی کے ساتھ عادات، وصفات، اخلاق، وخصائل، کے لحاظ سے بھی مکمل تھین،

کوفہ مین اقامت جب سنہ ۵۴ھ مین فاطمہ کے شوہر اُسامہ بن زید کا انتقال ہوا، توفاطمہ کو

[1] طبقات صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱، وصحیح مسلم صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۵، ج ۱، ومسند صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۴، ج ۶،

اس حادثۂ جانگداز سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اس کے بعد پھر دوبارہ نکاح نہین کیا۔ عدت گذرنے کے بعد جب یزید نے اپنے زمانہ امارت مین فاطمہ کے بھائی ضحاک کو عراق کی گورنری پر مامور کیا تو آپ اپنے بھائی کے پاس کوفہ چلی آئین اور یہین رہنے لگین لہ

ایک خاص واقعہ اور اسکی تائید قرآن پاک سے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کو سعید بن زید کی صاحبزادی منسوب تھین جب عبد اللہ نے ان کو تین طلاقین دیدین تو فاطمہ چونکہ اُنکی خالہ ہوتی تھین اس لیے اُنھون نے باقتضائے محبت و ہمدردی اُنکے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ جب مروان کو اس طلبی کی خبر ہوئی تو قبیصہ کو اِن کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ عدت سے قبل بلانے کا کیا سبب ہے قبیصہ نے آکر کہا تو فاطمہ نے جواب دیا کہ مین شریعت کی متبع اور آنحضرت صلعم کے ارشادات کی تعمیل کرنے والی ہون۔ اس سے قبل میرے واقعہ پر آنحضرت صلعم نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ بھی یہی تھا، اسکے بعد اپنا مفصل واقعہ بیان کیا

وفات کتب سیر و تاریخ مین فاطمہ کے سنہ وفات کا پتہ نہین چلتا۔ لیکن عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت تک آپ کا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت خنساءؓ بنت عمرو بن الشرید

نام اصلی نام تماضر ہے، لیکن چستی، ہوشیاری، اور حُسن کی وجہ سے خنساء کے لقب سے یاد کیجاتی ہین جسکے معنی ہرنی کے ہین۔ بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے۔ نجد کی رہنے والی تھین، اِن کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیہ بن خفاف بن امرءالقیس تھا۔ جو قبیلہ قیس کے خاندانِ سلیم سے وابستہ تھے۔

نکاح اِن کا پہلا عقد قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز السلمی سے ہوا اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابی عامر سے ہوا[۲]

اولاد پہلے شوہر سے صرف ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔ اور دوسرے شوہر سے دو لڑکے یزید، معاویہ، اور ایک لڑکی عمرۃ، پیدا ہوئے[۳]

اسلام جب اُفقِ مکہ سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا، اور اُس کی شعاعین سارے عالم پر پرتوافگن ہوئین تو حضرت خنساءؓ کی آنکھین اُن شعاعون کی صداقت پاش نورانیت سے منور ہوگئین، اور وہ اپنی قوم کے چند لوگون کے ساتھ مدینہ مین جناب سرورِ عالم کی بارگاہ مین شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئین[۴]

حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم، دیر تک اُن کے شعر سنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے[۵]

عام حالات اُنکی شاعری کا حال ابتدا مین یہ تھا کہ کبھی کبھی دو تین شعر کہہ لیا کرتی تھین[۶]

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، واصابہ صفحہ ۵۴۹، [۲] درالمنثور صفحہ ۱۱۰، وطبقات الشعراء صفحہ ۱۹۷ [۳] درالمنثور صفحہ ۱۱۰، [۴] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [۵] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [۶] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵۔

لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی تو اُسمین اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا۔ اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر، ابو ثور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہوا تو حضرت خنسا رنے تقریباً ایک سال تک صخر کی بڑی محنت و جانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہوسکا۔ اور اپنی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دیکر سفر آخرت اختیار کیا[۱]

حضرت خنسا رکو اپنے دونون بھائیون سے بہت محبت تھی، لیکن صخر کے علم بردباری سخاوت، شجاعت، عقلمندی، حسن، کی وجہ سے وہ اُن سے زیادہ مانوس اور اُسکی گرویدہ محبت تھین[۲]، اسی وجہ سے حضرت خنسا رکو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا اُسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیے کہنے شروع کیے[۳]

مرثیون مین شدتِ غم و کثرتِ الم کا اظہار ایسے دلسوز و جانگداز الفاظ مین کیا کہ لوگ بیتاب ہو جاتے اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کیے جاتے ہین جن سے اُن کی فصاحت و بلاغت اور جودت طبع کا حال معلوم ہو سکتا ہے،

اعینیّ جوداً ولا تجمدا الا تبکیان لصخر الندی
الا تبکیان الجری الجمیل الا تبکیان الفتی السیدا
طویل النجاد عظیم الرماد رساد عشیرتہ امردا
اذا لقوم مدّوا بایدیھم الی المجد مدّ الیہ یدا
فنال الذی فوق ایدیھم الی المجد ثم مضی مسعدا
تری المجد یھدی الی بیتہ یری افضل المجد ان یحمدا
وان ذکر المجد الفیتہٗ تازر بالمجد ثم ارتدی

(ترجمہ) ای میری دونون آنکھون سخاوت اختیار کرو اور بخیل مت بنو کیا تم دونون صخر جیسے سخی پر نہین روتی ہو، کیا تم دونون ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہین روتی ہو، کیا تم دونون نہین روتین ایسے شخص پر جو جوان سردار تھا جسکا پرتلہ نہایت دراز تھا اور جو خود بھی بلند بالا تھا وہ اپنے قبیلہ کا سردار ایسی حالت مین ہو گیا جب کہ وہ بہت کمسن تھا جب قوم نے علوئے مرتبت کی طرف اپنے ہاتھ دراز کیے تو اُسنے بھی اپنے ہاتھ دراز کردیے پس

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، استیعاب صفحہ ۷۴۵، اصابہ صفحہ ۵۵۰، [۲] در المنثور صفحہ ۱۱۰، وکتب مذکورہ،

[۳] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، و استیعاب صفحہ ۷۴۵

وہ اُس عزت کو پہنچگیا جوان لوگون کے ہاتھون سے بھی اونچی تھی اور اسی سعادتمندی کیحالت مین وہ گذر گیا بزرگی اُسکے گھر کا رستہ بتلاتی ہی اپنے تعریف کیے جانیکو سب شرافتون سے افضل سمجھتا ہی، اگر شرافت اور عزت کا ذکر کیا جائے تو تو اس کو پاسئے گا کہ ا سنے عزت کی چادر اوڑھلی ہی زنان عرب کی عادت کے موافق حضرت خنسا رض اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح وشام جاکر بیٹھین اور اسکو یاد کرکے رو تین۔ اور یہ مرثیہ پڑھا کرتین لے

یذکرنی طلوع الشمس صخرًا

واذکرہ لکل غروب شمس

ولولا کثرۃ الباکین حولی

علی موتاھم لقتلت نفسی

(ترجمہ) طلوع شمس مجھکو صخر کی یاد دلاتا ہے اور مین ہر روز غروب آفتاب کے وقت صخر کو یاد کرتی ہون۔ اگر رونے والون کی کثرت اپنے مردون پر میرے اردگرد نہ ہوتی تو مین اپنی جان کو ہلاک کردیتی،

الا یا صخر ان ابکیت عینی

فقد اضحکتنی زمنا طویلا

بکیتک فی نساءٍ معولات

وکنت احق من ابدی العویلا

دفعت بک الخطوب وانت حیٌّ

فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا

اذا قبح البکاء علی قتیل

رأیت بکاءک الحسن الجمیلا

(ترجمہ) ای صخر اگر تونے میری آنکھون کو رلایا تو کیا ہوا اسلیے کہ تونے ایک مدت دراز تک ہنسایا بھی ہے۔ مین روتی ہون تجھپر اون عورتون کے زمرہ مین جو چیخ پکار کر رونے والی ہین اور مین زیادہ مستحق ہون اون سے جو چیخ و پکار کو ظاہر کر رہی ہین مین نے تیرے سبب سے بہت سے حوادث کو دفع کیا اسوقت جبکہ تو زندہ تھا، پس اب کون دفع کرے گا

لے در المنثور صفحہ ۱۱۰

اس بڑے حادثہ کو جبکہ کسی مقتول پر رونا برا معلوم ہوتا ہے تو مین تجھ پر رونے کو نہایت اچھا سمجھتی ہون۔

صخر کی عزت واحترام کا حال بیان کرتی ہین کہ

وانّ صخراً لتأتمّ الهداة به کانّه علم فی راسه نار

صخر کا بڑے بڑے لوگ اقتدار کرتے ہین گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جسکی چوٹی پر آگ روشن ہے انہی مرثیون کی بدولت وہ تمام عرب مین مشہور ہوگئین۔

شاعرانہ فضیلت تمام اقسام شعرا در خصوصیت کے ساتھ مرثیہ گوئی مین حضرت خنساء اپنا جواب نہین رکھتی تھین۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین[1] اجمع اهل العلم بالشعر انه لم تکن امرأة قبلها ولا بعدها اشعر منها،

یعنی خنساء کو جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتون مین خنساء کے برابر شاعرہ کوئی عورت نہین ہوئی نہ ان سے پہلے نہ بعد۔ اور در المنثور مین لکھا ہے[2] وقیل لجریر من اشعر الناس قال انا لولا الخنساء،

یعنی جریر شاعر متوفی سنہ ۱۱۰ھ (جو عہد بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا) سے لوگون نے پوچھا سب سے بڑا شاعر کون ہے، جریر نے کہا اگر خنساء کے اشعار نہ ہوتے تو مین دعوی کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر مین ہون۔

بشار شاعر (بہت بڑا شاعر تھا) نے کہا کہ مین جب عورتون کے اشعار غور سے دیکھتا ہون تو ان مین ایک نہ ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہون لوگون نے پوچھا کیا خنساء کے اشعار کا بھی یہی حال ہے، اُسنے کہا وہ تو مردون سے بھی بڑھکر ہے[3]

تمام شعرائے عرب نے شاعر عورتون کا سرتاج لیلے اخیلیہ کو تسلیم کیا تھا لیکن خنساء مستثنٰے رکھی گئی تھین[4]

زمانہ جاہلیت مین عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلسین منعقد کیا کرتے تھے جن سے اُن لوگونکا مقصد تبادلۂ خیالات ہوتا تھا یا شعر گوئی کا مقابلہ ان مین مرد و عورت سب یکسان حصہ لیتے تھے۔ اسکی ابتداء ربیع الاول یعنے ابتدائے موسم بہار سے ہوا کرتی

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، [2] در المنثور صفحہ ۱۱۰، [3] طبقات الشعراء صفحہ ۱۲۷،

تھی، تمام اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار کو ترک کر کے ان میلون مین شریک ہونے آتے تھے
غرہ ربیع الاول مین پہلا میلا دومۃ الجندل مین منعقد ہوتا تھا، اسکے بعد وہان سے ہجر کے بازار
مین آتے تھے اور پھر عمان مین، اس کے بعد حضرموت کو روانہ ہوتے تھے اور پھر صنعا مین کی
طرف کسی مقام مین دس روز، کہین بیس روز قیام رہتا تھا اسی طرح تمام ملک مین گشت لگانیکے
بعد ذیقعدہ کے مہینہ مین حج کے قریب آخری میلہ بازار عکاظ مین لگتا تھا (جو مکہ سے چند میل کے
فاصلہ پر تھا) عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے
اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکتا تھا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام
پر اہل عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے، یعنی قبائل کے سردار مقرر کیے جاتے تھے مخالفت
کا انسداد ہوتا تھا باہمی خون ریزی اور لڑائیون کا فیصلہ کیا جاتا تھا، اس بازار مین اہل
قریش کا وقار و احترام زیادہ تھا۔ جب تمام معاملات کا تصفیہ ہو جاتا تو ہر قبیلہ کے شعرا
اپنے اشعار سناتے جنمین اپنی بہادری، فیاضی، مہمان نوازی، آبا و اجداد کے اہم کارنامے
صید و شکار اور خونریزی کا بیان ہوتا تھا، یہان ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا
جاتا تھا،

خنساء بھی ان مجالس مین شریک ہوتی تھین اور اُن کے مرثیے یہان لاجواب تسلیم کر لیے گئے تھے، جب وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آتین تو تمام شعرا اُن کے گرد حلقہ باندھ لیتے اور منتظر رہتے کہ اُن کے اشعار سُنین پھر وہ اپنے مرثیے سُناتین،

خنساء کو اس مجلس مین یہ فخر و امتیاز حاصل تھا کہ اُنکے خیمہ کے دروازہ پر ایک علم نصب تھا جسپر لکھا ہوا تھا "ارثی العرب" یعنی عرب مین سب سے بڑھکر مرثیہ گو، زمانہ جاہلیت مین اچھے اچھے شعرا گذرے ہین لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جسنے سنہ ۶۰۴ع مین انتقال کیا وہ اپنی سخنوری کے سبب سے شہرہ آفاق ہے۔ اس کا نام زیاد بن معاویہ ہے اور کنیت ابو امامہ ابو عبیدہ اسکے بارہ مین لکھتا ہے کہ ھو من الطبقۃ الاولی المقدمین علی سائر الشعراء، کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اُسکا لقب نابغہ پڑ گیا، سوق عکاظ مین اسکے واسطے سُرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ دوسرا شخص سرخ خیمہ نہین لگا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ وہ عزت تھی جو صرف اسی شخص کا حق ہوتا تھا جو شاعری مین مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے، اُسکے اشعار نہایت دقیق ہین اور عجیب طرح کی سنجیدگی اُن مین پائی جاتی ہے۔ اخلاق کی اصلاح

و درستی کو یہ لازم جانتا اور خوف خدا مین زندگی بسر کرنے کو افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض اور صادق القول تھا۔ اسکے قصائد مدحیہ مین چستی، خوش طبعی، رنگینی، صداقت، فصاحت و بلاغت کے نمونے کثرت سے پائے جاتے ہین اسی بازار عکاظ مین نابغہ کے سامنے تمام شعرا اپنے اپنے اشعار سنا کر خراج تحسین حاصل کیا کرتے تھے۔ جب خنسا شریک مجلس ہوئین اور اپنے اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خنسا کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لیے یہ الفاظ کہے[1] فانت اشعر من کانت ذات ثدیین ولو لا ھذا الا عمی انشدنی قبلک یعنی الاعشی لفضلتک علی شعراء ھذا الموسم فانک اشعر الانس والجن،، (حقیقتاً تو عورتون مین بڑی شاعرہ ہے اگر مین اس سے قبل اعشیٰ کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے شعرا پر البتہ فضیلت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو متمدن و غیر متمدن لوگون مین سب سے بڑی شاعرہ ہے)

شعر پر ادبی تنقید دنیا مین بہت سے شاعر گذرے اور ان لوگون نے نمود و شہرت بھی حاصل کی مگر شعرا مین جو فضیلت و عظمت جناب حسان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ) کو ملی اور کسی کو نصیب نہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اُن کا شمار صحابہ اور ان شعرائے عرب مین ہے جو صحبت رسالت آب سے شرفیاب ہوئے مگر وہ رتبہ جو جناب حسان رضہ بن ثابت کو مبدا فیاض سے عطا ہوا انھین پر ختم ہوگیا حضرت حسان رضہ مداح رسول دو جہان اور دربار نبوت کے شاعر تھے آپکی عمر کے ۶۰ سال ضلالت و تاریکی کفر مین گذرے لیکن ساٹھ سال کی عمر مین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوت شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانون کی خدمت مین صرف کرتے رہے۔ آپ کے قصائد مین اکثر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح اور اسلام کی تعریف، کفار کی ہجو، اور غزوات نبوی کا بیان ہے، آپکا کلام سادہ، ملیح اور صاف ہوتا تھا،

نابغہ نے خنسا کے بارہ مین جو فیصلہ کیا اُس سے آپ بہت ناراض ہوئے[2] اور نابغہ سے کہا تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا، خنسا سے بہتر میرے شعر ہین نابغہ نے خنسا کی طرف اشارہ کر دیا انھون نے دریافت کیا کہ آپ کا جو بہترین شعر ہو وہ سنائیے مین پھر اسکی تنقید کرونگی حضرت حسان رضہ نے اپنا یہ شعر سنایا[3]

لنا الجفنات الغر یلمعن فی الضحیٰ واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

(ترجمہ) ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہین جو چاشت کے وقت چمکتے ہین۔ ہماری

---

[1] در المنثور صفحہ ۱۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

تلوارین بلندی سے خون ٹپکاتی ہین۔ (اس شعر مین جناب حسان رض نے سخاوت اور شجاعت کا حال قلمبند کیا ہے)

حضرت خنساء نے یہ شعر سنکر کہا کہ

۱۔ جفنات" جمع قلت ہے بجائے اسکے جفان کہا جاتا تو مفہوم مین زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی۔

۲۔ غر، پیشانی کی صباحت کو کہتے ہین اسکے مقابلہ مین بیض، زیادہ وسیع المعنی ہے،

۳۔ یلمعن، ایک عارضی چمک کو کہتے ہین بجائے اسکے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ اشراق، لمعان سے زیادہ پائدار ہے،

۴۔ ضحیٰ کے بجائے دجیٰ کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی مین زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے،

۵۔ اسیاف، جمع قلت ہے سیوف کا استعمال انسب تھا

۶۔ یقطرن کے بجائے یسلن سے معنی زیادہ وسیع ہو جاتے ہین، کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے سے زیادہ مؤثر ہے،

۷۔ دم کے مقابلہ دماء بہتر تھا کہ یہ جمع ہے اور وہ واحد۔

حضرت حسان رض یہ سنکر خاموش ہو رہے اور اُن سے اُن اعتراضون کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔[۱]

الغرض شاعری کے لحاظ سے حضرت خنساء رض کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعرائے عرب مین سب سے زیادہ بلند ہے، ان کا ایک ضخیم دیوان ۱۸۸۸ء مین بیروت کے کسی مطبع نے شائع کیا تھا جسمین خنساء کے ساتھ ساٹھ عورتون کے اور بھی مرثیے شامل ہین ۱۸۸۹ء مین فرانسیسی زبان مین اسکا ترجمہ ہوا۔

صبر و استقلال اور بیٹون کو شرکت جنگ کے لیے ترغیب — حضرت عمر رض کے زمانہ خلافت (۱۶ھ) مین جب قادسیہ کی لڑائی ہوئی (جسمین ایرانیون نے بڑی طاقت سے مسلمانون کا مقابلہ کیا تھا) تو حضرت خنساء رض اپنے چارون بیٹون کے جنگ مین موجود تھین رات کو بیٹون کو جنگ مین شرکت کے لیے جو مؤثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے۔[۲]

---

[۱] درالمنثور صفحہ ۱۱۰، [۲] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، واصابہ صفحہ ۱۵۵، واستیعاب صفحہ ۷۴۵،

میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضامندی سے تم نے ہجرت کی۔ قسم ہے اس خدائے لایزال کی جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہین ہے۔ جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو۔ نہ مین نے تمھارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمھارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا۔ تمھارا نسب بے داغ ہے اور تمھارے حسب مین کوئی نقص نہین ہے۔ تم جانتے ہو مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے مین ایک ثواب عظیم ہے۔ تم اسکو خوب جان لو اور غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ مین دنیائے فانی ہیچ ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ٥

مسلمانوں! (اُن تکلیفوں کو جو خدا کی راہ مین تم کو پیش آئین) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس مین ملکر رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ (آخر کار) تم (اپنی) مراد کو پہونچو۔ (آل عمران پارہ لن تنالو)

جب تم دیکھو کہ لڑائی جوش پر آگئی اُسکے شعلے بھڑکنے لگے اور اُسکے شرارے میدان جنگ مین منتشر ہونے لگے تو لڑائی مین گھس پڑو اور خوب لڑو بیدریغ تیغ رانی سے کام لو اور خدائے لایزال سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو۔ انشاءاللہ عالم آخرت کی بزرگی و فضیلت پر ضرور کامیاب ہو جاؤ گے[1]

جب صبح ہوئی تو چاروں نونہالان اسلام و فدایان ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ مین کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نقوش صفحات تاریخ پر ثبت کر گئے۔ اور آخر کار شہید ہو گئے[2]

جب خنساء کو خبر ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا مجھے شرف بخشا خدا کی ذات سے امید ہے کہ مین ان بچوں سے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت مین ملونگی[3]

حضرت عمرؓ ان کے بیٹوں کو فی کس دو سو درہم سالانہ دیتے تھے وہ اُن لوگوں کی شہادت کے بعد بھی خنساء کے نام برابر جاری رکھا،

سلہ اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، واستیعاب صفحہ ۷۴۵ و ۷۴۶، در المنثور صفحہ ۱۱۱، واصابہ صفحہ ۵۵۱،
سلہ اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۵، سلہ اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، واستیعاب صفحہ ۷۴۶، واصابہ صفحہ ۵۵۲، سلہ اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۶،

سوگ کی علامت اور حضرت عائشہ رض کی خدمت مین حاضر ہونا — حضرت خنساء حضرت عائشہ رض کی خدمت مین بھی حاضر ہوا کرتی تھین، اُن کے سر پر بالونکا ایک سر بند بندھا ہوتا تھا جو عرب مین شدت غم والم کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا ایسا سر بند اسلام مین منع ہے خنساء نے کہا کہ یہ تو مجھے نہین معلوم تھا کہ منع ہے یا نہین لیکن اس سربند کو جو مین استعمال کرتی ہون اُسکا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا وہ کیا ہے؟ کہا میرے باپ نے جس شخص کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ بہت مُسرف تھا اُسنے میرا اور اپنا تمام مال قمار بازی مین صرف کر ڈالا جب محتاج و نادار ہوگئی تو میرے بھائی صخر نے اپنے مال کے دو حصے کیے اُن مین سے جو اچھا تھا وہ مجھے دیا میرے شوہر نے پھر تھوڑے عرصہ مین اسکو تلف کر ڈالا، میرے بھائی صخر نے میری ناداری و تنگدستی کو دیکھ کر افسوس کیا اور اُسنے پھر اپنے مال کے دو حصے کیے جو عمدہ حصہ تھا وہ منتخب کر کے مجھے دیا۔ اسکی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اول خنساء کو اپنا مال دیتے ہو اور وہ بھی منتخب کر کے یہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہیگا۔ اور اُس کے شوہر کا یہ حال ہے کہ وہ برابر تمام مال قمار بازی مین صرف کرتا جاتا ہے۔

صخر نے اسکے جواب مین اپنی بیوی کو یہ شعر پڑھکر سنائے،[۱]

والله لا امنحها شرارها   وهي حصان قد كفتني عارها

ولو هلكت مزقت خمارها   واتخذت من شعر صدارها

خدا کی قسم مین اسکو مال کا بدترین حصہ نہین دونگا اور وہ عفیفہ ہے میرے لیے اُسکا عار و ننگ کافی ہے۔ (یعنی مین اُسکے عار و ننگ کا لحاظ رکھون یہ میرے لیے کافی ہے) اگر مین مرجاؤنگا تو وہ اپنی اوڑھنی کو (میرے غم مین) پھاڑ ڈالے گی اور وہ (میرے سوگ مین) اپنے بالونکا صدار بنائے گی چنانچہ مین نے اسکی یادگار مین یہ سربند باندھا ہے۔

وفات — خنساء نے جنگ قادسیہ کے کم و بیش سات سال بعد ۲۴ھ مین وفات پائی۔

ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ معاویہ بن سفیان کے زمانہ خلافت مین کسی بیابان کے اندر انھون نے انتقال کیا۔[۲]

---

[۱] اصابہ صفحہ ۵۵۲، و در المنثور صفحہ ۱۱۱، [۲] در المنثور صفحہ ۱۱۴

حضرت صفیہ رضؓ

نام ونسب   آپ کا نام صفیہ ہے اور نسب جو رسول اللہ صلعم کا ہے وہی انکا ہے کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور عبدالمطلب کی بیٹی تھین اس رشتہ سے کہ آنحضرت صلعم کی والدہ کی سگی بہن ہالہ بنت وہب ان کی والدہ تھین [1]

نکاح   زمانۂ جاہلیت مین ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب سے ان کی شادی ہوئی، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، حارث کی وفات کے بعد آپ عوام بن خویلد کے نکاح مین آئین۔ ان سے تین لڑکے ہوے، زبیر، سائب، عبدالکعبہ [2]،

اسلام وہجرت   رسول اللہ صلعم کی پھوپھیون مین صرف انہین کے لیے مورخین بالاتفاق اسلام لانے کا فیصلہ کر چکے ہین گو حضرت اروی اور حضرت عاتکہ وغیرہ کو بھی ابن سعد نے اسلام لانیوالونکے ذیل مین لکھا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ سواے ان کے عمات آنحضرت صلعم مین دوسرون کا اسلام لانا محقق نہین ہے، ابن اثیر کا فیصلہ بھی یہی ہے [3]، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو ان کے شرف وامتیاز مین بہت کچھ اضافہ کرتی ہے،

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ انھون نے حضرت زبیر کے ساتھ ہجرت کی۔ ابن سعد نے اس ذیل مین جو کچھ لکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ھاجرت الی المدینة۔

عام حالات   آپ کئی غزوات مین شریک ہوئین۔ غزوۂ خندق مین انکا استقلال نسوانی جرارت کی حیرت انگیز مثال ہے۔

جب آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو عورتون کو حضرت حسان کے ساتھ ایک قلعہ مین جسکو اُطم اور فارع بھی کہتے ہین، ٹھہرادیا، اور حضرت حسان رضؓ (مداح رسول صلعم) کو حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔

---

[1] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۷، [3] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۹۲،

یہ موقع ایسا تھا کہ عورتین تنہا تھین صرف حضرت حسان کی موجودگی چندان مفید ان نہ تھی اسلیے یہودیون نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانون کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے دروازہ تک پہونچگیا اور کان لگاکر باتین سننے لگا کہ موقع پائے تو حملہ کرے، حضرت صفیہ نے دیکھ لیا چونکہ طبیعت کی دلیر تھین اسلیے فوراً حضرت حسان سے بولین، اُتر کر اسکو قتل کرڈالو" انھون نے جواب دیا کہ اگر مین اس قابل ہوتا تو آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ ہوتا" واقعہ یہ ہے کہ اس سے قبل حضرت حسان ایک مرض مین مبتلا رہ چکے تھے جس کی وجہ سے جسمانی کمزوری کے علاوہ دل بھی اتنا ضعیف ہوگیا تھا کہ اس قسم کی جرأت نہ کرسکے اور معذوری ظاہر کرنے لگے۔ بہرحال حضرت صفیہ کی جرات اس جواب سے کم نہ ہوئی، اُٹھین اور ایک خیمہ کی چوب اکھاڑ کر یہودی کے سر پر دے ماری، یہ ضرب ایسی نہ تھی کہ خطا ہوتی یہودی اس کے صدمہ سے جانبر نہو سکا، اب یہ حضرت حسان سے مخاطب ہوئین کہ جاؤ اور اسکا سر کاٹکر قلعے کے نیچے یہودیون مین پھینک آؤ، حضرت حسان نے اسمین بھی عذر کیا، آخر یہ کام بھی حضرت صفیہ نے کیا جس سے یہودیون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ پر حملہ کرنا خطرہ سے خالی نہین اور معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی کچھ فوج مسلمانون کی متعین ہے[۱]

جنگ احد جنگ خندق سے پہلے ہوئی تھی، حضرت صفیہ جنگ احد مین بھی شریک ہوئین اور اس موقع پر بھی اپنی جرات کی قابل رشک مثال قائم کردی، عفان ابن مسلم کی روایت ہے کہ مسلمان کفار کی کثرت سے گھبرا کر آمادہ فرار تھے اور ایک طرح کی شکست ہوچکی تھی اس حالت مین حضرت صفیہ ہاتھ مین نیزہ لیے ہوئے آئین اور لوگون کو مار مار کر روکتی تھین اور غصہ مین کہتی جاتی تھین "تم رسول اللہ صلعم سے بھاگتے ہو" آنحضرت صلعم نے انکو دیکھا تو حضرت زبیر کو بلاکر ہدایت فرمائی کہ یہ حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائین کیونکہ نعش کی حالت بہت خراب تھی اور کسی طرح اس قابل نہ تھی کہ ایک عورت اور وہ بھی ماں جائی بہن دیکھ ضبط کرسکے حضرت زبیر بتعمیل ارشاد ان کے پاس آئے اور کہا "امان! رسول اللہ صلعم آپ کو واپس ہونے کا حکم دیتے ہین"، بولین کیون، مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے، خدا جانتا ہے کہ یہ مجھے پسند نہین تاہم مین ضرور صبر کرونگی اور انشاءاللہ ضبط سے کام لونگی، حضرت زبیر نے جو کچھ سنا تھا آنحضرت صلعم سے بیان کردیا یہ سنکر آپ نے اجازت دےدی۔ پھر حضرت صفیہ اپنے بھائی

[۱] اصابہ جلد ۸ ص ۱۲۷

سگے بھائی کی لاش پر آئین، جسم کے ٹکڑے اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر اتنا ضبط کیا کہ کچھ نہ بولین اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر دعاے مغفرت مانگنے لگین، جب یہ چلی گئین تو آنحضرت صلعم کے حکم سے حضرت حمزہ دفن کیے گئے[۱]

فضل وکمال صاحب درمنثور لکھتے ہین، کانت شاعرۃ فصیحۃ متقدمۃ عند جمیع العرب بالقول والفعل والشرف والحسب والنسب، وہ ایک فصیح شاعرہ تھین اور تمام عرب کی نزدیک قول، فعل، حسب، نسب اور بزرگی کے لحاظ سے خاص امتیاز کی مالک تھین،

جب عبدالمطلب کی وفات ہوگئی تو حضرت صفیہ نے اپنی بہنون اور بنی ہاشم کی عورتون کو بلاکر ایک مجلس منعقد کی جسمین ہرایک نے مرثیے لکھے حضرت صفیہ کے مرثیے کے بعض اشعار یہ ہین،

ارقت لصوت نائحۃ بلیل	مین رات کو ایک نوحہ کرنے والی
علی رجل بقارعۃ الصعید	کی آواز سے روئی جو ایک مرد کریم پر
ففاضت عند ذالکم دموعی	رورہی تھی۔ اور اس حال مین
علی خدی کمنحدر الفرید	میرے آنسو مسلسل موتیون کی طرح رخسار پر بہنے لگے
علی رجل کریم غیر وغل	ایسے مرد کریم کی (وفات پر) افسوس
لہ الفضل المبین علی العبید	کرتے ہوجو بیہودہ نہ تھا اور اسکی بزرگی دوردور
وفیر البیت ابلج ذی فضول	عیان تھی، وہ عالی خاندان کشادہ ابرو
وغیث الناس فی الزمن الجرود	صاحب فضائل اور قحط سالی مین لوگون کیلئے ابر تھا
فلو خلد امرؤ لقدیم مجد	پس اگر انسان اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے
ولکن لا سبیل الی الخلود	ہمیشہ رہتا، لیکن ہمیشگی کی کوئی صورت نہین
لکان مخلدا اخری اللیالی	تو اپنی فضیلت اور قدیم شرافت کی وجہ
لفضل المجد والحسب التلید	سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا،

رسول اللہ صلعم کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے اسکے چند شعر یہ ہین۔

الا یارسول اللہ کنت رجاءنا	یارسول اللہ! آپ ہماری امید تھے
وکنت بنا برا ولم تک جافیا	آپ ہمپر احسان کرتے تھے ظالم نہ تھے
وکنت رحیما ھادیا ومعلما	آپ رحمدل، رہبر اور معلم تھے

---

[۱] اسدالغابہ جز۵ صفحہ ۴۹۲،

یبک علیک الیوم من کان باکیا	آج ہر رونے والے کو آپ پر رونا چاہیے
فدی لرسول اللہ امی وخالتی	رسول اللہ پر میری ماں، خالہ
وعمی وخالی ثم نفسی ومالیا	چچا، اور ماموں قربان ہوں پھر مین
فلو ان رب الناس ابقی نبینا	خود اور میرا مال بھی۔ کاش کہ خدا
سعدنا ولکن امرہ کان ماضیا	ہمارے نبی کو زندہ رکھتا تو ہم کیسے خوش قسمت تھے
علیک من اللہ السلام تحیۃ	مگر اسکا حکم ہو کر رہتا۔
وادخلت جنات من العدن راضیا	آپ پر اللہ کی طرف سے سلام ہو اور آپ
	جنات عدن مین داخل ہون،

حماسیات مین بھی ان کی شاعری بری نہ تھی، وہی جوش وخروش وہی الفاظ کا رکھ رکھاؤ، اور بندش کی وہی متانت جو حماسی شعرا کا خاصہ ہے، ان کے کلام مین بھی بڑی حد تک موجود ہے، مثلاً

	کوئی ہے! جو میری طرف سے قریش کو
الا من مبلغ عنی قریشا	پہونچادے کہ تم ہم پر کس بات مین حکومت کرتے ہو
ففیم الامر فینا والامار	ہمارے بزرگ بہت قدیم مین تمکو معلوم ہے
لنا السلف المقدم قد علمتم	کہ ہمارے لیے فریب کی کبھی جنگ کی آگ
ولم توقد لنا بالغدر نار	نہین جلائی گئی۔
وکل مناقب الاخیار فینا	ہم مین تو تمام اوصاف نیکون کے موجود
وبعض الامر منقصۃ وعار	ہین، اگرچہ بعض[۱] اخلاق نقصان دہ بھی ہین

حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ایک شعر حضرت صفیہ کا حضرت حمزہ کے مرثیہ کے متعلق نقل کیا ہے جس سے انکی بلاغت وقدرت کلام کا اندازہ ہوتا ہے اس شعر مین جناب رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے کہتی ہین۔

ان یوما اتی علیک لیوم	آج آپ پر وہ دن آیا ہے جسمین آفتاب
کورت شمسہ وکان مضیا	سیاہ ہوگیا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا

بقول بعض مورخین حضرت[۲] صفیہ سے چند احادیث بھی مروی ہین مگر یہ قول پایہ تحقیق کو نہین پہونچا

وفات ۷۳ سال کی عمر مین بزمانہ خلافت حضرت عمر رض ہجرت کے بیسوین سال حضرت صفیہ نے وفات پائی بمقام بقیع مغیرہ بن شعبہ کے صحن مین دفن ہوئین[۳]

[۱] اشعار کا انتخاب در منثور صفحہ ۱۲۶ و ۲۶۲ سے ماخوذ ہے [۲] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۲۷، [۳] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۳،

حضرت فاطمہ بنت اسد

نام ونسب آپ کا نام فاطمہ ہے اور آپ کے والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا چونکہ آپ نسباً ہاشمیہ ہین، اس لیے زیادہ نسب کی تحقیق غیر ضروری ہے[۱]

نکاح آپ ابو طالب بن عبد المطلب کے نکاح مین تھین انہین سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین، ھی اوّلُ ھاشمیۃٍ ولدت لھاشمی یہ پہلی ہاشمی عورت ہین جن سے ہاشمی اولاد ہوئی[۲]

اسلام وہجرت جب رسول اللہ صلعم نے دعوت اسلام پر اہل عرب کو متوجہ کیا تو تمام قبائل مین بنی ہاشم پیش پیش رہے اور اکثر مسلمان ہوے، حضرت فاطمہ بھی انہین مین تھین، خود بھی اسلام لائین اور علاوہ شوہر کے ان کی بعض اولاد بھی اس دولت سے شرفیاب ہوئی۔

خدا نے ان کو اسلام کے ساتھ ہجرت کا شرف بھی عطا کیا جب آپ مدینہ منورہ آئین، تو حضرت علی رض کے ساتھ حضرت فاطمہ رض بنت رسول اللہ صلعم کی شادی ہوئی، چونکہ اہلبیت اطہار کی زندگی زخارف دنیوی سے معرا اور بالکل سادہ تھی اس لیے گھر کا سارا کام خود ہی کر لیا جاتا تھا، ملازم وغیرہ کا ذکر بھی نہ تھا، چنانچہ اس موقع پر حضرت علی رض نے اپنی والدہ سے خطاب کر کے کہا۔ کفی فاطمۃ بنت رسول اللہ سقایۃ الماء والذھاب فی الحاجۃ ویکفک الداخل الطحن والعجن مین پانی بھرون گا اور باہر کا کام کرونگا اور فاطمہ بنت رسول اللہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے مین آپ کی مدد کرین گی[۳]

اخلاق وعادات آپ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھین۔ رسول اللہ صلعم ان کی تعریف کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا لم یکن احدٌ بعد ابی طالب ابر بی منھا،، ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا[۴]

---

[۱] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۰، [۲] ایضاً، [۳] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۱۷، [۴] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۰

آنحضرت صلعم اکثر ان کے گھر آرام فرماتے اور ان کو دیکھنے تشریف لاتے تھے[۱]

اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، آپ کی اولاد نرینہ اور ام ہانی، جمانہ اور ریطہ اولاد اناث[۲]

وفات بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئین، لیکن اسکو خیال سے زیادہ وقعت نہین صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بعد ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص مین کفنایا اور دفن کے بعد قبر مین لیٹ گئے۔ لوگون نے تعجب سے پوچھا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ مہربانی نہین کی، اس لیے مین نے ان کو اپنی قمیص پہنائی کہ جنت مین انکو بہشتی لباس پہنایا جائے اور قبر مین لیٹ گیا تا کہ شدائد مین آسانی ہو[۳]

درمنثور مین لکھا ہے

وفاطمة هذه لها فضائل مشهورة و | یہی فاطمہ ہین جن کے فضائل و مآثر کتب سیر مین
مآثر مشكورة مذكورة فی كتب التاريخ | مذکور ہین[۴]

۱ طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، ۲ طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، ۳ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴ و اسد الغابہ وغیرہ
۴ درمنثور صفحہ ۳۵۹،

حضرت ام ایمن

نام ونسب برکہ نام ہے اور ام ایمن کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے۔ برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان آپ حبشیہ ہین اور آنحضرت صلعم کے والد حضرت عبداللہ کی کنیزون مین سے تھین، اُنھون نے وفات پائی تو یہ حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگین۔ رسول اللہ صلعم کی حضانت وتربیت بہت زیادہ انہین سے متعلق تھی، جب رسول اللہ سن شعور کو پہونچے تو وراثتہً یہ بھی آپ کے حصہ مین آئین[1]

عقد بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ مین عبید ابن زید ایک شخص تھے، یہی ان کے شوہر تھے عبید نے جنگ حنین مین شہادت پائی تو آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ سے نکاح کردیا، حضرت ام ایمن کا یہ نکاح نبوت کے بعد ہوا[2]

اسلام ان کے پہلے شوہر بھی مسلمان تھے اور دوسرے تو گویا مسلمانون مین خصوصیت سے ممتاز تھے کیونکہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ اور محبوب غلام تھے اور سچ پوچھیے تو اسلام کو تو انہون نے گودیون مین کھلایا تھا۔

ہجرت اور عام حالات جن مسلمانون کو دو ہجرتون کا شرف حاصل ہوا انہین مین یہ بھی ہین یعنی مکہ سے ہجرت کرکے پہلے حبشہ گئین پھر وہان سے مدینہ واپس آئین۔ غزوہ احد اور غزوہ خیبر مین بھی شریک ہوئین غزوۂ احد مین حضرت ام ایمن نے پانی پلانے اور مریضون کی تیمارداری کرنے کی خدمت انجام دی تھی[3]

آنحضرت صلعم احیاناً ام ایمن سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ام ایمن آئین اور آنحضرت صلعم سے کہنے لگین۔ مجھے سوار کر دیجیے، رسول اللہ نے پوچھا تمھین اونٹ کے بچے پر سوار کردون، ان کی سمجھ مین نہ آیا بولین "یارسول اللہ وہ میرا بار نہ اٹھا سکیگا اور مین اسے تو نہین مانگتی"

[1] اسد الغابہ وصحیح مسلم وغیرہ، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۲، [3] ایضاً صفحہ ۱۶۳

آپ نے جواب دیا مین تو تمھین اونٹ کے بچہ ہی پر بٹھاؤنگا، یہ تھا آپ کا مزاح جسین حشو و زوائد کا نام بھی نہ تھا اور یہ تھی آپ کی خوش طبعی جسکے متعلق محدثین کا اتفاق ہے، کان رسول اللہ صلعم یمزح ولا یقول الا حقا،

رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو ام ایمن بہت رنجیدہ ہوئین اور رونے لگین لوگون نے سمجھایا تو بولین۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت ہوگی، لیکن مین تو اسپر روتی ہون کہ اب ہم سے وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا[۲]

صحیح مسلم مین ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تسلی دینے لگے کہ رسول اللہ صلعم کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے تو کہا مجھے خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہین اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ جواب اسقدر موثر تھا کہ حضرت ابوبکر و عمر بھی ضبط نہ کرسکے اور زار زار رونے لگے[۳]

جب حضرت عمرؓ شہید ہوئے تو حضرت ام ایمن رونے لگین اور کہا،

اَلْیَوْمَ وَهَنَ الْاِسْلَامُ، آج اسلام ضعیف ہوگیا،

آنحضرت صلعم کے پاس انصار کے دیے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کر دیے۔ ان مین سے کچھ باغ حضرت انس بن مالک کے بھی تھے جو آپ نے حضرت ام ایمن کو دے دیے تھے۔ حضرت انس آئے تو ام ایمن نے ان باغون کی واپسی سے انکار کر دیا، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا[۴]

اخلاق وعادات آنحضرت صلعم ان کی بہت تعریف کرتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لاتے اور "امی" کہہ کر خطاب فرماتے، جب ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے ھذہ بقیۃ اھل بیتی[۵]

عبید بن زید کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا

مَنْ سَرَّہ ان یتزوج امرأۃ من اھل الجنۃ فلیتزوج ام ایمن، جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے اسکو ام ایمن سے نکاح کرنا چاہیے[۶]

ایک مرتبہ آپ ان کے گھر تشریف لائے تو انھون نے شربت پیش کیا آپ روزہ سے

[۱] طبقات ج ۸ ص ۱۶۳، [۲] ایضاً، [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، [۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴، [۵] صحیح بخاری وطبقات ج ۸ ص ۱۶۳، [۶] طبقات ۸ ص ۱۶۲، ایضاً، [۸] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱

تھے اسلیے متردد ہوے اسپر ام ایمن بہت ناراض ہوئین[1] غالباً انکو معلوم نہ تھا اور آنحضرت صلعم نے اسکا اظہار غیر ضروری سمجھا تھا،

فضل وکمال حضرت ام ایمن نے احادیث کی روایت بھی کی ہے جن بزرگون نے انکے سلسلہ سے روایت کی ہے ان مین سے بعض یہ ہین، حضرت انس بن مالک، حنش ابن عبداللہ صنعانی ابویزید مدنی،

اولاد ان کی اولاد مین پہلے شوہر سے ایمن تھے دوسرے سے اسامہ۔ دونون صحابی تھے، حضرت اسامہ کو صحابہ مین بڑا رتبہ حاصل تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو بہت عزیز تھے،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین انتقال کیا، ابن اثیر نے آنحضرت صلعم کے پانچ یا چھ ماہ بعد انکا زمانہ انتقال بتلایا ہے جو کسی طرح صحیح نہین۔ صحیح بھی ہے کہ انھون نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین وفات پائی[2]

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۲، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴،

اسماء بنت یزید

نام ونسب نام اسماء، ام سلمہ کنیت، نسب یہ ہے، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس[1]

اسلام اور بیعت ان کے اسلام کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئین بیعت کا واقعہ البتہ تفصیل سے آیا ہے، جو قبول اسلام کے بعد ہی پیش آیا۔ آنحضرت صلعم صحابہ کی جماعت مین رونق افروز تھے، اسماء آئین اور حسب ذیل تقریر کی رسول اللہ پر میرے مان باپ قربان ہون مین مسلمان عورتون کی طرف سے پیغام لیکر آئی ہون، اللہ نے آپ کو مرد عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، ہم آپ کے پیرو ہین اور آپ پر ایمان لائے ہین ہم مین اور مردون کی حالتین بہت فرق ہے، ہم لوگ اپنے گھرون کی چار دیواری مین محصور ہین اور تمھاری اولاد کی پرورش کرتے ہین، تم لوگ مرد ہو جمعہ اور نماز جماعت و نماز جنازہ مین حاضر ہوسکتے ہو، حج کو جاتے ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ خدا کی راہ مین جہاد کرتے ہو ہم ان موقعون پر تمھاری اولاد کو پالتے ہین تمھارے اموال کی حفاظت کرتے ہین کپڑون کے لیے چرخہ کاتتے ہین تو کیا ہم تمھارے ساتھ اس اجر و ثواب مین شریک نہونگے؟

آنحضرت صلعم یہ سنکر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیا تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی ہے، لوگون نے عرض کیا ہمکو گمان بھی نہ تھا کہ ایک عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے، آپ نے اسماء سے فرمایا" اگر عورت اپنے شوہر کی رضا جوئی اور اس کی موافقت و فرمانبرداری کرتی ہے اور فرائض زوجیت ادا کرتی ہے تو اسکو بھی مرد کے برابر ثواب ملیگا،[2]

عورتون کے اس وفد مین جسکی مبشر و حضرت اسماء تھین ان کی خالہ بھی شریک تھین جو ہاتھون مین سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے تھین آپ نے فرمایا "اس زیور کی زکوۃ دیتی ہو

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۲۶، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۳۹۹

بولین "نہین" فرمایا تو کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ خدا تمکو آگ کے کنگن اور انگوٹھیان پہنائے، حضرت اسمارؓ نے اپنی خالہ سے کہا "خالہ انکو اتار دو" انھون نے فوراً سب چیزین اتار کر پھینکدین، پھر حضرت اسمارؓ نے کہا یارسول اللہ ہم زیور نہ پہنینگے تو شوہر کی نظر مین بے وقعت ہو جائینگے "فرمایا" تو چاندی کا زیور بنواؤ اور اسپر زعفران مل لو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے "ان باتون کے بعد بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے چند اقرار کرائے حضرت اسمارؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہین اپنا ہاتھ بڑھائیے" ارشاد ہوا کہ "مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا[1]

عام حالات آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین اکثر حاضر رہتی تھین ایکمرتبہ ان کے سامنے آپنے دجال کا ذکر فرمایا، کثرت آہ و بکا سے کہرام مچگیا، آنحضرت صلعم اُٹھ کر چلے گئے دوبارہ تشریف لائے تب بھی یہی حالت تھی فرمایا "کیون روتی ہو" حضرت اسمارؓ نے کہا ہماری تو یہ حالت ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھتی ہے، ہمکو سخت بھوک ہوتی ہے، وہ پکا کر فارغ نہین ہوتی کہ ہم بیتاب ہو جاتے ہین، دجال کے زمانہ مین جب قحط پڑیگا تو کیونکر صبر کرسکینگے؟ فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائیگی، پھر ارشاد ہوا کہ آہ و زاری کی ضرورت نہین مین اسوقت تک زندہ رہا تو تم لوگون کی سپر رہونگا ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کریگا[2]

رخصتی کے وقت جن عورتون نے حضرت عائشہ رضہ کو سنوارا تھا حضرت اسمارؓ بھی انہین شامل تھین، حضرت عائشہ کو حجلہ مین بٹھا کر رسول اللہ کو خبر کی، آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا نوش فرما کر حضرت عائشہ کو دیدیا، انھون نے شرم سے سر جھکا لیا تو حضرت اسمارؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہ جو دیتے ہین لے لو، حضرت عائشہ نے کسی قدر پی لیا پھر آنحضرت صلعم کو واپس کر دیا، آپ نے اسمار کو دیا انھون نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا تا کہ جس طرف سے آنحضرت صلعم نے نوش فرمایا تھا اسی طرف سے وہ بھی پئین، اس کے بعد آپنے فرمایا کہ اور عورتون کو بھی دو "سب نے جواب دیا کہ "ہمکو اسوقت خواہش نہین ہے" "فرمایا" بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی؟[3]

سنہ ۱۵ھ مین جب معرکہ یرموک پیش آیا تو حضرت اسمارؓ نے خیمہ کی چوب سے نو رومیونکو قتل کر کے اپنی شرکت کا ثبوت دیا[4]

[1] مسند جلد ۶ ص ۴۶۱ و ۴۶۰، [2] ایضاً ۴۵۳، [3] ایضاً ۴۵۸، [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۳،

اخلاق علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین،

کانت من ذوات العقل والدین وہ مذہب اور عقل دونون اوصاف کی حامل تھین

مہمان نوازی مین ممتاز تھین، شہر بن حوشب ان کے گھر آئے، سامنے کھانا رکھا گیا تو انھون نے انکار کیا، یہ آنحضرت صلعم کا ایک واقعہ بیان کرکے بولین "اب تو انکار نہ کروگے"؟ شہر نے کہا "اماں اب ایسی غلطی نہ ہوگی"[1]

آنحضرت صلعم کی خدمت بہت کرتی تھین، ایک بار آپ کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھین کہ وحی نازل ہوئی، بیان کرتی ہین کہ وحی کا بار اتنا تھا کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہین اونٹنی کے ہاتھ پانون نہ ٹوٹ جائین[2]

فضل وکمال چند حدیثون کی روایت ان کے فضائل مین امتیازی اضافہ ہے، راویون کے نام یہ ہین:-

شہر بن حوشب، محمود بن عمر انصاری، مہاجر ابن ابی مسلم، مجاہد، اسحاق ابن راشد، باعتبار کثرت روایت ان سب مین شہر بن حوشب کا درجہ سب سے بلند ہے،

اولاد اولاد وغیرہ کا کہین حال نہین معلوم ہوتا۔

وفات سنہ وفات کی بھی یہی صورت ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ جنگ یرموک کے بعد آپ مدت تک زندہ رہین،

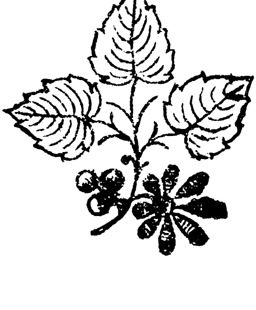

[1] استیعاب جز۲ صفحہ ۷۲۶، [2] مسند جز ۶ صفحہ ۴۵۸، [3] ایضاً صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۸،

حضرت ام عمارہ

نام و نسب ان کا نام نسیبہ ہے مگر حسب رواج عرب بہ نسبت نام کے کنیت زیادہ مشہور ہے انصاریہ تھین اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے وابستہ سلسلہ نسب یہ ہے: نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار[1]

ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ مین پیدا ہوئین،

نکاح پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا جو ان کے چچازاد بھائی تھے زید سے دو اولادین ہوئین عبداللہ اور حبیب، زید کے انتقال کے بعد عزیہ بن عمرو سے عقد ہوا جس سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے[2]

اسلام اسلام ابھی اپنے قدمون پر کھڑا نہیں ہوا تھا، دنیا کے کان حق و صداقت کی آواز سے ہنوز غیر مانوس تھے، حضور رسالت مآب صلعم کی نہ تھکنے والی کوششین برابر اپنے کام مین مصروف تھین، یہ وہ وقت تھا کہ آپ اہل مکہ سے مایوس ہو چلے تھے تاہم چونکہ خدا کی رحمت سے توقع قائم تھی اس لیے تبلیغ برابر جاری تھی، اسی زمانہ مین مدینہ کے چھ آدمی آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے دوسرے سال چھ کا اور اضافہ ہوا، اب آنحضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان بارہ مسلمانون کے ساتھ مدینہ روانہ کیا کہ وہان پہونچکر اشاعت و تبلیغ کی خدمت انجام دین۔ اس مختصر مگر اسلام کا سچا درد رکھنے والی جماعت کی کوشش یہان تک کامیاب ہوئی کہ مدینہ کے بڑے بڑے سربرآوردہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، انہین مین حضرت ام عمارہ اور انکا خاندان بھی تھا، اسطرح حضرت ام عمارہ کو قبول اسلام مین دو شرف حاصل تھے، ایک تو سابقین اولین سے ہین دوسرے انصاریہ ہین،

عام حالات پہلا شاندار واقعہ جو حضرت ام عمارہ کی زندگی سے متعلق ہے بیعت عقبہ کی شرکت ہے، عقبہ گھاٹی کو کہتے ہین، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ارتقائے اسلام کے تیسرے سال تقریباً چھہتر

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۸، [2] ایضاً،

مسلمان مدینہ سے حضور کی خدمت مین روانہ ہوئے اور حج کے دو تین دن گذرنے کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑی کی گھاٹی مین بہرہ اندوز نیاز ہوئے، سب نے دست مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ "حضور مدینہ تشریف لیچلیں ہم جان، و مال اور اولاد سب اللہ کے دین کی مدد مین قربان کرینگے، ان بیعت کرنیوالے مسلمانون مین دو عورتین بھی تھین ایک تو حضرت ام عمارہ دوسری ام منیع، جب عربہ بن عمرو حضرت ام عمارہ کے شوہر نے اس موقع پر ان دونون بیویونکو بلاکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دو عورتین بھی ہمارے ساتھ بیعت کے لیے حاضر ہوئی ہین، تو فرمایا "مین نے جس عہد پر تمکو بیعت کیا ہے اسی پر ان سے بیعت لیتا ہون مصافحہ کی ضرورت نہین مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا۔[۱]

سنہ ۳ھ مین جب اُحد کا معرکہ ہوا تو اسمین ام عمارہ بھی شریک تھین- اسی جنگ مین آنحضرت صلعم کے عم محترم جناب حمزہ اور بہت سے مشہور جان نثار صحابی شہید ہوئے، مسلمانونکے دل ٹوٹ چکے تھے اور اب حضور کے پاس چند مسلمان جو تعداد مین دس سے زیادہ نہ ہونگے حفاظت کے لیے باقی رہ گئے تھے، انہین مین عربہ بن عمرو، ام عمارہ اور ان کے دو بیٹے عبداللہ اور حبیب بھی تھے[۲]

حضرت ام عمارہ اس نازک وقت سے پہلے بھی یعنی جب مسلمان فتحیاب تھے اور میدان جنگ مین استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے بیکار نہ تھین اور برابر مشک مین پانی بھر کر لوگونکو پلا رہی تھین، اب آنحضرت صلعم کے لیے بالکل سینہ سپر تھین، جب کفار بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتین، خود ان کا بیان ہے کہ مین اپنی ڈھال سے دشمنون کے حربے روکتی تھی اور یہ تدبیر کرتی تھی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو روک لیتی اور اسکے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے ایسا ہاتھ مارتی کہ اسکے گھوڑے کا پاؤن کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے زمین پر آرہتا یہ دیکھ کر آنحضرت صلعم میرے بیٹے عبداللہ کو آواز دیکر امداد کے لیے بھیجدیتے پھر مین اور وہ دونون فوراً اس سوار کا خاتمہ کر دیتے۔[۳]

اس لڑائی مین ان کی والہانہ خدمات کا جب ذکر آتا تو آنحضرت صلعم فرماتے "مین غزوہ احد مین انکو برابر اپنے دائین بائین لڑتے دیکھتا تھا"۔ ابھی لڑائی ختم نہوئی تھی، کفار جوش پر تھے، یورش کرتے چلے آرہے تھے کہ ایک کافر کے پتھر سے آپ کا دندان مبارک شہید

---

[۱] اسابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۹، [۲] طبقات ج ۸ ص ۳۰۲، [۳] ایضاً

ہوگیا، پھر ابن قمیہ نے تلوار کا وار کیا جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک مین دھنس گئے اور خون ٹپکنے لگا، ام عمارہ نے یہ رنگ دیکھا تو بیتابی سے ابن قمیہ پر حملہ کیا جس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھا، پھر اس نے تلوار ماری تو ان کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑگیا[1]

ابن قمیہ تو بھاگ گیا مگر ان کے زخم کاری لگا تھا اسلیے خون مین نہا گئین، آنحضرت صلعم نے اپنے سامنے کھڑے ہوکر انکے زخم پر پٹی بندھوائی اور چند بہادر صحابہ کا نام لیکر فرمایا کہ واللہ آج ام عمارہ کا کارنامہ ان کے کارنامون سے بہت زیادہ اہم ہے، ام عمارہ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ جنت مین آپ کے ساتھ ہون" آپ نے دعا کی تو بولین ما ابالی ما اصابنی من الدنیا، اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی پروا نہین[2]

اس ہنگامہ مین ام عمارہ نے اس بے جگری سے حصہ لیا کہ جب انکا بیٹا عبداللہ زخمی ہوکر بیٹھ گیا تو انھون نے خود مرہم پٹی کی اور زخم باندھ کر بولین "جاو بیٹا اب لڑو" آنحضرت صلعم نے فرمایا، من یطیق ما تطیقین یا ام عمارہ اے ام عمارہ جتنی طاقت تم مین ہے کسی مین کہان ہوتی ہے[3]

آنحضرت صلعم ان کی خدمات کی اتنی قدر فرماتے تھے کہ جب لڑائی ختم ہوئی اور سب لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے جب تک عبداللہ بن کعب مازنی کو بھیجکر ان کی خیریت دریافت نہ فرمالی اپنے گھر تشریف نہ لے گئے[4]

اکثر مستند ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ام عمارہ جنگ احد کے علاوہ حدیبیہ، خیبر اور حنین کی لڑائیون مین بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھین، ابن سعد کا بیان ہے کہ انھون نے

شھدت احدا والحدیبیۃ وخیبر وعمرۃ القضیۃ وحنینا ویوم الیمامۃ،	جنگ احد، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضا، حنین، اور جنگ یمامہ دیکھی تھی[5]

لیکن سوائے یمامہ کے اور کسی جنگ مین ان کی شرکت کا حال نظر سے نہین گذرا جنگ یمامہ کے متعلق جو کچھ معلوم ہوسکا کسیقدر تفصیل سے ہدیہ ناظرین ہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب جو بڑا ظالم اور زبردست شخص تھا مرتد ہوگیا۔ اس کے قبیلہ میں تقریبًا چالیس ہزار آدمی لڑنے والے تھے سب اسکے

[1] ایضاً صفحہ ۳۰۱ و سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۸۴، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۰۳، [3] ایضاً ۳۰۴، [4] ایضاً ۵، [5] ایضاً صفحہ ۵۰۱

ساتھ ہوگئے، چنانچہ اسنے اپنی قوت کے گھمنڈ مین نبوت کا دعویٰ کر دیا اور سب سے اپنے آپکو نبی کہلوانے لگا، جو انکار کرتا اسکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتا۔ حبیب بن زید حضرت ام عمارہ کے بیٹے عمان سے مدینہ آرہے تھے کہ مسلیمہ کے ہاتھ لگ گئے، اس نے ان کو قبضہ مین لیکر کہا "تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہین،" انھون نے کہا ہان" بولا نہین یہ گواہی دو کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے" انھون نے سختی سے انکار کیا تو اس نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا دوبارہ پھر کہا پھر یہی جواب پایا تو دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا غرض اسکو اپنے دعوے پر اصرار تھا انکو اپنی صداقت پر، آخر اسنے ایک ایک کرکے تمام اعضا کاٹ ڈالے مگر اس مرد خدا نے جان دینا گوارا کیا اور رہ تسلیم و رضا سے قدم نہ ہٹایا۔ یہ واقعہ حضرت ام عمارہ نے سُنا تو سینہ پر صبر کی سل رکھی اور دلمین ٹھان لی کہ اگر مسلمانون نے لشکرکشی کی تو اس مرتبہ ظالم کو انشاءاللہ مین خود اپنی تلوار سے لقمۂ موت بناؤنگی[۱]

مسلیمہ کی ان چیرہ دستیون کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو ہوئی تو انھون نے فتنہ ارتداد کی بیخکنی کے لیے حضرت خالد بن ولید کو چار ہزار فوج دیکر روانہ کیا، ام عمارہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور حضرت خلیفۃ المسلمین سے اجازت لیکر ساتھ ہولین مقابلہ ہوا اور سخت ہوا، مسلیمہ بہت استقلال سے لڑا، بارہ سو مسلمان شہید ہوے مگر حق ہمیشہ بلند ہوکر رہتا ہے، کفار اس سے کہین زیادہ مارے گئے کتب تاریخ مین ۸۔۹ ہزار کی تعداد لکھی ہے، اس ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے مسلیمہ کو تاک لیا، اپنی برچھی اور تلوار سے صفین چیرتی اور زخم پر زخم کھاتی مسلیمہ کے قریب پہونچین، یہان تک پہونچنے مین نیزے اور تلوار کے گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے جدا ہوگیا مگر جبین تحمل پر شکن نہ آئی اور آگے بڑہین کہ مسلیمہ پر وار کرین کہ اتنے مین ایک ساتھ دو تلوارین مسلیمہ پر پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا، غور سے دیکھا تو آپ نے عبداللہ کو پاس کھڑا پایا پوچھا تونے اسکو قتل کیا ہے" جواب دیا" ایک تلوار میری پڑی ہے دوسری وحشی کی، اب معلوم نہین کہ کس کے وار سے اسکی موت آئی، ام عمارہ بہت خوش ہوئین اور اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔

چونکہ زخم بہت تھے، ہاتھ بھی کٹ چکا تھا اسلیے بہت کمزور ہوگئی تھین، حضرت خالد بن ولید امیر لشکر نے جو ان کی شجاعت و بزرگی کے قائل تھے اور ان کا بہت ادب کرتے تھے

[۱] جنگ یمامہ کا تمام بیان خواتین مطبوعہ علیگڈھ سے ماخوذ ہے اگرچہ حوالہ مناسب ہو تو اپنی یادگار سیرۃ وغیرہ کسی تاریخ سے لیا جائے

نہایت غور و پرداخت سے ان کی تیمارداری کی اور علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، چنانچہ جب یہ اچھی ہوگئیں تو حضرت خالد کی تعریف میں کہتی تھیں "وہ نہایت ہمدرد، کریم النفس اور متواضع سردار ہیں انھوں نے بڑی غمخواری کے ساتھ ہماری تیمارداری کی"[۱]

اخلاق ایک بہادر اور دلیر عورت کے اخلاق کا کیا پوچھنا۔ بہادری خود ایسا مستقل وصف ہے جو بہت سے اصناف اخلاق پر حاوی ہے، لیکن اگر تفصیل ہی کی ضرورت ہو تو کچھ اور واقعات بھی ہیں جن سے اس عنوان پر بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلعم ان کے پاس آئے تو انھوں نے کھانا پیش کیا رسول اللہ نے فرمایا، تم بھی کھاؤ "بولیں" میں روزہ سے ہوں، ارشاد ہوا ان الصائم اذا اکل عندہ صلت علیہ الملئکۃ روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اسپر درود پڑھتے ہیں[۲]

یہ تو آنحضرت صلعم کی محبت کا حال تھا آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی انکے دیکھنے ان کے گھر آیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کا احترام بہت ملحوظ رہتا تھا۔ چنانچہ ان کے زمانہ خلافت میں ایکمرتبہ مال غنیمت میں کچھ بیش قیمت کپڑے آئے ان میں ایک دوپٹہ زرکار نہایت قیمتی تھا۔ بعض نے یہ رائے دی کہ یہ دوپٹہ آپ کے بیٹے عبداللہ کی بیوی کو دیا جائے بعض نے کہا کہ آپ کی بیوی کلثوم بنت علی رض کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں سب سے زیادہ حقدار ام عمارہ کو سمجھتا ہوں انہیں کو دونگا کیونکہ رسول اللہ صلعم سے میں نے احد کے دن سنا تھا،" ما التفت یوم احد یمیناً ولا شمالاً الا واراھا تقاتل دونی میں جدہر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ لڑتی نظر آتی تھیں" چنانچہ دوپٹہ انہیں کے پاس بھیجدیا۔

فضل و کمال انھوں نے آنحضرت صلعم سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جنہیں انکے سلسلہ سے عباد بن تمیم بن زید، حارث بن عبداللہ بن کعب، عکرمہ اور لیلی نے روایت کیا ہے[۳]

وفات ان کا سنہ وفات غیر معلوم ہے، مسلیمہ کذاب کی جنگ کے بعد تک انکا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے اسکے آگے نہیں معلوم کب تک زندہ رہیں۔

[۱] طبقات ج ۸ ص ۳۰۴ [۲] اصابہ ج ۲ ص ۹۲۰ [۳] ایضاً

اُم حرام بنت ملحان

نام ونسب ام حرام کنیت ہے، نام معلوم نہین، بنی خزرج کے خاندان نجار سے تھین ان کا نسب یہ ہے:۔ ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ان کی والدہ ملیکہ تھین جو مالک بن عدی بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھین۔ اس رشتہ سے حضرت ام حرام حضرت ام سلمہ کی بہن اور حضرت انس رض کی خالہ ہوئین[1]

نکاح صرف تہذیب مین لکھا ہے کہ ان کے پہلے شوہر عمرو بن قیس انصاری تھے[2] ورنہ عام کتابون سے، حضرت عبادہ بن صامت کا شوہر ہونا معلوم ہوتا ہے، جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے عبادہ بن صامت کے نکاح مین تھین پھر عمرو بن قیس کی زوجیت مین آئین[3] لیکن یہ صحیح نہین کیونکہ مستند کتب سیر سے عبادہ بن صامت کا آخر شوہر ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

عام حالات آنحضرت صلعم نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی تھی جسکا تفصیلی واقعہ یون ہے کہ ایک دن آپ ان کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو ام حرام نے جوئین دیکھنی شروع کین آپ پر غنودگی طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے تو فرمایا مینے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین غزوہ کے ارادے سے سوار ہین، ام حرام بولین یارسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ مین بھی انمین شامل ہون، آپ نے دعا کی اور پھر سوگئے، کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور وہی خواب بیان فرمایا، ام حرام نے بھی پھر دعا کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ تم اونہین مین سے ہو[4]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۸ [2] تہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۶۲ [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۶۸ [4] ایضاً و اسدالغابہ ج ۵ و زرقانی ج ۱۱ صفحہ ۶۶

ایفائے تعبیر اور وفات اسکے بعد ہی حضرت ام حرام کا عقد حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے ہوا، ۲۷ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عثمان غنی رضؓ امیر معاویہ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرس پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی اور حملہ آورون کا ایک بیڑا تیار کیا جسمین حضرت ابوذر رضؓ، ابودردا عبادہؓ بن صامت اور بہت سے صحابہ شامل تھے ام حرام بھی عبادہ بن صامت کے ہمراہ تھین فتح قبرس کے بعد جب لوگ واپس ہونے لگے تو ام حرام بھی سواری پر چڑھین لیکن جانور نے چڑھنے نہ دیا اور زمین پر گرا دیا، چوٹ اتنی سخت آئی تھی کہ جانبر نہ ہوئین مجبوراً وہین دفن کردی گئین[۱]

فضل وکمال اور نیک بیویون کی طرح انکو بھی روایت حدیث کا شرف حاصل تھا، حضرت انس، عمرو بن اسود، حضرت عبادہ بن صامت، عطاء بن یسار، یعلی بن شداد بن اوس نے ان کی سماعت پر اعتماد کیا ہے اور ان کے سلسلہ سے حدیث بیان کی ہے[۲]

صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم ان کی عزت کرتے تھے، انکو دیکھنے تشریف لاتے اور ان کے پاس آرام فرماتے تھے[۳]

اولاد مین تین لڑکے چھوڑے، پہلے شوہر سے قیس، عبداللہ اور حضرت عبادہ سے محمد[۴]

[۱] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۷۵ [۲] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۵۰ [۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۷۴ [۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۸

حضرت سمیہ بنت خباط

نام ونسب سمیہ نام ہے خباط کی بیٹی ہین، حضرت عمار ابن یاسر مشہور صحابی کی والدہ تھین اس سے زیادہ نسبی حالات معلوم نہین ہوتے[1]

نکاح حضرت سمیہ ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھین، انہین کے حلیف یاسر بن عامر عنسی سے نکاح ہوا، جب حضرت عمار کی ولادت ہوئی تو ابوحذیفہ نے انکو آزاد کر دیا[2]

اسلام حضرت سمیہ کا اسلام ان لوگون کے مثل تھا جو اسلام کے لیے ہر قسم کی تکالیف اپنے لیے راحت سمجھتے تھے اور اپنی تعداد کے اعتبار سے بہت تھوڑے تھے۔ ابن اثیر اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سمیہ اسلام لانے والون مین ساتوین خاتون تھین اور یہ پہلی بیوی ہین جو حق کی خاطر طرح طرح کی تکلیفون کا نشانہ بنین اور نہایت صبر وضبط کے ساتھ راہ الٰہی مین شہید ہوئین[3]

مشرکین ان کو صرف اسلیے کہ مسلمان ہوگئی تھین، لوہے کی زرہ پہنا کر مکہ کی جلتی ریت پر دھوپ مین کھڑا کرتے تھے مگر ان کے عزم واستقلال مین فرق نہ آتا تھا، آنحضرت صلعم اسطرف سے گذرتے اور حضرت عمار، انکی والدہ اور والد کو اس حال مین دیکھ کر فرماتے صبر کرو اے آل یاسر، تمھارے لیے جنت ہے[4]

وفات دن تو اس طرح گذر جاتا شام کو کچھ آرام ملتا۔ ایکدن رات کو گھر آئین تو ابوجہل نے گالیان دیتے دیتے غصہ مین برچھی پھینک ماری جس سے حضرت سمیہ جان بحق تسلیم ہوگئین[5]

حضرت عمار رضؓ کو اپنی والدہ کی اس مرگ بیکسی پر سخت صدمہ ہوا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یارسول اللہ اب تو مظالم کی حد ہوگئی، آپ نے صبر کی تلقین کی

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۹، [2] ایضاً [3] ایضاً صفحہ ۷۶۰ واسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱ [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۰،

اور فرمایا اللهم لا تعذب احدا من آل یاسر بالنار، اے اللہ آل یاسر کو دوزخ سے بچا۔[۱]

حضرت سمیہ بہت ضعیف اور کبیر السن تھین۔ اسلام بھی اسی عمر مین لائین۔ انکی شہادت کے بعد جنگ بدر مین جب ابو جہل مارا گیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمار سے فرمایا قتل اللہ قاتل امک اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا۔[۲]

حضرت سمیہ کی شہادت ہجرت نبوی سے قبل واقع ہوئی اسلیے ان کے سب سے پہلے شہید ہونے مین کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

[۱] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶، [۲] طبقات ج ۸ ص ۱۹۳

شیماء السعدیہ بنت حارث

نام ونسب نام حذافہ ہے، عرفیت شیمار یا شما، بہ نسبت نام کے عرفیت زیادہ مشہور ہے حارث بن عبد العزی بن رفاعہ کی بیٹی تھین اور آنحضرت صلعم کی رضاعی بہن[1]

عام حالات اور اسلام پہلے آنحضرت صلعم کو اپنی والدہ سعدیہ کے ساتھ کھلایا کرتی تھین اور ساتھ رہتی تھین آپ کے سن شعور تک پہونچنے سے قبل اپنے قبیلہ مین چلی گئین۔ جب ترقی اسلام کے اسباب رونما ہوئے اور مجاہدین کی ایک جماعت بنی ہوازن پر حملہ آور ہوئی تو مال غنیمت اور فتوحات کے ذیل مین شیما بھی ہاتھ آئین، جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین تو کہا یارسول اللہ، مین آپ کی رضاعی بہن ہون" اور ثبوت مین ایک علامت بتلائی جسکو ملاحظہ فرماکر آپ آبدیدہ ہوگئے، اور اپنی ردار مبارک بچھاکر اچھی طرح بٹھایا، پھر ارشاد ہوا" اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو عزت وآرام سے رہو اگر اپنے قبیلہ مین جانا چاہو تو مین وہین بھیجدون" شیما نے اپنے قبیلہ مین جانا پسند کیا، اور اسیوقت اسلام لائین، آنحضرت صلعم نے انکو تین غلام، لونڈی کچھ روپیہ اور بکری دیکر رخصت کیا[2]

محمد بن معلی نے کتاب ترقیص مین لکھا ہے کہ آپ بہت چھوٹے تھے، شیما آپ کو کھلایا کرتی تھین اور یہ شعر گاتی جاتی تھین،

یا ربنا ابق لنا محمدا	یا اللہ محمد کو زندہ رکھ یہان تک کہ ہم انکو
حتی اراہ یافعاً وامردا	جوان دیکھین،
ثم اراہ سیدا مسودا	پھر ہم انکو ایک معزز سردار دیکھین
واکبت اعادیہ معا والحسدا	اس حال مین کہ ان سے حسد رکھنے والے
واعطہ عزا یدوم ابدا	دشمن سرنگون ہون۔ اے اللہ انکو عزت دوام عطا کر

کیا اچھی دعا تھی کہ بارگاہ الٰہی مین حرف بحرف قبول ہوئی،[3] تاریخ وفات اور دیگر حالات پردہ خفا مین ہین

[1] اصابہ جر ۲ صفحہ ۲۶۶، [2] استیعاب جر ۲ صفحہ ۷۶۲، [3] اصابہ جر ۲ صفحہ ۷۶۲،

ام ورقہ بنت عبداللہ

نام ونسب مورخین نے آپ کا نام کہین ظاہر کیا، کنیت ام ورقہ ہے، انصاریہ تھین، ابن اثیر اور علامہ ابن عبداللہ ان کا کوئی نسب نہین لکھتے اور اسمین اختلاف بتلاتے ہین۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ مین یہ نسب لکھا ہے۔ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل، ابن حجر کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اپنے جد اعلے سے منسوب تھین اور ام ورقہ بنت نوفل کہلائی جاتی تھین[1]

اسلام غالبًا ہجرت کے بعد مسلمان ہوئین اور رسول اللہ صلعم سے بیعت کی[2]

عام حالات جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی تو ام ورقہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے بھی شرکت کی اجازت دے دیجیے مریضون کی تیمارداری اور زخمیون کی خدمت کرونگی ممکن ہے خدا شہادت نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا "تم گھر مین رہو خدا تمکو یہین شہادت عنایت کرے گا[3]

قرآن پڑھی ہوئی تھین اسلیے آنحضرت صلعم نے انکو ان کے گھر کی عورتون کا امام بنادیا تھا[4] آنحضرت صلعم کی اجازت سے ایک موذن بھی مقرر تھا، وہ اذان دیتا تھا یہ امامت کرتی تھین۔ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام سے وعدہ کیا کہ "میرے بعد تم آزاد ہو" ان دونون نے بغاوت پر کمر باندھی اور ان کے اس وعدہ سے قبل اسوقت فائدہ اٹھانا چاہا، ایک رات کو چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا۔ اور بھاگ گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ نے لوگون سے کہا کہ آج خالہ ام ورقہ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہین آئی، اسکے بعد آپ انکے گھر آئے تو دیکھا مکان کے ایک گوشہ مین چادر مین لپٹی ہوئی پڑی ہین۔ افسوس کیا اور فرمایا "خدا اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا" پھر ممبر پر تشریف لائے، یہ خبر بیان کی اور

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۰۰، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۸۰۶، [4] ایضًا،

حکم دیا کہ غلام اور لونڈی گرفتار کیے جاوین،، وہ قید ہو کر آئے تو حضرت خلیفۃ المسلمین کے حکم سے دونون سولی پر لٹکا دیے گئے[۵۱]

یہ پہلے مسلمان ہین جنکو مدینہ منورہ مین سولی دی گئی[۵۲] آنحضرت صلعم ان کو دیکھنے تشریف لایا کرتے اور انکو "شہیدہ،، کہا کرتے تھے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت کے بعد فرمایا، رسول اللہ صلعم سچ فرماتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلین[۵۳]

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ام ورقہ نے رسول اللہ صلعم سے حدیث بھی روایت کی ہے لیکن اور کتابون مین اسکا کوئی ذکر نہین[۵۴]

---

۵۱ اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۸۹، ۵۲ طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵ واستیعاب وغیرہ ۵۳ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۶
۵۴ طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵،

ام معبد بنت خالد

نام ونسب نام عاتکہ ہے، ام معبد کنیت، خنیس ابن خالد کی بہن تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام معبد بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن احرم بن خنیس بن حرام بن حبیشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو[1] آپ بنی خزاعہ سے تھین۔

نکاح تمیم ابن عبد العزی ابن منقذ ان کے چچیرے بھائی تھے انہین سے نکاح ہوا۔

عام حالات یہ ام معبد وہی ہین جنکے ہان ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے قیام فرمایا تھا۔ ان کا مکان مقام قدید مین تھا۔ جسوقت رسول اللہ صلعم آخر شب دوشنبہ یا سہ شنبہ کے دن صبح کے وقت غار سے قدید مین تشریف لائے۔ تو اسفل مکہ سے ایک آواز سنائی دی مرد، عورت اور لڑکے وغیرہ صاحب آواز کی تلاش مین دور تک چلے آئے مگر کوئی نظر نہ آیا، وہ آواز یہ تھی،

جزی اللہ رب الناس خیر جزائه	اللہ ان دونون رفیقون کو جزاے خیر دے جو
رفیقین قالا خیمتی ام معبد	ام معبد کے خیمون مین مقیم ہوے - وہ نیکی سے
هما نزلا بالبر واغتدیا به	ٹھہرے اور وہ تو اسکے (نیکی) خوگر ہین تو جو شخص
فقد فاز من امسی رفیق محمد	محمد صلعم کا رفیق ہوا کامیاب ہوا بنی کعب کو
لیهن بنی کعب مقام فتاتهم	ایسی لڑکیان مبارک ہون جنکا مکان مسلمانون کی
ومقعدها للمسلمین بمرصد	جائے پناہ ہے۔

آنحضرت صلعم ام معبد کے یہان رونق افروز ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر ان کا غلام اور عبد اللہ بن اریقط بھی تھے ام معبد نے ایک بکری ذبح کرنے کی غرض سے پیش کی جو دودھ دیتی تھی آپ نے اسکے تھن چھوے اور فرمایا اسکو نہ ذبح کرو ام معبد

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۹۶ و طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۱،

دوسری بکری لائین اور اسکو ذبح کرکے آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب کو کھانا کھلایا، ناشتہ بھی ساتھ کردیا، ام معبد کا بیان ہے کہ جس بکری کے آنحضرت صلعم نے تھن دست مبارک سے مس فرمائے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک ہمارے پاس رہی یہ ہجرت کا اٹھوان سال تھا، ہم اسکو صبح وشام دوہا کرتے تھے اور اسکا دودھ کھاتے تھے۔

بروایت محمد ابن عمر، ام معبد اسی زمانہ مین مسلمان ہوچکی تھین جب آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئین، بعض کا یہ قول ہے کہ اسکے بعد آئین اور اسلام لاکر شرف بیعت حاصل کیا[1]

وفات وغیرہ کے واقعات معلوم نہین۔

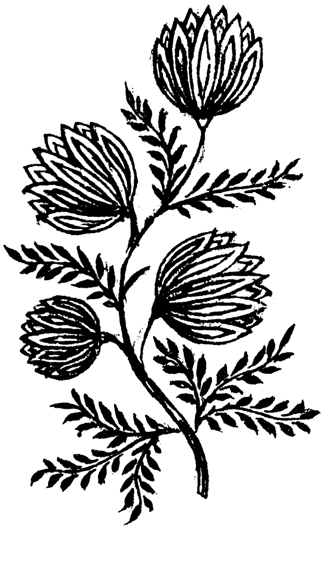

[1] ام معبد کا تمام بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ یورپ سے ماخوذ ہے،

زینب بنت ابو معاویہ

نام ونسب زینب نام، رائطہ لقب، خاندان ثقیف سے تھین، نسب یہ ہے:۔ زینب بنت عبداللہ ابو معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن عامرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف[1]

نکاح حضرت عبداللہ بن مسعود سے نکاح ہوا جو نہایت جلیل القدر صحابی تھے،

عام حالات حضرت عبداللہ بن مسعود بہت تنگدست اور معاش کی طرف سے بے وسیلہ تھے چونکہ یہ دستکار تھین اسلیے یہی ان کی اور اولاد کی کفالت کرتی تھین، صدقہ کا ثواب سن چکی تھین اس کا بہت خیال رکھتی تھین ایک بار شوہر سے کہا "مین جو کچھ کماتی ہون تمکو اور تمھاری اولاد کو کھلادیتی ہون صدقہ وخیرات کے اجر سے محروم ہون تمھین تبلاؤ اس مین میرا کیا فائدہ ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا "تم اپنا فائدہ مدنظر رکھو، مین تمھارا نقصان نہین چاہتا، اب حضرت زینب آنحضرت صلعم کے پاس آئین اور عرض کیا کہ "مین دستکار ہون جو کچھ پیدا کرتی ہون وہ شوہر اور اولاد پر صرف ہو جاتا ہے، شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہین اس لیے محتاج ہونکو صدقہ نہین دے سکتی ایسی صورت مین کیا کچھ ثواب ملسکتا ہے، آپ نے فرمایا "ہان تمکو انکی خبر رکھنا چاہیے"[2]

قریب قریب اسی مضمون کی ایک روایت اور ہے جو صحیحین اور دیگر کتب احادیث مین آئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔

تَصَدَّقْنَ یَامعشر النساء وَلَوْمِنْ حُلیکن اے بیویو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور ہی سے سہی، یہ سُنکر زینب آنحضرت صلعم کے یہان پہونچین تو دروازہ پر انصار کی ایک عورت کو کھڑا پایا، اُسکا نام بھی زینب تھا اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھی جس ضرورت سے یہ آئی تھین لیکن رعب کی وجہ سے اندر نہ جاتی تھی اتنے مین حضرت بلال آئے تو دونون نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلعم سے جاکر یہ پیام کہہ دیجیے کہ دو عورتین دروازہ پر کھڑی ہین اور آپ سے پوچھتی ہین کہ اپنے

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۱۲، [2] صحیح مسلم باب الصدقہ

شوہر اور خاندان کے یتیمون کو صدقہ دینے سے ثواب ملتا ہے یا نہین ؟ مگر یہ کہ معلوم ہو کہ ہم کون ہین، حضرت بلال نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا " وہ دونون کون ہین ؟ " کہا " ایک عورت انصار کی ہے اور دوسری زینب؁ " دریافت فرمایا " کونسی زینب " ؟ بولے " عبداللہ بن مسعود کی بیوی ارشاد ہوا

لھما اجران اجر الصدقة واجر القرابت۔ ان کو دو ثواب ملینگے صدقہ کا اور قرابت کا[1]

آنحضرت صلعم کی جناب مین انکو خصوصیت سے تقرب حاصل تھا اکثر آپ کے یہان آتی رہتی تھین ایکدن آپ کے سر کے جوئین دیکھ رہی تھین، مہاجرین کی اور عورتین بھی بیٹھی تھین ایک مسئلہ پیش ہوا تو یہ اپنا کام چھوڑ کر بولنے لگین آپ نے فرمایا " تم آنکھ سے نہین بولتی ہو، کام بھی کرو باتین بھی[2]

اولاد حضرت ابوعبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود مشہور محدث انکے خلف رشید تھے،

فضل و کمال حضرت عبداللہ، جناب عمرؓ اور آنحضرت صلعم سے چند حدیثون کی روایت کی ہے، ان کے سلسلہ سے جن لوگون نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہین، ابوعبیدہ (انکے بیٹے) ان کے بھائی نام معلوم نہین، عمر بن حارث، بسر بن سعید، عبید بن سباق وغیرہ[3]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۷۰، واستیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۵، [2] مسند ج ۶ صفحہ ۳۶۳، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۱۲،

ام عطیہ بنت حارث

نام ونسب   نام نسیبہ تھا اور ام عطیہ کنیت آپ انصار کے خاندان سے تھین، باپ کا نام حارث تھا اس سے زیادہ نسبی تحقیق نہ ہو سکی[۱]

اسلام   ہجرت سے پہلے اسلام لائین، آنحضرت صلعم جب مدینہ مین رونق افروز ہوے تو انصار کی عورتون کو ایک مکان مین بیعت کے لیے جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں کہ شرکت نہ کرینگی۔ چوری اور زنا سے بچینگی۔ اولاد کو قتل نہ کرینگی، کسی پر بہتان نہ باندھین گی، اچھی باتون سے انکار نہ کرینگی، عورتون نے تسلیم کیا تو حضرت عمر نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عورتون نے اپنے ہاتھ باہر نکالے گویا یہ بیعت کی علامت تھی، اسکے بعد ام عطیہ نے پوچھا کہ اچھی باتون سے انکار کرنے سے کیا مراد ہے حضرت عمر نے فرمایا "نوحہ اور بین نہ کرنا"

عام حالات   حضرت ام عطیہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ۷ غزوون مین شریک ہوئین، اور ہر غزوہ مین کھانا پکانے، سامان کی حفاظت کرنے، مریضون کی تیمارداری کرنے اور مجروحونکی مرہم پٹی کرنے کی شاندار خدمات انجام دین[۳]

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو انہین ام عطیہ نے چند عورتون کے ساتھ انکو غسل دیا اور آنحضرت صلعم نے انکو نہلانے کی ترکیب بتلائی[۴]

عہد رسالت کے بعد خلافت راشدہ کے عہد مین حضرت ام عطیہ کا ایک لڑکا جو کسی غزوہ مین شریک تھا، بصرہ مین بیمار ہو کر آیا، حضرت ام عطیہ کو خبر ہوئی تو بعجلت مدینہ سے بصرہ آئین لیکن انکے پہونچنے سے ایک دن پہلے اسکا انتقال ہو چکا تھا، یہان آکر انھون نے

---

[۱] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۳، [۲] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [۳] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۰۵

[۴] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۸،

بنو خلف کے قصر مین بود و باش اختیار کی اور پھر بصرہ سے کہین نہ گئین تیسرے دن خوشبو منگا کر لی
اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے[۱]

اخلاق آنحضرت صلعم کے احکام کی پوری تعمیل کرتی تھین نوحہ اور بین کرنے سے ہمیشہ پرہیز کیا
بیعت کے وقت جب آپ نے نوحہ کی ممانعت فرمائی تو اسیوقت عرض کیا کہ فلان خاندان کے
لوگ میرے یہان آکر رو چکے ہین مجھکو بھی انکے یہان رونا ضروری ہے آپ اس خاندان کو
مستثنیٰ کر دیجیے، آپ نے منظور فرمایا[۲]

جسطرح یہ آنحضرت صلعم سے بہت محبت کرتی تھین آپ بھی ان سے بہ محبت پیش آتے تھے
ایک مرتبہ آپ نے انکے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انھون نے اسکا گوشت حضرت عائشہ کو بھی
دیا آپ گھر مین تشریف لائے تو کھانے کی فرمائش کی حضرت عائشہ نے کہا اور تو کچھ نہین ہے البتہ
جو بکری آپ نے ام عطیہ کے پاس بھیجی تھی اسکا گوشت رکھا ہے فرمایا لاؤ کیونکہ وہ مستحق کے پاس
پہونچ چکی ہے[۳]

ام عطیہ کے تعلقات آنحضرت صلعم کے اعزہ کے ساتھ بھی خاص تھے، چنانچہ ابن سعد نے
لکھا ہے کہ حضرت علی ام عطیہ کے مکان مین کھانے کے بعد آرام کیا کرتے تھے[۴]

فضل و کمال استیعاب مین لکھا ہے۔

کانت من کبار نساء الصحابة رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابیات مین انکا بڑا درجہ تھا[۵]
آنحضرت صلعم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بھی روایت کی ہے، ان سے روایت
کرنے والے حسب ذیل اصحاب ہین۔

حضرت انس، محمد معروف بہ ابن شیرین، حفصہ ابن سیرین، اسمعیل بن عبدالرحمن بن عطیہ، عبدالملک
بن عمیر وغیرہ[۶]

غسل میت کے بارہ مین انکی حدیث خصوصیت سے مقبول ہے، بڑے بڑے صحابہ اور
تابعین علماء بصرہ اس خصوص مین ان سے سند لیتے تھے[۷]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۲۸ و ۱۷۰، [۲] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۷، [۳] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۰۱، [۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۴، [۵] استیعاب ج ۲ صفحہ ۸۰۰، [۶] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۴، [۷] استیعاب صفحہ مذکورہ

ربیع بنت معوّذ بن عفراءؓ

نام ونسب آپ کا نام ربیع ہے اور بنی خزرج کے قبیلۂ نجار سے آپ کا تعلق تھا، انکا نسب یہ ہے
ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار،
ان کی ماں ام یزید تھیں جو قیس بن زعورا بن حرام ابن جندب بن عامر بن غنم کی بیٹی تھیں،
اس بنا پر انکا نانہال چار پانچ پشتوں مین دادھیال سے ملجاتا ہے[1]

حضرت ربیع اور ان کے تمام بھائی اپنی دادی عفرا کی اولاد مشہور ہین[2]

اسلام اور بیعت ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئین اور بیعت رضوان مین شریک ہوئین[3]،

نکاح ایاس بن بکیر لیثی سے نکاح ہوا، صبح کو رسول اللہ صلعم ان کے گھر تشریف لائے
اور بستر پر بیٹھ گئے، اسوقت لڑکیان دف بجا بجا کر شہداء بدر کے مناقب مین اشعار پڑھ رہی
تھین، اسی سلسلہ مین ایک لڑکی نے آنحضرت صلعم کی مثال مین یہ مصرعہ پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد — اور ہم مین وہ نبی ہے جو کل کی خبر رکھتا ہے[4]،

آپ نے فرمایا یہ نہ کہو وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھین،

عام حالات جہاد مین اکثر شریک ہوئین اور آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا
ایسے موقعون پر بڑی تندہی سے کام کرتی تھین، مجاہدین کو پانی پلاتین، انکی خدمت کرتین
مقتولون اور مجروحون کو مدینہ لیجاتی تھین[6]

واقعہ حدیبیہ مین ان کی شرکت صراحتاً مذکور ہے بیعت رضوان کا ذکر پہلے ہی
ہوچکا ہے۔

شوہر سے کسی بات پر مناقشہ ہوگیا آخر یہان تک نوبت آئی کہ حضرت ربیع نے انسے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۴، [2] ایضاً [3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۱۸ [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۱ [5] ایضاً
وطبقات صفحہ مذکور وصحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۷۳، [6] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۷۳،

کہا کہ میرے پاس جتنی چیزیں ہیں سب مجھ سے لیکر دست بردار ہوجاؤ، چنانچہ جو کچھ پاس تھا
سب دے دیا صرف ایک کرتہ جو پہنے تھیں رہنے دیا، انکو یہ بھی ناگوار تھا، حضرت عثمان کی
عدالت مین دعوی کردیا، چونکہ شرط واقعی تھی اور دعواے حق بجانب اسلیے حضرت عثمان
نے فرمایا "تمکو شرط پوری کرنا چاہیے اور ان کے شوہر سے کہا "اگر تم چاہو تو ان کے جوڑا
باندھنے کی دھجی تک تمھاری ہے[۱]

بقول حافظ ابن حجر یہ واقعہ ۳۵ھ ہجری کا ہے[۲]

اخلاق آنحضرت صلعم سے بہت محبت رکھتی تھین، ایک بار دو ملاقون مین انگور اور چھوارے
لیکر گئین تو آپ نے زیور یا سونا عنایت فرمایا[۳]

آپ بھی اکثر ان کے گھر تشریف لیجاتے تھے[۴] ایکمرتبہ آپ تشریف لائے اور وضو کے
لیے پانی طلب فرمایا تو انھون نے کھڑے ہوکر وضو کرایا[۵]

حمیت مذہبی کا یہ حال تھا کہ اسماء بنت مخربہ ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی جو عطر بیچا کرتی تھی
ایک دفعہ چند عورتون کے ساتھ ربیع کے گھر آئی اور انکا نام و نسب دریافت کرنے لگی، انھون نے
بتلایا چونکہ ربیع کے بھائی نے ابوجہل کو معرکہ بدر مین قتل کیا تھا اور اسماء قریشیہ تھی اس لیے
بولی "تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو، ان کو ابوجہل کے لیے سردار کی نسبت بہت
بُری معلوم ہوئی اور جواب دیا، سردار نہین، مین تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہون" اسماء
کو ابوجہل کی یہ توہین پسند نہ آئی جھنجلا کر بولی "مجکو تمھارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے"
انھون نے بھی برجستہ جواب دیا "مجکو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے کیونکہ سواے تمھارے عطر
کے مین نے کسی عطر مین گندگی نہین دیکھی،"[۶]

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار ابن یاسر نے ان سے آنحضرت صلعم کا حلیہ پوچھا تو کہا
یا بُنی لورایتہ لرأیت الشمس طالعۃ بیٹا! اگر تم نے آپ کو دیکھا ہوتا تو
گویا آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھا ہوتا[۷]

فضل و کمال حضرت ربیع نے (۲۱) حدیثین آنحضرت صلعم سے بیان کی ہین، علمی

[۱] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۸، [۲] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۷۵، [۳] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲، [۴]
مسند ج ۶ صفحہ ۳۵۸، [۵] ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۳، [۶] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲،
[۷] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲،

حیثیت سے ان کا رتبہ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس، اور امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ راویوں میں جن بزرگوں کے اسمار گرامی معلوم ہوئے یہ ہیں،

عائشہ بنت انس بن مالک، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، نافع، عبادہ بن الولید خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر[1]

اولاد۔ اولاد میں صرف محمد کا حال معلوم ہے[2]

سنہ وفات سے کتب سیر خالی ہیں۔

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۰۴، [2] ایضاً،

ام ہانی بنت ابی طالب

نام ونسب   فاختہ نام ہے، آنحضرت صلعم کے چچا ابوطالب کی بیٹی تھین، ان کی اور عقیل جعفر، طالب، اور حضرت علی رض کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھین۔ اس اعتبار سے یہ سب انکے حقیقی بھائی تھے[1]

نکاح   ہبیرہ بن عمرو ابن عائذ مخزومی کے نکاح مین تھین،[2]

اسلام   ۸ھ مین فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئین، آنحضرت صلعم اس دن انکے گھر تشریف لائے، وہین غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی[3] انھون نے اپنے دو عزیزون کو جو مشرک تھے پناہ دے دی تھی، آنحضرت صلعم نے بھی انکو پناہ دی[4]

ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ گیا اور عذر گریز مین یہ شعر کہے،

لعمرک ما ولیت ظہری محمدا	تیری قسم مین نے محمد اور انکے دوستون
واصحابہ جبنا ولاخیفۃ القتل	سے بزدلی سے پیٹھ نہین پھیری نہ قتل کے
ولکننی قلبت امری فلم اجد	خوف سے، مگر مین نے اپنے معاملہ مین
لسیفی غناء ان ضربت ولا نبلی	غور کیا تو تیرا اور تلوار سے کام لینا کافی
وقفت، فلما خفت ضیقۃ موقفی	نہ دیکھا جبتک مین اپنی جاے قیام تنگ دیکھی ٹھہرا
رجعت لعود کالھزبر الی الشبل	پھر پلٹ آیا جسطرح شیر اپنے بچونکی طرف لوٹتا ہی

اخلاق   آنحضرت صلعم سے بڑی عقیدت تھی۔ جس زمانہ مین مکہ فتح ہوا، آپ ان کے گھر تشریف لائے، شربت نوش فرمایا اور انکو بھی دیا، اس دن انکا روزہ تھا مگر پی لیا، آپ کو معلوم ہوا تو روزہ توڑنے کا سبب دریافت کیا بولین، مین آپ کا جھوٹا واپس نہین کرسکتی تھی[5]

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۶، [2] و [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴، [4] مسند ج ۶ ص ۳۴۲، [5] ایضاً صفحہ ۳۴۳،

آپ بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے، ایکمرتبہ فرمایا ام ہانی! بکری لے لو یہ بڑی برکت کی چیز ہے[1]

ایک بار آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ اب مین بوڑھی ہو گئی چلنے پھرنے مین ضعف محسوس ہوتا ہے، ایسا عمل بتلا دیجیے جسکو بیٹھے بیٹھے کرسکون آپ نے ایک وظیفہ بتلا دیا۔[2]

فضل وکمال حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلعم سے ۴۶ حدیثین روایت کین جو صحاح وغیرہ کتب احادیث مین مذکور ہین اور حسب ذیل راویون سے منقول ہین۔ جعدہ، یحیی، ہارون، ابومرہ، ابوصالح، حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمن بن ابی لیلی، مجاہد، عروہ وغیرہ[3]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہوسکا، البتہ اصابہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے بعد تک زندہ تھین[4]

اولاد اولاد مین عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہین،

[1] مسند ج ۶ صفحہ ۳۴۲، [2] ایضاً صفحہ ۳۴۴، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۰۷، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴،

ام سلیم بنت ملحان

نام ونسب نام رمیلہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ ہے، ام سلیم اور ام انس کنیت، ام سلیم زیادہ معروف ہے، غمیصا، رمیصا لقب ہے[1] ان کے باپ ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب تھے جو مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلۂ نجار سے متعلق تھے، ماں کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھین[1]

آبائی سلسلہ سے آپ سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھین، سلمیٰ عبدالمطلب کی والدہ تھین، جو حضرت سرور کائنات صلعم کے جدامجد تھے۔ اسی وجہ سے ام سلیم آنحضرت صلعم کی خالہ مشہور رہین،

نکاح مالک بن نضر سے نکاح ہوا جو ان کے ہم قبیلہ تھے، حضرت انس انہین سے پیدا ہوئے[2]

اسلام اوائل اسلام مین مسلمان ہوئین، اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے۔

"اسلمت مع السابقین الی الاسلام من الانصار" حضرت انس اسوقت بچہ تھے، حضرت ام سلیم انکو کلمہ پڑہاتی تھین تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھے اور مشرک تھے بہت خفا ہوتے تھے کہ تم میرے بچہ کو بھی بے دین کیے دیتی ہو، غرض وہ مسلمان نہ ہونا تھے نہ ہوے اور اسی حالت مین ناراض ہوکر شام چلے گئے[3]

یہان انکا کوئی دشمن پہلے سے منتظر تھا اسنے موقع پاکر قتل کرڈالا اب ام سلیم بیوہ تھین اور انس کے بچپن سے بہت پریشان، اگر ایسے وقت مین نکاح کرلیتین تو قابل الزام نہ تھین مگر انھون نے بڑے استقلال سے کام لیا اور سب کے پیغام یہ کہہ کر رد کردیے کہ جبتک میرا بیٹا مجلسون مین اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہو جائے نکاح نہ کرونگی، پھر جب انس ہی میرے نکاح پر رضامند ہوگا تو کرونگی[4] ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ سے حضرت انس کو تکلیف نہ ہو،

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۰ و اسدالغابہ ج ۵ صفحہ ۵۹۱ [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۰۹، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱،

جب حضرت انس سن شعور کو پہونچے تو انہین کے قبیلہ کے ایک شخص ابوطلحہ نے نکاح کا پیام دیا، مگر مالک کی طرح یہ بھی مشرک تھے اور یہان بھی وہی امر حائل تھا جو پہلے مالک اور انکے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا، اسلیے انھون نے عذر کیا اور کہا کہ "مین تو محمد صلعم پر ایمان لائی ہون اور گواہی دیتی ہون کہ وہ خدا کا رسول ہے تمھارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر کو پوجتے ہو یا لکڑی کو جسے بڑھئی تراش کر بت کی صورت بنا دیتا ہے تمھین بتاؤ یہ پتھر یا لکڑی کے بت تمکو کچھ نفع نقصان پہونچا سکتے ہین"؛ یہ تلقین کچھ ایسے حکیمانہ انداز مین کی گئی کہ اسلام کی صداقت، ابوطلحہ کے سمجھ مین آگئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ ام سلیم کے پاس آکر مشرف باسلام ہوئے[1]

ابوطلحہ بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے مگر چونکہ ام سلیم کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے تھے اس لیے ام سلیم کے دل مین ان کی حق پسندی کی وقعت بڑھ گئی اور انھون نے قبول اسلام کے بعد ہی ابوطلحہ سے کہدیا کہ "فانی اتزوجك ولا آخذ منك صداقا غيره" مین بھی تمسے نکاح کرتی ہون اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہین لیتی۔ یعنی ان کا مہر ابوطلحہ کا اسلام قرار پایا[2]، یہ نکاح حضرت انس کے زیر اہتمام ہوا[3]

عام حالات حضرت ام سلیم بھی بعض مسلمان شیردل عورتون کی طرح معرکہ کی لڑائیون مین مردونکے دوش بدوش رہین اور برابر کام کرتی رہین صحیح مسلم مین ہے،

كان رسول الله صلعم يغزو بام سليم ونسوة من الانصار معه اذا غزا فيسقين الماء ويداوين الجرحى،	رسول اللہ صلعم غزوات مین ام سلیم اور انصار کی چند عورتونکو ساتھ رکھتے تھے، جب آپ جنگ مین مشغول ہوتے تو یہ پانی پلاتین اور زخمیونکی مرہم پٹی کرتی تھین[4]

جنگ احد مین ام سلیم مع اپنے شوہر ابوطلحہ کے شریک تھین ابوطلحہ آنحضرت صلعم کی حفاظت مین دشمنونکے تیر اور نیزے جگر پر روکتے تھے اور ام سلیم بڑی مستعدی سے مجاہدین کیخدمت مین مصروف تھین، حضرت انس کا بیان ہے کہ مین نے عائشہ اور ام سلیم کو پائینچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیون کو پانی پلاتے دیکھا، جب مشک خالی ہوجاتی تھی تو پھر بھر لاتی تھین[5]

معرکہ خیبر ۷ھ مین ہوا اسمین بھی حضرت ام سلیم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین، فتح کے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲، [4] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵۲، [5] ایضاً،

بعد جب حضرت صفیہ ازواج مطہرات مین داخل ہونے لگین تو آپ نے انکو ام سلیم کے سپرد کیا کہ دلھن بنائین[1]

جنگ حنین مین حضرت ام سلیم شریک تھین، اور باوجودیکہ عبداللہ بن ابی طلحہ پیٹ مین تھے، آپ ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے تھین، ابوطلحہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ام سلیم ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے ہین، آپ نے پوچھا کیا کروگی بولین ان دنا منی احد من المشرکین بقرت بہ بطنہ کوئی مشرک قریب آئیگا تو اسکا پیٹ چاک کر دونگی" آپ نے تبسم فرمایا پھر بولین یا رسول اللہ ایکے لوگ بھاگ گئے ہین انکے قتل کا ایما فرمایئے ارشاد ہوا،

ان اللہ قد کفی و احسن۔ اللہ نے خود انکا بہتر انتظام کر دیا ہے[2]۔

ابوطلحہ سے نکاح ہوجانے کے بعد جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو ام سلیم انس کو آپ کی خدمت مین دے چکی تھین، حضرت انس آپ کے خدام خاص سے تھے اور بہت محبوب تھے، ایک بار آپ ام سلیم کے گھر آئے تو ام سلیم نے مکھن اور کھجورین پیش کین آپ نے عذر فرمایا کہ مین روزہ سے ہون تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل کی نماز پڑھی اور ام سلیم اور ان کے خاندان کے لیے دعا مانگی ام سلیم نے دیکھا کہ اسوقت محبت نبوی جوش پر ہے تو کہا یا رسول اللہ مین سب سے زیادہ انس کو چاہتی ہون جو آپ کا خدمتگار ہے اسکے لیے خصوصیت سے دعا فرمایئے، یہ ایسی مبارک استدعا تھی کہ آپ نے دین دنیا کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی انس کے لیے دعا نہ کی ہو، اور فرمایا اللھم ارزقہ مالا وولدا وبارک لہ اے اللہ اس کو مال دے، اولاد دے اور اسکی عمر مین برکت عطا فرما، اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انس تمام انصار سے زیادہ متمول اور معمر ہوے، کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی، خود حضرت انس کا قول ہے کہ " فانی لمن اکثر الانصار مالا، مین اکثر انصار سے دولتمند ہون، اور میرے ہی صلب سے حجاج کے بصرہ آنے تک ایکسو انتیس بیٹے دفن ہوگئے[3]۔

حضرت ابوطلحہ کے صلب سے انکا ایک بیٹا ابوعمیر بھی تھا، ابوعمیر چھوٹا تھا اور کمسنی ہی مین انتقال کر گیا، ایک بار آپ ابوطلحہ کے گھر تشریف لائے اور ابوعمیر کو رنجیدہ دیکھ کر آپنے ام سلیم سے دریافت فرمایا کیا بات ہے آج مین ابوعمیر کو سست دیکھتا ہون، ام سلیم نے کہا اسکی ایک چڑیا (نغیر) مر گئی وہ اسکے ساتھ کھیلا کرتا تھا، آپ نے بلا کر ابوعمیر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۵۰ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲ [3] ایضا صفحہ ۳۱۴

یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابو عمیر تیری نغیر کیا ہوئی، وہ ہندیا اور اسوقت سے یہ جملہ بطور تبرکات نبوی ضرب المثل ہو گیا [۱]

آنحضرت صلعم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو ام سلیم نے ایک لگن مین مالیدہ بنا کر حضرت انس کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت صلعم سے عرض کرنا کہ یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائین [۲]

اخلاق آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کی بیوی تھین، صبر و استقلال توان کا امتیازی وصف تھا یہی ابو عمیر جسکا اوپر ذکر ہوا جب انتقال کر گیا تو ام سلیم نے بڑے اطمینان سے میت کو نہلایا اور کفنا کر ایک طرف رکھدیا، لوگون کو منع کر دیا کہ ابو طلحہ کو خبر نہ کرین، ابو طلحہ اسوقت موجود نہ تھے کہین گئے ہوئے تھے جب رات کو آئے تو لڑکے کا حال پوچھا، بولین جس حال مین تم نے دیکھا تھا اس سے بہتر ہے، اس کے بعد ام سلیم نے کھانا کھلایا اطمینان سے بٹھایا اور جب ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ رات گذری تو نہایت متانت سے بولین "ابو طلحہ! کسیکو اگر کوئی چیز مستعار دیجائے اور وہ اس سے فائدہ بھی اُٹھائے مگر جب وہ شے مستعار واپس لے لی جائے تو کیا اس شخص کو ناگوار ہونا چاہیے"؟ حضرت ابو طلحہ نے جواب دیا کہ یہ بات تو قرین انصاف نہین ہے، بولین تو تمھارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا جو واپس لے لیا گیا، یہ سُنکر ابو طلحہ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا، صبح ہوئی تو اس واقعہ کی رسول اللہ صلعم کو خبر کی آپ نے اظہار مسرت فرمایا اور دعا دی کہ اللہ ابو عمیر کا نعم البدل عطا فرمائے چنانچہ ابو عمیر کے بعد عبد اللہ کی ولادت ہوئی جن کی تربیت خود آنحضرت صلعم نے فرمائی [۳] اسی کی برکت تھی کہ عبد اللہ بڑے صاحب کمال ہوے اور اللہ نے ان کی اولاد مین دس قاری ماہر فن پیدا کیے [۴]

آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ کا اعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا، اور آپ سے بڑی محبت کرتی تھین، ایک بار ابو طلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم بھوکے ہین، کچھ کھانا بھیجدو، حضرت ام سلیم نے چند روٹیان ایک کپڑے مین لپیٹ کر حضرت انس کو دین کہ بارگاہ نبوت مین پیش کر دین آپ مسجد مین معہ چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے حضرت انس کو دیکھا تو فرمایا، تمکو ابو طلحہ نے بھیجا ہے، کہا جی ہان، فرمایا کھانے کے لیے؟ بولے ہان: آپ معہ تمام حاضر الوقت صحابہ کے ابو طلحہ کے گھر تشریف لائے وہ گھبرائے اور ام سلیم سے کہا اب کیا تدبیر کی جاے کھانا بہت کم ہے اور آنحضرت کے ساتھ آدمی بہت ہین، ام سلیم نے اسوقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتونکی

[۱] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۵۰، [۲] [۳] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۶، [۴] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۳ ۸،

خدا اور رسول زیادہ واقف ہین، آپ اندر آئے تو انھون نے وہی روٹیان اور سالن سامنے رکھدیا، اور رسول اللہ نے تمام اصحاب کے ساتھ نوش فرمایا[۱]

انکو آنحضرت صلعم سے جتنی محبت تھی اسکا اندازہ ذیل کی روایات سے ہوگا۔

فراغت حج کے بعد آنحضرت صلعم نے مقام منا مین موے مبارک ترشواے تو ام سلیم نے ابوطلحہ سے کہا کہ حجام سے ان بالون کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے انکو ایک شیشی مین بند کرکے رکھ لیا[۲]

آنحضرت صلعم اکثر انکے گھر آرام فرماتے تھے ایکمرتبہ بیدار ہوے تو دیکھا کہ ام سلیم جبین مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہین فرمایا ام سلیم! یہ کیا کررہی ہو بولین، برکت حاصل کررہی ہون[۳] مسند احمد مین یہ روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ آئی ہے، لکھاہے کہ جب آپ دوپہر کو آرام فرماکر بستر سے اُٹھے تو وہ آپ کے پسینہ اور ٹوٹے ہوئے بالون کو ایک شیشی مین جمع کرتی تھین[۴]

ایک بار آنحضرت صلعم نے ان کی مشک سے مُنھ لگاکر پانی پیا تو ام سلیم نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلعم کا دہن مبارک مس ہوا ہے[۵]

یہی حال رسول اللہ کی محبت کا تھا ام سلیم کے ساتھ، آپ انکے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے، اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے۔ صحیح مسلم مین ہے

کان النبی صلعم لا یدخل علی احد	یعنی آپ ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور عورت
من النساء الا علی ازواجه الا ام سلیم	کے ہان نہین جاتے تھے، البتہ ام سلیم مستثنی تھین، لوگون
فانه یدخل علیها فقیل له فی ذالک	نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے انپر رحم آتا ہے
فقال انی ارحمها قتل اخوها معی،	کیونکہ انکے بھائی نے میری اعانت مین شہادت پائی ہے[۶]

بعض اوقات آپ ام سلیم کے ہان ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو وہین چٹائی پر نماز پڑھ لیتے[۷]

ایکمرتبہ آنحضرت صلعم حج کے لیے مکہ چلے تو ام سلیم سے فرمایا "تم اس سال ہمارے ساتھ حج نہین کرتین"۔ جواب دیا یانبی اللہ میرے شوہر کے پاس دو سواریان ہین، اور ان دونون پر وہ معہ اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے، مجھے چھوڑ دیا، آپ نے ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کردیا، راستہ مین

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۲، و صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [۳] ایضاً، [۴] مسند ج ۶ صفحہ ۲۹۲، [۵] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲، [۶] کتاب مذکور ج ۲ صفحہ ۳۴۱، [۷] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [۸] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲،

عورتون کے اونٹ پیچھے رہ گئے، ہانکنے والے آپ کے غلام انجشہ تھے انھون نے حدی خوانی شروع کردی جس سے اونٹ دوڑنے لگے یہ دیکھکر آپ قریب آئے اور فرمایا انجشہ آہستہ آہستہ! شیشے ہین شیشے! [1]

حضرت ام سلیم کو تربیت اولاد کا جو سلیقہ تھا اسکا اندازہ حضرت انس کے اس فقرہ سے ہوسکتا ہے کہ

جزے اللہ امی عنی خیرالقد احسنت ولایتی، — اللہ میری اماں کو جزاے خیر دے انھون نے میری بہت خوبی سے کفالت کی [2]

فضل وکمال حضرت ام سلیم بڑی عقل وکمال والی خاتون تھین اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا، ابن اثیر نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ

کانت من عقلاء النساء — آپ عقلمند عورتون مین سے تھین،

حدیث کا علم بھی اچھا تھا، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع کرتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس مین ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونون نے انہین کو حکم قرار دیا [3]

مسائل پوچھنے مین شرم نہ کرتی تھین، ایکدفعہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ خدا حق بات سے نہین شرماتا، کیا عورت پر خواب مین غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ سن رہی تھین بے ساختہ ہنس پڑین اور کہنے لگین کہ تمنے عورتون کی بڑی توہین کی، کہین عورتونکو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا کیون نہین؟ ورنہ بچے مان کے ہمشکل کیون ہوتے [4]

ابوطلحہ کے اسلام کا حال گذرچکا ہے، جس شائستگی سے انھون نے ابوطلحہ کو دعوت دی وہ انکے فضائل وکمالات عقلی کا زرین عنوان ہے، اصابہ مین انکا انداز تبلیغ یون دکھلایا ہے

قالت یا اباطلحۃ! الست تعلم ان الٰھک الذی تعبد بنت من الارض قال بلی قالت افلا تستحی تعبد شجرۃ — بولین، ابوطلحہ! کیا تمکو معلوم نہین کہ جب تمھارا معبود زمین سے اگا ہے؟ کہا ہان، ام سلیم نے کہا تو پھر تمکو شرم نہین آتی درخت کی پوجا کرتے ہو [5]

حضرت ام سلیم کے مناقب بہت ہین اور اسکی تصدیق اس حدیث سے ہوسکتی ہے،

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۵ [2] ایضاً صفحہ ۳۱۲، [3] مسند ج ۶ صفحہ ۴۳۰ [4] صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۲۹
[5] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۴۲،

قال النبی صلعم دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃً فقلت ما ھذا فقیل الرمیصاء بنت ملحان[1]

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین جنت مین گیا تو مجکو کچھ آہٹ معلوم ہوئی مین نے پوچھا کون ہے تو لوگون نے کہا رمیصا بنت ملحان ہین،

حضرت ام سلیم سے چند حدیثین مروی ہین جن کو حضرت انس، ابن عباس، زید بن ثابت، ابو سلمہ اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے[2]

وفات غالبًا خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ مین انتقال کیا، سنہ وفات اور تاریخ معلوم نہین،

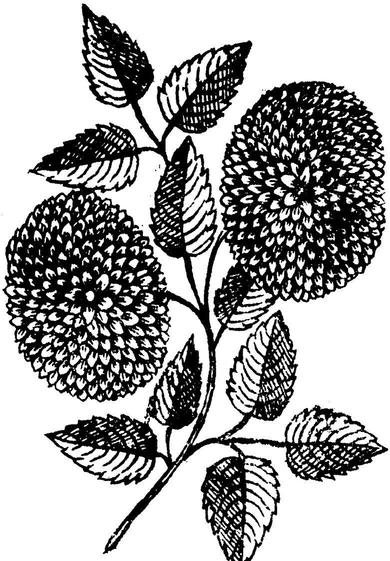

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۴ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۳، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۹۲ وغیرہ،

ام رومان بنت عامر

نام و نسب ام رومان کنیت ہے، قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس سے تھین[1] سلسلہ نسب یہ ہے ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ[2]

نکاح حضرت ام رومان عبد اللہ بن حارث بن سنجرہ کے نکاح مین تھین اور انہین کے ساتھ مکہ مین سکونت اختیار کی، یہین عبد اللہ کے صلب سے ایک لڑکا ہوا جسکا نام طفیل رکھا گیا، جب عبد اللہ نے وفات پائی تو چونکہ وہ حضرت ابو بکر کے حلیف بن گئے تھے اس لیے حضرت ابو بکر نے خود نکاح کر لیا۔ طفیل حضرت عائشہ اور حضرت عبد الرحمن کے اخیافی بھائی تھے یعنی حضرت عائشہ اور عبد الرحمن حضرت ابو بکر کے صلب سے تھے اور طفیل عبد اللہ بن حارث کے بیٹے تھے، ماں ان سب کی ایک تھی[3]

اسلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مین مسلمان ہوئین،

ہجرت حضرت ام رومان کی ہجرت کا ذکر ضمناً حضرت عائشہ رض کے بیان مین آچکا ہے یہان اتنا لکھدینا کافی ہے کہ حضرت ابو بکر رض آنحضرت صلعم کے ہمراہ پہلے ہجرت کر چکے تھے، قبیلہ وغیرہ مکہ مین تھا، جب ابو رافع اور عبد اللہ بن اریقط مدینہ سے مکہ بھیجے گئے تو ان کے ساتھ ام رومان بھی مدینہ مین آئین[4]

عام حالات سنہ ھ کے آخر مین حضرت ابو بکر اصحاب صفہ مین سے تین بزرگون کو اپنے گھر لائے ایک دن آنحضرت صلعم کے پاس گئے تو واپسی مین دیر ہوگئی گھر آئے تو ام رومان نے کہا مہمانون کو چھوڑ کر کہان بیٹھ رہے؟ فرمایا تمنے کھانا نہین کھلایا، بولین کھانا بھیجا تھا مگر ان لوگون نے نہین کھایا، پھر کھانا کھلایا گیا اور اسقدر برکت ہوئی کہ بہت سا بچ رہا حضرت ابو بکر نے ام رومان سے

[1] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۰۰، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۲۰۱، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۲، [4] ایضاً،

پوچھا اب کتنا ہے کہا تین گنے سے زیادہ، چنانچہ سب کھانا آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہنچا دیا گیا[۱]

وفات حضرت ام رومان کی تاریخ وفات مین بہت اختلاف ہے بعض ۴ھ یا ۵ھ بتاتے ہین اور بعض ۶ھ لیکن یہ صحیح نہین ہے حضرت ام رومان نے ۹ھ یا اسکے کچھ بعد انتقال کیا حافظ ابن حجر نے اصابہ مین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کی وفات ۹ھ سے پہلے نہین ہوئی[۲]

ابن سعد نے لکھا ہے،

كانت اُمّ رومان امرأةً صالحة — ام رومان بہت نیک بیوی تھین،

جب ان کی نعش قبر مین رکھی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا،

مَنْ سرّہ ان ينظر الى امرأةٍ من الحور العين فلينظر الى ام رومان، — جو شخص عورتون مین حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے،

حضرت عفان کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود انکو قبر مین اُتارا[۳]

[۱] صحیح بخاری ج۱ صفحہ ۸۴ و ۸۵، [۲] اصابہ ج۸ صفحہ ۲۴۰، ذکر ام رومان، [۳] طبقات ابن سعد ج۸ صفحہ ۲۰۲،

شفاء بنت عبد اللہ

نام ونسب نام شفاء ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:- شفاء بنت عبد اللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب آپ قبیلہ قریش کے خاندان عدی کی تھین[1] ان کی والدہ فاطمہ بنت ابی وہب بن عمرو ابن عائذ بن عمر بن مخزوم تھین[2]

نکاح ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا[3]

اسلام ہجرت سے پہلے اسلام لائین اور جن عورتون نے پہلے ہجرت کی انہین مین یہ بھی شامل ہین[4]

عام حالات جناب رسالت مآب صلعم ان کی عقیدت ومحبت کی قدر فرماتے تھے، کبھی انکے گھر تشریف لاتے تو وہین آرام فرماتے تھے، انھون نے آپ کے لیے ایک بچھونا اور ایک تہمد علیحدہ مخصوص کر دیا تھا، جو آپ استعمال فرماتے تھے انکے بعد انکی اولاد کے پاس بھی یہ چیزین بہت احتیاط سے رہین مگر مروان نے سب پر قبضہ کر لیا، اور حضرت شفا کے خاندان سے یہ برکت منتقل ہو گئی[5]

حضرت عمرؓ انکی خصوصیت سے رعایت کرتے تھے ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے، انکی بزرگی قائل تھے، اور ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے[6]

آنحضرت صلعم نے انکو ایک مکان عنایت فرمایا تھا اسین وہ اور ان کا بیٹا سلیمان سکونت رکھتے تھے۔

ایکمرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو بلا کر ایک چادر عنایت کی اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی تو بولین تمھارے ہاتھ غبار آلود ہون تمنے ان کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۶، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۶، [4] اصابہ ج صفحہ ۶۵۶ [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۲، [6] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶،

مین ان سے پہلے مسلمان ہوئی، تمھاری بنت عم ہون اسکے علاوہ مین تمھاری طلبیدہ آئی ہون اور یہ خود چلی آئین، حضرت عمرؓ نے فرمایا، مین تمھین عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئین تو مجھے ان کی رعایت کرنا پڑی کیونکہ یہ نسب مین رسول اللہ صلعم سے قریب تر ہین[1]

فضل وکمال ان کو چیونٹی کاٹے کا منتر آتا تھا اور لکھنا بھی جانتی تھین، یہی دو فن زمانہ جاہلیت مین زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ایکدفعہ حضرت شفا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین اور عرض کیا کہ مین جاہلیت مین جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اجازت ہو تو اس کا منتر عرض کرون آپ نے اجازت دی اور فرمایا اس منتر سے جھاڑ پھونک کیا کرو اور حفصہ کو بھی سکھا دو[2]

ایک روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا، علمی حفصہ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابتہ، چیونٹی کاٹے کا منتر بھی حفصہ کو سکھا دو جیسے تمنے لکھنا سکھا دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے، ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لکھنا بھی انہین سے سیکھا تھا[3]

حضرت شفا نے آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے چند حدیثین روایت کی ہین، راویون مین ان کے بیٹے سلیمان، ابو سلمہ، ابو بکر، عثمان، یہ دونون اسکے پوتے ہین، ابو اسحاق اور ام المومنین حضرت حفصہؓ شامل ہین[4]۔ ان کی مرویہ حدیثین صاحب خلاصہ کے نزدیک ۱۲ ہین،

اولاد اولاد مین دو کا حال معلوم ہوتا ہے سلیمان اور ایک لڑکی اور جو شرحبیل بن حسنہ کے نکاح مین تھی[5]

وفات سنہ وفات کا حال معلوم نہین۔

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۹۷، حالات عاتکہ بنت اسید [2] و [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۷،

ام کلثوم بنت عقبہ

نام ونسب نام معلوم نہین، ام کلثوم کنیت ہے، نسب یہ ہے۔ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی تھا[1] حضرت عثمان رضہ کی والدہ بھی اروی بنت کریز تھین اس رشتہ سے ام کلثوم حضرت عثمان کی اخیافی بہن ہوئین،

اسلام مکہ مین مسلمان ہوئین اور ہجرت سے پہلے بیعت کی۔

ہجرت صلح حدیبیہ مین مشرکون سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو، مدینہ آئیگا تو واپس کر دیا جائیگا، یہی شرط اہل مدینہ کے لیے بھی تھی[2] ام کلثوم بنت عقبہ نے صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بنی خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ پیادہ چل دین۔ ولید اور عمارہ ان کے دو بھائی تھے ان کو معلوم ہوا تو دونون نے تعاقب کیا اور ام کلثوم کے مدینہ پہونچنے کے دوسرے دن وہ بھی پہونچگئے اور آنحضرت صلعم سے کہا، ہماری شرط پوری کیجیے ادہر ام کلثوم نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ مین عورت ہون اور عورتین کمزور ہوتی ہین مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کفار کو نہ واپس کر دین" چونکہ مذکورہ بالا معاہدہ مین عورتون کا ذکر نہ تھا اسلیے انکے لیے خصوصیت سے یہ آیت اتری،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ، سورۃ الممتحنہ	اے مومنو! جب تمھارے پاس مسلمان عورتین ہجرت کرکے آئین تو انکا امتحان کرو اگر وہ مسلمان ثابت ہون تو انکو کافرون کے حوالہ نہ کرو،

اسی آیت کے تحت مین آنحضرت صلعم نے ام کلثوم کو واپس کرنے سے انکار کر دیا[3]

[1] و [2] و [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۷،

نکاح ابھی تک ان کا نکاح نہین ہوا تھا، نا کتخدا تھین، مدینہ مین آئین تو زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی سے نکاح ہوا، جب غزوۂ موتہ مین حضرت زید شہید ہو گئے، تو حضرت زبیر بن عوام نے اپنے نکاح مین لیا، مگر چونکہ حضرت زبیر کے مزاج مین سختی زیادہ تھی اس لیے نباہ نہ ہو سکا، مجبورًا طلاق دینی پڑی، انکے بعد عبدالرحمان بن عوف سے عقد ہوا، یہ بھی وفات پا گئے تو عمرو بن عاص نے نکاح کیا۔ انکے پاس ایک ہی مہینہ رہنے پائی تھین کہ مرض الموت مین مبتلا ہو کر انتقال کر گئین[1] یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عمرو بن عاص مصر کے حاکم تھے۔

اولاد حضرت زبیر بن عوام سے زینب اور حضرت عبدالرحمان بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد، اور اسمعیل پیدا ہوئے، حضرت زید اور عمرو ابن عاص سے کوئی اولاد نہین ہوئی۔

فضل وکمال حمید ابن عبدالرحمن، حمید ابن نافع[3] اور ابراہیم بن عبدالرحمن وغیرہ نے ان سے کچھ حدیثین بیان کی ہین[4] صحیحین اور سنن ثلثہ مین انکی حدیثین موجود ہین[5]

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۴، [3] ایضاً، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۵۲، [5] ایضاً،

فاطمہ بنت خطاب

نام ونسب نام فاطمہ، ام جمیل کنیت، نسب یہ ہے، فاطمہ بنت خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط ابن رزاح بن عدی بن کعب، آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہین[1]

نکاح حضرت سعید بن زید کے نکاح مین تھین[2]

اسلام اور انہین کے ساتھ مشرف باسلام ہوئین، یہ ان دس مسلمانون مین سے ایک ہین جو سب سے پہلے مسلمان ہوے[3] ان کے اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث یہی ہوئین،

حضرت عمرؓ نے اپنے مسلمان ہونے کا جو قصہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد گھر سے نکلے تو راستہ مین ایک مخزومی صحابی سے تصادم ہوا، اور یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت عمرؓ تمنے اپنے آبائی مذہب سے روگردانی کرکے محمدؐ کا دین اختیار کیا؟

مخزومی صحابیؓ۔ ہان۔ مگر یہ تو ایک تمھارے ایسے عزیز نے بھی کیا ہے جسکا میرے مقابلہ مین تمپر بہت زیادہ حق ہے۔

حضرت عمرؓ۔ وہ کون؟

صحابیؓ۔ تمھاری بہن اور بہنوئی۔

حضرت عمرؓ بہت غصہ ناک انسان تھے اور شجاعان عرب مین سب سے زیادہ مشہور اس سے زیادہ تاب گفتگو نہ لاسکے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر پہونچے، دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کلام اللہ کی آواز آرہی ہے، غصہ مین دروازہ کھلوایا اور پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ بولین کچھ نہین

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۵، [2] ایضا واستیعاب وغیرہ، [3] درمنثور صفحہ ۲۶۲،

اب انکو اور بھی طیش آیا یہان تک کہ بہنوئی سے لپٹ گئے، بہن بچانے آئین تو ان کے بھی بال پکڑ کر گھسیٹے اور اتنا مارا کہ لہو لہان ہوگئین، مگر ان کے استقلال مین ذرا فرق نہ آیا، اسی حالت مین جواب دیا عمر! جو چاہو کرو اب تو تمھاری مخالفت سے اسلام نہین چھوڑ سکتی"، حضرت عمرؓ پر اس جواب کا بڑا اثر ہوا، آنکھین ندامت سے جھک گئین، دل مین ایک برقی رو دوڑ گئی، بہن کے بدن سے خون جو نکلتے دیکھا تو اور بھی رقت طاری ہوئی، بولے "تم لوگ جو پڑھ رہے تھے ہمکو بھی سناؤ" فاطمہ نے قرآن لاکر سامنے رکھدیا، حضرت عمرؓ پڑھتے جاتے تھے اور ان کا بدن مارے رعب کے لرز رہا تھا ایک آیت پر پہونچے تو بے ساختہ پکار اٹھے "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ"[1]

ہجرت اپنے شوہر حضرت سعید بن زید کے ساتھ ہجرت کی[2]

فضل وکمال درمنثور مین ہے،

كانت اديبة فاضلة عاقلة محبة للخير كارهة للشر آمرة بالمعروف ناهية عن المنكر[3]	ادیب، فاضل، عاقل، نیک، شر کو مکروہ رکھنے والی، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پابند تھین،

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا[4]

اولاد ان کے چار بیٹے تھے عبد اللہ[1]، عبد الرحمن[2]، زید[3] اور اسود[4][5]

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۳۴۷، درمنثور صفحہ ۳۶۴، واسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۵۴ ذکر حضرت عمرؓ [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۳ ذکر حضرت سعید، [3] و [4] درمنثور ۳۶۴، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۳

زینب بنت ابی سلمہ

نام ونسب آپ قبیلۂ مخزوم سے تھین، نام زینب ہے سلسلہ نسب یہ ہے:- زینب بنت ابی سلمہ بنت عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے انکو دودھ پلایا تھا،[1]

ولادت حبشہ مین پیدا ہوئین، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت حضرت ابوسلمہ (ان کے باپ) وفات پاچکے تھے[2]

عام حالات جس سال حضرت ابوسلمہ کا انتقال ہوا اسی سال ایام عدت گذرنے کے بعد حضرت ام آنحضرت صلعم کے عقد مین آئین، یہ زمانہ زینب کی شیرخوارگی کا تھا، اسی عالم مین یہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رحمت العالمین کے زیر سایہ آگئین[3]

آنحضرت صلعم کی شفقت عوام کے ساتھ عموماً اور بچون کے ساتھ خصوصاً ضرب المثل تھی، یہ تو آپ کی ربیبہ تھین کہانتک آپ کی عنایت سے سرفراز نہوتین، چنانچہ آپ ان سے خاص محبت رکھتے تھے، جس زمانہ مین دودھ پیتی تھین، آپ انکو آغوش مادر مین دودھ پیتے دیکھتے تو واپس ہوجاتے تھے[4] جب پانون چلنے لگین تو آپ غسل فرماتے ہوتے اور یہ آجاتین تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، اسی کی برکت تھی کہ لوگون نے انکو کبرسنی مین بھی بڑھاپے کی بدنمائیون سے محفوظ پایا اور آخروقت تک انکے چہرہ پر شباب کی رنگت جھلکتی دیکھی[5]

نکاح عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے عقد ہوا،

اولاد[6] چھ لڑکے ہوئے، عبدالرحمن، یزید، وہب، ابوسلمہ، کبیر اور تین لڑکیان، قریبہ، ام کلثوم

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۰، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۰، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ ذکر حضرت ام سلمہ [5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۸

[6] سیرالصحابیات اعظم گڈھ مین صرف دو لڑکے بتلائے ہین حالانکہ ۲ دلڑکو نکی شہادت کا ذکر آیا ہے معلوم تو یہی مولف کو تسامح ہوا ورنہ طبقات مین صراحتاً اولاد کی تعداد مذکور ہے، اسدالغابہ وغیرہ مین مجملاً اولاد کا ہونا بتلا کر ۲ دلڑکونکی شہادت کا ذکر پایا جاتا ہے

ام سلمہ[1] حرہ کی لڑائی مین ان کے دو لڑکے شہید ہوئے، جب ان کی لاشین حضرت زینب کے سامنے لائی گئین تو انا للہ پڑہا اور بولین مجھپر بہت بڑی مصیبت پڑی، ایک تو سر میدان لڑکر شہید ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا گھر مین بے بس کرکے مارا گیا[2]

فضل وکمال حضرت زینب کو خدانے جو فضل وکمال عطا کیا تھا اُس مین وہ اپنی صنف کی فرد فرید تھین

حضرت ابو رافع کا قول ہے،

کنت اذا ذکرت امرأۃ فقیھۃ بالمدینۃ	جب مین نے مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا ذکر کیا تو
ذکرت زینب بنت ابی سلمۃ[3]	زینب بنت ابی سلمہ کو ضرور یاد کیا۔

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے،

کانت من افقہ نساء زمانھا	وہ اپنے زمانہ کی فقیہ ترین بیوی تھین[4]،

آنحضرت صلعم سے چند حدیثین بیان کی ہین اور حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش سے بھی کچھ حدیثون کی سماعت کی، جن لوگون نے ان کے سلسلہ سے روایت کی ہے ان کے نام حسب ذیل ہین،

ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ، محمد بن عطا، عراک بن مالک، حمید بن نافع، عروہ بن زبیر، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، امام زین العابدین رضہ

وفات جس زمانہ مین ان کا انتقال ہوا، مدینہ پر طارق حکمران تھا، تہذیب مین لکھا ہے کہ بیٹون کی شہادت کے بعد دس برس زندہ رہین اور ۷۳ھ مین انتقال کیا[5] بقیع مین دفن ہوئین[6] طارق نے نماز جنازہ مین شرکت کی[7]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۲، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۶، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۰، [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۶
[5] تہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۲۱، [6] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۸، [7] ایضاً،

ام حکیم بنت حارث

نام ونسب نام معلوم نہین - ام حکیم کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:- ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، قریش کے قبیلہ مخزوم سے تھین، والدہ کا نام فاطمہ بنت الولید بن المغیرہ تھا جو حضرت خالد بن ولید کی بہن تھین [1]

نکاح عکرمہ بن ابوجہل ان کے ابن عم تھے، انہین سے عقد ہوا

اسلام اور عام حالات جنگ احد مین بحالت کفر شریک ہوئین لیکن جب خدا نے فتح مکہ سے مسلمانون کو شادکام فرمایا تو یہ بھی دولت اسلام سے بہرہ مند ہوئین [2] انکی والدہ فاطمہ بنت ولید بھی انکے ساتھ مسلمان ہوئین [3]

عکرمہ اسوقت تک متدین شرک تھے، اور اپنے باپ کی طرح اسلام سے سخت متنفر، اس وقت جان بچانے کے لیے سوا اسکے کہ یمن بھاگ جاتے کوئی چارہ نہ تھا، چونکہ حضرت ام حکیم کو شوہر سے بہت محبت تھی اور نہ چاہتی تھین کہ اپنی آنکھون سے اسکو گمراہ دیکھین اسلیے انھون نے آنحضرت صلعم سے ان کے لیے امن کی درخواست کی آپ نے معاف فرمایا تو یمن گئین اور اپنے ساتھ عکرمہ کو لائین، یہان آکر عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور غزوات مین شرکت کرکے بڑے جوش وخروش سے اپنے گناہون کا کفارہ ادا کیا، جب حضرت ابوبکر رض کے عہد خلافت مین رومیون سے جنگ ہوئی تو ام حکیم کو اپنے ساتھ لے گئے اور اجنادین کے معرکہ مین بڑی دلیری سے شہادت پائی۔

عدت کے چار مہینے دس دن گذر جانے پر لوگون نے نکاح کا پیغام دیا، یزید بن ابی سفیان کی بھی خواہش تھی، لیکن انھون نے سبکو جواب دے دیا، اور خالد بن سعید بن العاص رض سے نکاح کے لیے آمادہ ہوئین اور چار سو دینار مہر پر اس سے فراغت حاصل کی، ابھی رخصتی کی

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۰، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱،

رسم ادا نہین ہوئی تھی، جب مسلمان مرج الصفر مین پہونچے تو خالدؓ نے چاہا کہ یہان اس رسم سے بھی فرصت ہو جاے تو اچھا ہے ام حکیم نے روکا کہ ابھی توقف کرنا چاہیے لیکن خالد نے کہا مجھے اس معرکہ مین اپنی شہادت کا یقین ہے، اسلیے چُپ ہو گئین چنانچہ ایک پل کے پاس جسکو قنطرہ ام حکیم کہتے ہین، رسم عروسی ادا ہوئی، صبح کو دعوت ولیمہ کا انتظام ہوا اور لوگ کھانے کے لیے بُلاے گئے، مگر ہنوز فراغت نہوئی تھی کہ رومی آپہونچے، جلدی جلدی جتنی طیاریان ہو سکین مسلمانون نے بھی کین اور مدافعانہ جنگ کے لیے سینہ سپر ہو گئے، خالد بن سعید بھی اٹھے اور نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہوے، ام حکیم اگرچہ عروس تھین تاہم انھون نے کپڑے باندھ کر ایک خیمہ کی چوب اکھاڑ لی اور نہایت دلیری سے کفار پر حملہ آور ہوئین،

مورخین نے لکھا ہے اسی چوب سے حضرت ام حکیم نے ، کافرون کو قتل کیا[1]

وفات تاریخ وفات اور دیگر حالات تاریکی مین ہین۔

[1] جنگ کا سارا بیان استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۰ سے ماخوذ ہے

خولہ بنت حکیم

نام ونسب آپ قبیلۂ سلیم سے تھین، خولہ نام ہے، ام شریک کنیت، نسب یہ ہے:- خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم[1] رشتہ مین آنحضرت صلعم کی خالہ تھین[2]،

نکاح حضرت عثمان بن مظعون رض سے نکاح ہوا تھا جو نہایت بلند مرتبہ کے صحابی تھے[3]،

عام حالات نکاح کے بعد ہی مسلمان ہوکر ہجرت کی، ۲ھ مین غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو خولہ نے دوسرا نکاح نہین کیا، اکثر پریشان رہتی تھین، صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے اپنے تئین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا تھا[4]،

اخلاق استیعاب مین لکھا ہے کہ "کانت امرأۃ صالحۃ فاضلۃ"، وہ ایک نیک اور قابل عزت بیوی تھین[5]،

مسند مین ان کی نسبت لکھا ہے "تصوم النہار وتقوم اللیل" یعنی دن کو روزہ رکھتین اور رات کو عبادت کیا کرتی تھین[6]،

زیور سے زیادہ رغبت تھی ایک بار آنحضرت صلعم سے کہا "یا رسول اللہ! اگر طائف فتح ہو تو مجکو بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل کا زیور دیدیجئے گا" آنحضرت صلعم نے فرمایا "اگر خدا اسکی اجازت نہ دے تو مین کیا کرون[7]"،

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند احادیث روایت کین، ان سے روایت کرنے والونکے نام یہ ہین، سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، بشر بن سعید، عروہ وغیرہ[8] ان کی مرویہ حدیثون کی تعداد ۱۵ بتائی جاتی ہے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۴۴، [2] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [3] اسد الغابہ صفحہ مذکور وغیرہ [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲ و دیگر کتب، [5] ایضاً، [6] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [7] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲، [8] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۵۶،

حمنہ بنت جحشؓ

نام ونسب حمنہ آپ کا نام ہے، آپ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھین حضرت زینب کے بیان مین ان کا نسب نامہ لکھا جا چکا ہے،

نکاح حضرت مصعب بن عمیرؓ سے شادی ہوئی اور

اسلام غالبًا انہین کے ساتھ مشرف باسلام ہوئین، مہاجرات مین سے ہین،

عام حالات جنگ احد مین کارہاے نمایان انجام دیے، پیاسون کو پانی پلایا، زخمیون کے علاج کرنے اور انکو گھر پہونچانے کی خدمات انجام دین،

اسی معرکہ مین حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے ان کے بعد حضرت طلحہؓ سے نکاح ہوا یہ طلحہ وہی ہین جنکو آنحضرت صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی،

افک کے واقعہ مین یہ بھی شریک تھین، حضرت عائشہؓ کے بیان مین ضمنًا انکا بھی ذکر آچکا ہی

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین روایت کین، ان سے روایت کرنے والے انکے بیٹے عمران بن طلحہؓ ہین،

اولاد بروایت ابن سعد ان کے بطن سے حضرت مصعب بن عمیر کی اولاد بھی ہوئی[۲] دیگر کتابون مین صرف حضرت طلحہ کے صلب سے ان کے دو لڑکون کا ذکر آیا ہے، محمدؒ اور عمران محمد کا لقب سجاد تھا،

وفات وفات کا صحیح سنہ معلوم نہین ہوا۔

---

[۱] حضرت حمنہ کا تمام بیان اسد الغابہ جزء ۵ صفحہ ۴۲۸ سے ماخوذ ہے، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۵،

ام ابی ہریرہ

نام ونسب   نام امیمہ تھا، ان کے باپ صبیح یا صفیح بن الحارث تھے،

اسلام   حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے تک یہ مشرک تھین، چونکہ حضرت ابوہریرہ بارگاہ نبوت کے خاص خدام سے تھے اسلیے دل سے چاہتے تھے کہ انکی والدہ بھی اس سرمدی فیض سے محروم نہ رہین، ایک دن انھون نے آنحضرت صلعم کی شان مین گستاخی کی تو حضرت ابوہریرہ کو سخت گران گذرا، روتے ہوئے حضور صلعم کی خدمت مین پہونچے اور عرض کیا، حضور! اب میری والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا فرمایئے، آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی ادہران کی حالت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا، غسل کیا کپڑے بدلے اور حضرت ابوہریرہ کے سامنے کلمہ پڑہا، حضرت ابوہریرہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہوگئے اور آنحضرت صلعم کو اطلاع کی، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا[1]

اولاد   اولاد مین حضرت ابوہریرہ رض بہت مشہور ہین

وفات   وفات کا حال کہین مذکور نہین،

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۵۷

ام الدرداءؓ

نام ونسب ام الدرداءؓ کے نام کی دو خاتونین مشہور ہین اور یہ دونون حضرت ابو درداءؓ کے نکاح مین تھین، جو بڑی تھین وہ صحابیہ ہین، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے نزدیک ان کا نام خیرہ تھا اور وہ ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھین[1]

فضل وکمال اور اخلاق حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے[2]

کانت من فضلاء النساء وعقلائهن وذوات الرای منهن مع العبادة والنسک	نہایت عاقلہ، فاضلہ، صاحب الرائے اور عبادت گذار تھین،

آنحضرت صلعم اور حضرت ابو درداءؓ اپنے شوہر سے چند حدیثین روایت کی ہین انکے شاگرد میمون بن مہران ہین جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے، استیعاب مین بعض اور راویون کے بھی نام لکھے ہین جو صحیح نہین کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ان مین سے کسی نے ام درداء کا زمانہ نہین پایا،

وفات حضرت ابو درداء سے دو سال پہلے انتقال کیا، یہ زمانہ حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت کا تھا[3]

---

[1] و [2] و [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۰

ام خالد بنت خالد بن سعید

نام ونسب نام اَمتہ، کنیت ام خالد، نسب نامہ یہ ہے: امتہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس، قریش کے خاندان بنی امیہ سے تھین، والدہ ہمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر خزاعیہ تھین،

ولادت جب خالد بن سعید ہجرت کرکے معہ اپنی بیوی کے حبشہ چلے گئے تو وہین آمنہ پیدا ہوئین۔

نکاح حضرت زبیر بن عوام رض سے نکاح ہوا۔

عام حالات امتہ اپنے والدین کے ساتھ سن شعور تک حبشہ ہی مین رہین، جب اچھی طرح ہوش آگیا تو ان کے والدین کشتیون مین سوار ہوکر مدینہ روانہ ہوئے۔

نجاشی اس زمانہ مین حبشہ کا حکمران تھا، جب یہ لوگ آمادۂ سفر ہوئے تو نجاشی نے سب سے مخاطب ہوکر کہا

اقرؤا جمیعا رسول اللہ منی السلام، تم سب رسول اللہ صلعم کو میرا سلام کہدو،

امتہ کہتی ہین مین بھی انہین لوگون مین سے ہون جنہون نے رسول اللہ صلعم کو نجاشی کا سلام پہونچایا[1]

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین بیان کی ہین[2]۔ راویون کے نام حسب ذیل ہین، موسٰی بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ، کریب بن سلیمان کندی وغیرہ[3]

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے عمر بن زبیر رض اور خالد ابن زبیر رض[4]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷۰، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۱، [3] ایضاً،

معاذہ بنت عبداللہ

نام ونسب نام معاذہ۔ نسب یہ ہے، معاذہ بنت عبداللہ بن جریر ابن الصغریر ابن امیہ بن حدارہ بن حارث بن خزرج[1]۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی کنیز تھین مگر اسلام کی بدولت خدا نے آزادی عطا کی[1]

بیعت و اسلام مسلمان ہونے کے بعد جو عورتین آنحضرت صلعم کی بیعت سے شرفیاب ہوئین انہین مین یہ بھی ہین[2]

نکاح سہل بن قرظہ سے نکاح ہوا، ان کے انتقال کرجانے یا چھوڑ دینے کے بعد حمیر بن عدی القاری سے شادی ہوئی، حمیر نے طلاق دے دی تو عامر بن عدی کے نکاح مین آگئین،

اولاد سہل بن قرظہ سے ایک لڑکا عبداللہ بن سہل اور ایک لڑکی ام سعید بنت سہل پیدا ہوئی حمیر بن عدی سے حارث، عدی توام دو لڑکے اور ام سعد ایک لڑکی پیدا ہوئی، عامر سے صرف ایک لڑکی ام حبیب بنت عامر یادگار تھی[4]

اخلاق استیعاب مین ہے "كانت امرأة مسلمة فاضلة"[5]

عام حالات چونکہ یہ مسلمان ہوگئی تھین اسلیے جب تک آزاد نہوئین عبداللہ بن ابی کے قبضہ مین تھین وہ انپر ظلم کرتا تھا اور اس امید پر طرح طرح کی تکلیفین دیتا تھا کہ مسلمان چھڑانے آئینگے اور فدیہ مین کچھ رقم ملجائے گی، مگر انکے استقلال مین ذرا فرق نہ آتا تھا، اللہ تعالے نے آیہ ولا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ" سورہ نور انہیکی نسبت نازل فرمائی اور کفار کے پنجۂ استبداد سے رہا کیا[5]

وفات وفات کی تاریخ اور اس سے زیادہ حالات معلوم نہین۔

---

[1] ساب ج ۲ صفحہ ۳۲۰، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۴

حوّا بنت یزید

نام ونسب نام حوّا، نسب یہ ہے، حوّا بنت یزید بن سنان بن کرز بن زعورا ابن عبدالاشہل[1]

نکاح قیس بن حطیم کے نکاح مین تھین[2]

اسلام اپنے شوہر سے چھپ کر اسلام لائین، جب قیس مکہ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے مہلت چاہی کہ جب تک مدینہ آ ؤن اسوقت تک اور غور کرلون آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ اپنی بیوی حوا بنت یزید سے احتراز کرے اور اس سے حسن سلوک کی نصیحت فرمائی اور کہدیا کہ وہ مسلمان ہوگئی ہے، قیس نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی پوری تعمیل کی آپ کو معلوم ہوا تو قیس کے اس طرز عمل پر اظہار مسرت فرمایا[3]

محمد بن سلام صاحب طبقات الشعرا نے لکھا ہے کہ حوا کو قیس اسلام سے روکتا تھا وہ سجدہ مین ہوتین اور یہ آکر گرا دیتا تھا اور بہت تکلیفین پہونچاتا تھا یہ زمانہ ہجرت سے پہلے کا ہے اسوقت آنحضرت صلعم مکہ مین تشریف رکھتے تھے آپ کو انصار کے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے اسی سلسلہ مین حوا کے مسلمان ہونے اور شوہر کے ظلم کرنے کی اطلاع ملی۔ جب قیس مکہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری بیوی تو مسلمان ہوگئی ہے اور تم اسپر ظلم کرتے ہو مین چاہتا ہون اب اس سے کوئی تعرض نہ کرو[4]

حضرت حوا بعہد اولی اور بعہد ثانیہ کے درمیانی زمانہ مین مشرف بہ اسلام ہوئین سابقین اولین مین سے ہین انکے اسلام کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ اسلمت حوا فحسن اسلامھا[5]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۳۰ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] اصابہ ج ۸ صفحہ ۵۲۶-۵۲۹

اصل حاشیہ: لہ معانت ۵ اصابہ ج ۸ صفحہ ۵۲۶-۵۲۹

ام الخیر بنت صخر

نام ونسب نام معلوم نہین، کنیت ام الخیر، نسب یہ ہے:۔ ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، قریش کے خاندان تیم سے ہین، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی والدہ ہین،

نکاح ابو قحافہ سے شادی ہوئی تھی،

اسلام جب حضرت ابوبکر صدیق اسلام لائے تو سب سے پہلا کام انکا یہ تھا کہ انھون نے کفار کو بالاعلان اسلام کی طرف بلایا، یہ بات مشرکین کو جذبۂ انتقام سے مشتعل کردینے کے لیے کم نہ تھی سب نے چارون طرف سے نرغہ کیا اور حضرت ابوبکر کو گھیر کر سخت آزار پہونچایا، جب آپ بالکل بیدم ہوگئے تو بنی تیم ایک کپڑے مین لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے، ذرا ہوش آیا تو پوچھا "رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے؟" انکے والد اور تمام اہل خاندان ملامت کرنے لگے مگر انکا استفسار برابر جاری تھا یہان تک کہ رسول اللہ صلعم خود تشریف لائے، انکی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اس حال مین دیکھکر آبدیدہ ہوگئے حضرت ابوبکر رضہ نے (اپنی والدہ کی طرف اشارہ کرکے) کہا "یا رسول اللہ یہ میری والدہ ہین اور خدا نے آپکو برکت عطا کی ہے انکے لیے دعا فرمائیے اور انکو اسلام کی دعوت دیجئے شاید اللہ آپ کی برکت سے ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے،" آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اور ام الخیر کو قبول اسلام پر آمادہ کیا، اللہ کی قدرت! کہ ان کا دل فوراً زنگ کفر سے صاف ہوگیا اور حق وصداقت کی واقعیت آنکھون مین آ گئی، مسلمان ہوئین، انکے اسلام کی نسبت ارباب تحقیق کی راے ہے انھا اسلمت قدیماً[1]

وفات حضرت ابو قحافہ کی وفات سے پہلے ان کا انتقال ہوا[2]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۰، [2] ایضاً،

لیلی بنت ابی حثمہ

نام ونسب نام لیلیٰ کنیت ام عبداللہ، قریش کے خاندان عدی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے:
لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی[1]
نکاح عامر بن ربیعہ عنبری کے نکاح میں تھیں[2]
اسلام و ہجرت شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ گئیں، آپ مہاجرات اولی میں سے ہیں، ان کے لیے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی، یعنی مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا اسکے بعد کعبہ ہوا تو چونکہ قدیم مسلمانوں میں سے ہیں اسلیے بیت المقدس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا بھی انکے سوانح مفاخرت کا جزو ہے[3]
عام حالات ہجرت حبشہ کا حال خود انکی زبان سے منقول ہے بیان کرتی ہیں، حضرت عمر اسوقت تک اسلام نہ لائے تھے اسلیے ہلوگوں پر بہت زیادہ تشدد کرتے تھے، مجبوراً ہمنے سفر حبشہ کی تیاری کی، قافلہ روانہ ہونیکو تھا اور میں اپنے اونٹ پر سوار تھی کہ عمر آئے اور پوچھنے لگے ام عبداللہ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا "تم نے ہمکو دین کے لیے بہت تکلیف دی خدا کا ملک تنگ نہیں ہے، جہاں جگہ ملے گی چلے جائینگے، بولے خدا تمھارا ساتھی ہو اور چلے گئے، عامر بن ربیعہ آئے تو میں نے ان سے سب قصہ بیان کیا اور اسوقت جو حضرت عمر پر ایک قسم کی رقت سی طاری ہوگئی تھی، اسکا ذکر کیا، عامر نے کہا تم یہ چاہتی ہو کہ عمر اسلام لے آئیں؛ میں نے کہا ہاں، آخر کار خدا نے ایسا ہی کیا کہ میری امید پوری ہوئی[4]

ایکبار آنحضرت صلعم کے سامنے انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا تعال اعطک یہاں آؤ میں تمکو کچھ دونگی آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کیا دینا چاہتی تھیں، بولیں "کھجور" فرمایا اگر تم کچھ نہ دیتیں تو میں تمکو جھوٹا سمجھتا[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۴، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۷۷، [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۴۴، [5] ایضاً۔

خلیدہ بنت قیس ؓ

نام و نسب خلیدہ نام ہے، نسب یہ ہے، خلیدہ بنت قیس بن ثابت بن خالد بن اشجع، قبیلہ دہمان سے ہین،

نکاح بنی سلمہ کے ایک شخص تھے براء بن معرور، انہین سے عقد ہوا،

اسلام مسلمان ہوئین اور بیعت مین شرکت کی،

عام حالات جب آنحضرت صلعم کو بکری کے گوشت مین زہر دیا گیا تو آپکے ساتھ کھانے والون مین انکا بیٹا بھی تھا، اس واقعہ کی تائید ذیل کی روایت سے ہوتی ہے،

جس مرض مین آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا اسی مرض کی حالت مین خلیدہ عیادت کے لیے آئین اور تن مبارک پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ مین نے جسقدر سخت بخار آپکا دیکھا کسیکا نہین دیکھا فرمایا جسطرح ہمکو اجر المضاعف دیا جاتا ہے اسی طرح بلاؤن کا تشدد بھی ہمارے لیے دوگنا ہے پھر ارشاد ہوا لوگ میری علالت کے متعلق کیا خیال کرتے ہین، خلیدہ بولین، ان کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم کو ذات الجنب ہے" فرمایا اللہ اس بلا کو مجھپر مسلط نہ کرتا یہ وسوسہ شیطانی ہے یہ تو اس زہر کا اثر ہے جو مینے اور تیرے بیٹے نے جنگ خیبر مین کھایا تھا، اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا اب یہان تک نوبت پہونچی،

فضل و کمال آپ نے چند حدیثون کی روایت کی ہے، ایک روایت بہت مشہور ہے جو یہان درج کیجاتی ہے، ایکمرتبہ انہون نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، یا حضرت کیا مردے بھی پہچانے جاتے ہین فرمایا تربت یداک انفس الطیبۃ طیر خضر فی الجنۃ فان کان الطیر یتعارفون فی رؤوس الشجر فانھم یتعارفون تمہارا ہاتھ غبار آلود ہوں، پاکیزہ روح تو جنت مین ایک سبز پرندے کی طرح ہے اگر پرندے درخت کے اوپر پہچانے جاتے ہین تو وہ بھی پہچانے جاتی ہین

وفات وفات اور اس سے زیادہ واقعات معلوم نہ ہوئے،

---

[۱] یہ سارا بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ سے ماخوذ ہے،

خولہ بنت ثعلبہ

نام ونسب نام خولہ، ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف کی بیٹی ہین۔ قبیلہ بنی عوف بن خزرج سے ہین،

نکاح اوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا تھا،

اسلام مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم سے بعیت کی،

عام حالات مسئلہ ظہار کا فیصلہ انہین سے وابستہ ہے، جاہلیت مین رسم تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ اپنی بیوی سے مظاہرہ کرتا تھا، یعنی اسکو اپنی مان کی طرح حرام کرلیتا تھا، ہمیشہ کے لیے اسکے تعلقات زوجیت منقطع ہوجاتے تھے، اوس بن صامت انکے شوہر نہایت معمر اور شیخ فانی تھے سخت کلامی اور تند مزاجی اس عمر کا خاصہ ہے، ذرا سی بات مین بھڑک اُٹھتے تھے، غرض مزاج مین چڑچڑا پن بہت تھا ایک دفعہ بیوی سے کسی بات پر بہت ناراض ہوے اور غصہ مین کہدیا "انت علی کظھر امی" تم مجھپر میری مان کی طرح حرام ہو، بڑھاپے کا غصہ تھا تھوڑی دیر مین اتر گیا، غور کیا تو آنکھین کھلین سخت نادم ہوے خولہ کے پاس آنا چاہا تو انھون نے کہا گو تم نے طلاق نہین دی ہی تاہم جبتک خدا اور اسکا رسول حکم نہ دین ہمارے تمھارے باہمی تعلقات حرام ہین، اب تم رسول اللہ صلعم کے پاس جاؤ اور جو کچھ کر چکے ہو اسکا فیصلہ کراؤ، اوس نے کہا مجھے اس بارہ مین آنحضرت صلعم سے عرض کرتے شرم آتی ہے، تمھین جاؤ شاید اللہ ہمارے اوپر رحم فرمائے اور اپنے رسول کے وسیلہ سے بہبودی کے اسباب مہیا کرے، خولہ یہ سنکر کپڑے پہنکر تیار ہوئین اور حضرت عائشہ رض کے گھر مین آنحضرت صلعم کے پاس پہونچین، آنحضرت صلعم نے استفسار حال فرمایا تو بولین یا حضرت! اوس جسکو آپ جانتے ہین میرا ابن عم اور مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے، اسکی تند کلامی، سخت مزاجی اور ضعف قوت کا حال بھی حضور پر روشن ہے، اسنے غصہ مین ایسی بات کہدی ہے جو مین قسم کھا کے کہتی ہون کہ طلاق نہین ہے اسنے کہا انت علی کظھر امی رسول اللہ صلعم نے فرمایا

میرے خیال مین تو تم اسپر حرام ہو گئی ہو، خولہ کو یہ سُنکر بہت صدمہ ہوا اور بڑی لجاجت سے آنحضرت صلعم سے جھگڑتی رہین، پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! مین تجھ سے اپنی سخت ترین تکلیف اور اسکی جدائی کے رنج کی شکایت کرتی ہون، اے اللہ! جو بات ہمارے لیے باعث رحمت ہو اپنے نبی کی زبان سے ظاہر فرما دے، حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ یہ منظر ایسا دردناک تھا کہ مین اور گھر کے سارے لوگ خولہ کی ہمدردی مین رونے لگے،

اس حالت مین زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی کے آثار ظاہر ہوئے حضرت عائشہ رض نے خوش ہو کر خولہ سے فرمایا خولہ! عنقریب خدا کی طرف سے تمھارا تصفیہ ہو جاتا ہے، یہ وقت اور بھی نازک تھا امید و بیم کی کشمکش خولہ کو بیتاب کیے دیتی تھی اندیشہ تھا کہ فرقت وجدائی کا حکم نہ ہوا ور اس صدمہ مین جان نکلجاے، مگر آنحضرت صلعم کی طرف نگاہ کی تو آپ کو تبسم فرماتے ہوئے پایا، امید بندھی اور مارے خوشی کے کھڑی ہو گئین آنحضرت صلعم نے فرمایا، دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمھارا فیصلہ کر دیا، پھر آیہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا سورۃ المجادلہ آخر تفقہ تک تلاوت فرمائی اور حکم دیا کہ اپنے شوہر سے کہدو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کرین، خولہ بولین یا نبی اللہ! اسکو آزاد کرین؟ بخدا اسکے پاس نہ کوئی لونڈی غلام ہے نہ سوا میرے کوئی خادم، ارشاد ہوا اچھا تو پے در پے دو مہینے روزے رکھے کہا واللہ وہ اسپر بھی قادر نہین وہ تو دن مین کئی بار کھاتے ہین ضعف بدن کیسا انکی آنکھین بھی جاتی رہی ہین، آپ نے فرمایا تو کہدو کہ ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلائین، جوابدیا، یا حضرت اتنا بھی انسے ناممکن ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ام المنذر بنت قیس کو بلا لائین انسے بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کر دین، خولہ سلام کر کے رخصت ہوئین گھر پہونچین تو شوہر کو دروازہ پر منتظر پایا، انکو دیکھتے ہی بیتابی سے پوچھا کیون خولہ کیا ہوا بولین خیریت ہے اور تم خوش قسمت معلوم ہوتے ہو آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ تم ام المنذر بنت قیس کو ساتھ لیتے آؤ اور انسے چند بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کر دو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت اوس نے بہت خوشی سے اپنی قسم کا کفارا ادا کیا[1]

حضرت عمر رض انکا بہت احترام کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کہین جا رہے تھے، بہت سے آدمی ساتھ تھے اثنا راہ مین خولہ سے ملاقات ہوئی تو انکی طرف متوجہ ہو گئے دونون مین باتین ہونے لگین، ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ آ گئے، حضرت عمر نے فرمایا اے کمبخت! تجھے معلوم بھی ہے یہ بڑھیا کون ہے؟ یہ وہ عورت ہے جسکی صدا ے درد اللہ نے عرش سے سنی، یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جسکے بارہ مین آیہ قد سمع اللہ نازل ہوئی اگر یہ رات تک ٹھہرتی تو بھی مین سوا ے نماز کے کوئی کام نہ کرتا اور اسی سے باتین کیا کرتا[2]

[1] یہان تک سارا بیان طبقات جز ۸ صفحہ ۲۷۵ لغایت ۲۷۷ سے ماخوذ ہے [2] اسد الغابہ جز ۵ صفحہ ۴۴۲،

رُبیّع بنت نضر

نام ونسب۔ نام ربیع ہے، انصار کے خاندان عدی بن نجار سے ہین، حضرت انس بن نضر ان کے بھائی تھے[1] حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول صلعم کی پھوپھی ہین، سلسلہ نسب یہ ہے، ربیع بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام[2]

عام حالات۔ حارثہ بن سراقہ انکے بیٹے تھے جو جنگ بدر مین شہید ہوئے، ایک بار رسالت آب صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہنے لگین یا رسول اللہ مین حارثہ کی حالت معلوم کرنا چاہتی ہون اگر جنت مین ہو تو صبر کرون اور اسکے آرام کے خیال سے خوش ہون، ورنہ آہ و بکا مین تو زندگی گذر رہی ہے فرمایا انہ اصاب الفردوس الاعلے، اطمینان رکھو اللہ نے اسکو فردوس اعلے مین جگہ دی ہے[3]

انھون نے ایک عورت کا دانت توڑ ڈالا تھا، اسکے متعلقین نے انتقام چاہا اور آنحضرت صلعم سے صورت واقعہ بیان کی آپ نے قصاص کا حکم دیا، تو انس بن نضر کھڑے ہوے اور بانداز لجاجت التماس کیا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائین لوگ انکے عاجزانہ لہجہ سے متاثر ہوے اور معاف کردیا[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶، [3] اسد الغابہ صفحہ مذکور، [4] ایضاً،

درّہ رضؓ بنت ابی لہب

نام ونسب درّہ نام ہے، ابولہب بن عبدالمطلب کی بیٹی ہین، اس بنا پر آنحضرت صلعم کی چچیری بہن ہوئین، نسب کے لیے اس سے زیادہ وضاحت غیرضروری ہے،

نکاح حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا تھا،

اسلام وہجرت مسلمان ہوئین اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،

عام حالات جب مدینہ پہونچین تو رافع بن معلی زرقی کے گھر اترین، وہان خاندان زریق کی عورتین ان سے ملنے آئین اور کہا تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جسکی نسبت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تھی، ایسی صورت مین تمکو ہجرت کا کیا ثواب ملیگا، ان کو بہت صدمہ ہوا اور اسی تشویش کے عالم مین بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئین، جو کچھ ان عورتون نے کہا تھا بیان کیا آپ نے تسکین دی اور بیٹھنے کا حکم دیا پھر لوگون کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر منبر پر قیام فرمایا اور کہا ایہا الناس! لوگ مجکو میرے خاندان کے بارہ مین تکلیف دیتے ہین، حالانکہ قسم ہے خدا کی میرے اقربا کو میری شفاعت ضرور پہونچے گی، یہان تک کہ صدا، حکم اور سلہب بھی اس سے مستفید ہون گے[2]

فضل وکمال کئی حدیثین ان سے مروی ہین، راویون مین عبداللہ بن عمیرہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ ہین[1]

اولاد تین بیٹے ہوے، عتبہ، ولید، ابومسلم[1]

وفات کا حال معلوم نہین۔

---

[1] اسدالغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۰، ۵۰۲ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۷،

[2] صدا، حکم، سلہب یہ تینون قبائل کے نام ہین جن سے آنحضرت صلعم کی دور کی قرابت تھی،

ہند بنت عتبہ

نام ونسب ہند نام ہے، آپ عتبہ بن ربیعہ ابن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی ہین جو قریش کا عزیز ترین رئیس تھا، ان کی مان صفیہ بنت امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال سلمیہ تھین[1]

نکاح پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے شادی ہوئی، ان کے بعد ابوسفیان بن حرب کے نکاح مین آئین، ابوسفیان سے امیر معاویہ پیدا ہوے[2]

عام حالات ہند انکا باپ اور شوہر ابوسفیان بن حرب اسلام کے جیسے سخت دشمن تھے ظاہر ہے، ابوجہل کی سیادت اور ان نام اور مشرکون کی کوشش سے جو صدمے اسلام کو پہونچے تھے پہونچے لیکن جب مسلمانون کے سخت ترین مصائب مین جنگ بدر کے خاتمے اور ابوجہل جیسے زبردست مشرکون کے قتل کے ساتھ بڑی حد تک کمی آگئی تو ابوسفیان نے ان سب کی جانشینی پر کمر باندھی اور بڑی شد ومد سے ابوجہل کی قائم مقامی کا اقرار کرایا، جنگ بدر کے بعد کے تمام معرکے ابوسفیان کی فتنہ پردازی کا نتیجہ تھے، غزوہ احد بھی اسی کے جذبۂ انتقام کی ایک صورت تھی جب یہ معرکہ پیش آیا تو ابوسفیان کی بیوی ہند بھی ساتھ تھی، ہند نے مشرکون کی حمایت مین جو کام کیے اور اپنے باپ اور اعزہ کے انتقام مین جس سنگدلی سے مسلمانون کے ساتھ سلوک کیا، اسکے تصور سے دل لرزنے لگتا ہے، وہ میدان مین برابر اپنا کام کر رہی تھی اور کفار کو جوش دلا کر لڑنے کے لیے تیار کر رہی تھی، رجزیہ اشعار جو اسنے اس موقع پر پڑھے تھے ابن اثیر اور دیگر مورخین نے لکھے ہین ہم بھی یہان نقل کرتے ہین[3]

نحن بنات طارق نمشی علے النمارق مشی القطی البارق
والمسک فی المفارق والدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق اؤتدبروا نفارق فراق غیر وامق

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷۰ وغیرہ، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۳ و در منثور وغیرہ، [3] ایضاً اسد الغابہ،

چونکہ بدر مین حضرت امیر حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ عتبہ بھی مارا گیا تھا اسلیے وہ خصوصیت سے انکی دشمن تھی اور موقع کی منتظر رہتی تھی، اسنے پہلے ہی سے وحشی کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور حربہ اندازی کے فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، انتقام کے لیے آمادہ کر رکھا تھا اور اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسکے صلہ مین آزاد کر دیا جائیگا، یہ موقع تھا کہ اسکی تدبیر پوری ہوتی، چنانچہ جب حضرت حمزہ اسکے پاس آئے تو وحشی نے حربہ پھینک مارا جو ناف مین لگتے ہی پار ہو گیا حضرت حمزہ نے چاہا کہ اسکے جواب مین حملہ کرین لیکن چلنے نہ پائے، اور زمین پر گرنے کے ساتھ ہی روح بدن سے جدا ہو گئی۔

قریش کی عورتین جذبہ انتقام سے ایسی مشتعل تھین کہ مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لینے مین دریغ نہ کرتی تھین، اور انکے ناک، کان کاٹ کر اپنی وحشیانہ عصبیت کا منظر پیش کرتی تھین، ہند نے جو حضرت حمزہ کو بیجان ہو کر گرتے دیکھا بھڑک اٹھی فوراً لاش پر آئی، پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی، یہ واقعہ جتنا دلخراش تھا خاصکر آنحضرت صلعم کے لیے کہ آپ نے اپنی آنکھونسے چچا جیسے عزیز بزرگ کو اس عالم مین دیکھا، اسکا ذکر بیکار ہے باوجود اسکے ہند کے اسلام پر آنحضرت صلعم کا ایثار نفس یقیناً دنیا کے لیے ایک بے نظیر مثال ہے،

اسلام جب مکہ پر فتح حاصل ہوئی اور سرزمین عرب کا اکثر حصہ اسلام سے معمور ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے لوگون سے بیعت لینے کا اہتمام فرمایا، عورتون کے گروہ مین نقاب پہنے ہوئے ہند بھی شامل تھی جسکا مقصد یہ بھی تھا کہ آسانی سے پہچانی نہ جاسکے، اس موقع پر آنحضرت صلعم سے باتین کرنے مین اسنے جیسی گستاخانہ جسارت سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ذیل کے مکالمہ سے ہوگا۔

ہند ۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کن باتون پر بیعت لیتے ہین۔

آنحضرت صلعم۔ خدا کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو،

ہند ۔ یہ شرط آپ نے مردون سے نہین کی، تاہم ہمکو منظور ہے۔

آنحضرت صلعم۔ چوری نہ کرو۔

ہند ۔ مین اپنے شوہر کے مال سے کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہون، نہ معلوم یہ بھی جائز ہے یا نہین ؟

آنحضرت صلعم۔ اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہند ۔ ہم نے تو انکو بچپن سے پالا تھا، جب بڑے ہوئے تو آپنے قتل کر ڈالا،

با اینہمہ ہند نے آپ کا دامن رحمت کشادہ پایا تو سچے دل سے آپ کی صداقت اور اسلام کی

حقانیت کا اعتراف کیا اور کہا یا رسول اللہ پہلے آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہین [۱]

اپنے گھر پہونچی تو اب ہند وہ ہند نہ تھی، اسنے بت پرستی پر لعنت بھیجی اور اپنے ہاتھ سے بت توڑا اور کہا تیری ہی بدولت ہم ابتک گمراہی مین پڑے رہے [۲]

جاہلیت مین تو ہند کا غزوات مین شریک ہونا معلوم ہو چکا اسلام مین بھی اسکے لیئے نمائش جرات کا دروازہ مسدود نہ تھا، جب حضرت عمر رضہ کے زمانہ مین شام کی یادگار لڑائی یرموک چھڑی تو یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ شریک ہوئی اور مسلمانوں کو رومیون سے مقابلہ کرنے کا جوش دلایا [۳]

اخلاق اسد الغابہ مین ہے،

کانت امرأۃ لہا نفس وانفۃ ورأی وعقل [۴] وہ ایک خوددار، غیرتمند، صائب الرائے اور ذی عقل خاتون تھین

طبیعت کی سخی تھین مگر حوصلہ کے مطابق خرچ نہ کرنے پاتی تھین کیونکہ ابوسفیان بخیل تھے اور انکو ضروریات کے اعتبار سے کم دیتے تھے، جسوقت مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم نے ان سے چوری نہ کرنے کا اقرار لیا تو بولین یا رسول اللہ ابوسفیان مجھے پورا خرچ نہین دیتے اگر اسے چھپا کر لے لون تو جائز ہے آپ نے فرمایا ہان بقدر ضرورت مضائقہ نہین [۵]

انکے باپ عتبہ بن ربیعہ بھی اپنی بیٹی کی ذہانت، ادراک اور تمیز کے قائل تھے چنانچہ جب ہند کا نکاح کرنے لگے تو دو شخص اپنی رائے مین انتخاب کیے اور ان دونون مین پسندیدگی کا اختیار ہند کو دیا، ان مین سے ایک ابوسفیان بھی تھے جو ہند کے معیار انتخاب پر پورے اترے [۶]

وفات حضرت عمر رضہ کے زمانہ خلافت مین انتقال ہوا، ان کی اور حضرت ابوقحافہ رضہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی، لیکن ابن سعد کی روایت ہے کہ ہند کا انتقال حضرت عثمان رضہ کے زمانہ مین ہوا، کتاب الامثال سے بھی اسی روایت کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس مین لکھا ہے کہ جب ابوسفیان نے (حضرت عثمان کے زمانہ مین) وفات پائی تو کسی نے امیر معاویہ سے ہند کا نکاح کرنے کی درخواست کی، انھون نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ (وہ بانجھ ہو چکی ہین اور) اب انہین نکاح کی حاجت نہین ہے [۷]

---

[۱] صحیح بخاری، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۲، [۳] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۲، [۴] ایضاً صفحہ ۵۶۲، [۵] صحیح بخاری،
[۶] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۱، [۷] اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۲۱،

THE SUFI

Pindi Baha-ud-Din, (Punjab.)

A monthly Journal having the widest circulation Among the Muslims all over the World.

Price Rs. 2 per annum.

دنیائے تصوف میں سرزمین ہند کا تنہا درخشندہ ماہتاب

صُوفی

اگر کوئی اخبار یا رسالہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ اپنے تمام ہمعصر رسائل سے زیادہ کثیر الاشاعت ہے، تو یہ کافی ثبوت اس امر کا ہے کہ وہ سب سے زیادہ دلچسپ ہی ہے۔ اسلئے **صوفی** اس کلیہ کے لحاظ سے بہترین رسالہ ثابت ہو سکتا ہے لیکن یہاں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کیوں پبلک میں اس قدر مقبول ہے :۔

اِس لئے کہ

(۱) **صوفی** صرف وہی مضامین پیش کرتا ہے جو صحیح جذباتِ انسانی سے متعلق ہیں۔

(۲) **صوفی** اپنے مضامین کے ذریعہ سے وہی تعلیم دیتا ہے جو بالکل حقیقی شریعت و طریقت کے مطابق ہے۔

(۳) **صوفی** کے ادبیانہ رنگ میں وہی شان ہے جو ایک نہایت بلند درجہ کے سلیس و پُرمتانت لٹریچر میں پائی جاتی ہے۔

(۴) **صوفی** کا حصۂ نظم و نثر اُس صحیح ذوق کو پیش کرتا ہے جو حقیقی معنے میں جنت روح و نظر کہلایا جا سکتا ہے۔

(۵) **صوفی** علاوہ مضامین تصوف کے اپنے جدید دور میں بہترین علمی و حیرت انگیز معلومات کا ذخیرہ ہر ماہ میں فراہم کرتا ہے جو ایک قوم کی ترقی کا اعلےٰ نصب العین بن سکتے ہیں۔

(۶) **صوفی** نے اپنے دائرۂ ادارت میں ملک کے بہترین اہلِ قلم فراہم کر لئے ہیں۔

(۷) **صوفی** نہایت پابندی کے ساتھ چودہ سال سے جاری ہے اور وہ اپنی اس خصوصیت سے کبھی منحرف نہیں ہوا۔

(۸) **صوفی** ہمیشہ پبلک کے سامنے اُن اکابر علماء و صلحاء کی سیرتوں کو پیش کرتا رہتا ہے جو اردو لٹریچر میں مفقود ہیں۔

(۹) **صوفی** باوجود ان تمام خوبیوں کے نہایت ارزاں ہے، اور صرف دو روپیہ (عہ) میں سال بھر تک اپنا خزینہ لٹاتا رہتا ہے۔

قیمت بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ (عہ) - بذریعہ وی پی دو روپیہ چار آنے (عہ۴) +

المشتہر — منیجر صوفی پنڈی بہاؤالدین پنجاب